جملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں

سرورِ علم ہے کیفِ شراب سے بہتر ☆ کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

نام کتاب	:	اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ (علم ایک نقطہ ہے)
مصنّف	:	الفقیر الشاہ عارف القادری سلیمانی عفی عنہ
سکونت	:	المطوطن فقیر نند ہلی، مقیم حال سونا پور، مالا پور، دھارواڑ، کرناٹک، (الہندی)
رابطہ	:	09448467215 / 09740357786
پروف ریڈنگ	:	عبیدالرحمٰن صدیقی
اشاعت اول	:	ماہ جمادی الاول 1430ھ 2009ء مئی
اشاعت دوم	:	2011ء
تعداد	:	1100
صفحات	:	240
قیمت	:	100/-
پریس	:	حرمین آفسیٹ پریس دہلی

پیشکش: پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری

سجادۂ نشیں آستانۂ قادریہ نوریہ، خانقاۂ قادریہ نوریہ سقافیہ جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

موبائل: 09448467215

website : www.noor-e-sufiislam.com

☆☆☆

Published By:

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, Kucha Neel Kanth, Qaziwara, Daryaganj, N. Delhi-2

Mobile : 08010503999 / 08459026205

Email: alhudapublications@yahoo.com

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَ الثَّقَلَیْنِ

وَ الْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِیْ فَلَا اَحَدٌ

اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَ لَا نَعَمِ

امام شرفُ الدین بوصِیری علیہ الرحمة

انتساب

یہ کتاب ! مادروطن ہندوستان جنت نشان کے نام!

یہ کتاب ! مادروطن کے ان برگزیدہ بزرگوں کے نام جن کے دھرم وایمان کی اساس انسانیت اورامن وامان پررکھی گئی ہے !

یہ کتاب! ہراس مہذب انسان کے نام جس کا مذہب انسانیت ہےاورملت عشق وپریم ہے!

الفقیر عارف القادری عفی عنه

(خانوادہ قادریہ ولیئ اللّٰهیہ)

فهرست مضامین

شمارنمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
(1)	تقریظ جلیل، حضرت سید شاہ اسرارحسین صاحب قبلہ قادری	13
(2)	تقریظ وتأثرات، حضرت سید احمد قادری جیلانی شطاری صاحب قبلہ	17
(3)	تأثرات، علامہ محمد فصیح الدین صاحب نظامی	21
(4)	پیش لفظ، حضرت سید شاہ ولی اللہ قادری، عرف باشاہ پیراں	23
(5)	وجہ تصنیف	24
(6)	علامہ اقبال کی ایک انقلابی نظم	28
(7)	مختصرتعارف مصنف مدظلہ العالی	31
(8)	آغاز کتاب از خطبہ نایاب	35
(9)	فصل اول، حقیقت قلب اور شناخت قلب	37
(10)	اسرار قلب وباطن	39
(11)	قلب کی آنکھ کب کھلتی ہے	41
(12)	ذکروفکر کیا ہے	42
(13)	يَدُاللهِ فَوقَ اَيدِيهِم	45
(14)	عشق کے حقائق ودقائق	46
(15)	انکشاف حقیقت عشق	48
(16)	توسیدھا راستہ کیا ہے؟	50

شمار نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
(17)	حد جبرئیل کا راز	52
(18)	ایسا ہوتا کیا ہوتا	53
(19)	خدا اور بندے کے درمیان کا پنہاں رشتہ	56
(20)	مراقبہ کس طرح کریں	57
(21)	مراقبہ کیا ہے؟	58
(22)	شرائط مراقبہ	59
(23)	طریقہ مراقبہ	59
(24)	مرشد کامل کسے کہتے ہیں	60
(25)	پیر باطن کون ہے	61
(26)	حقیقت مراقبہ	63
(27)	فصل دوم، فیض کلمۂ طیبہ	66
(28)	حقیقت کلمۂ طیبہ کیا ہے؟	67
(29)	معرفت کلمۂ طیبہ کیا ہے؟	67
(30)	انا انت انت انا کی وضاحت۔	68
(31)	یہ پاس انفاس کیا ہے؟	69
(32)	عقل کیا ہے؟	71
(33)	جاننا پہچاننا دیکھنا کیا ہے؟	71
(34)	پہچاننا کیا ہے؟	72
(35)	جاہل پیروں کی اندھی معرفت	72

شمار نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
(36)	صورت الٰہی کی ایک نفیس تحقیق	74
(37)	نقشۂ صورت	75
(38)	ایک غلط فہمی کے مرض کا علاج	76
(39)	کلمہ طیبہ اور رنگوں کا فلسفہ	77
(40)	رنگ کیا ہے اور کس طرح پیدا ہوئے ہیں۔	77
(41)	ایک علم معرفت کے دعویدار کا جاہلانہ سوال	78
(42)	علامہ جامی رحمہ اللہ کے شعر کا مفہوم	81
(43)	دو کفر اور چار شرک سے مراد کیا ہے	81
(44)	تجزیہ	82
(45)	جو چیز شریعت کے خلاف ہو وہ طریقت نہیں ہو سکتی	85
(46)	فصل سوم، حقیقت ذکر لسان	90
(47)	کنہ کن کیا ہے؟	91
(48)	فرض اولین کیا ہے؟	92
(49)	جانتا ہے یہ رحمت الٰہی کیا ہے؟	92
(50)	قرب وبُعد کیا ہے؟	94
(51)	قربِ الٰہی کیسے حاصل ہوتا ہے	95
(52)	اسلام اور اہل اسلام	98
(53)	رَأَيْتُ رَبِّيْ فِيْ قَلْبِيْ	102
(54)	عرفان ذات حق	103

شمار نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
(55)	حیات اور موت کیا ہے؟	105
(56)	حصول حیات ابدی	105
(57)	اسم اللہ ذات کیا ہے	105
(58)	ذکر اللہ سے کیا حاصل ہوتا ہے؟	105
(59)	اقسام ذکر	106
(60)	فصل چہارم، میرا مرشد	107
(61)	مرشد مثل غسال ہے	109
(62)	مرشد بابِ رحمت ہے	109
(63)	حصول راہ فقر کس طرح ممکن ہے	110
(64)	داڑھی کی اہمیت	113
(65)	اے بندۂ خدا عاشق بن!	114
(66)	عقل و عشق	115
(67)	پیر کامل کی علامت	116
(68)	خلافت خداوندی کیا ہے؟	116
(69)	بار امانت کیا ہے	117
(70)	خرقۂ خلافت کیا ہے؟	117
(71)	بارِ امانت کی ضد کیا ہے؟	120
(72)	طوق لعنت کیا ہے ؟	120
(73)	ابلیس لعین کے چند مشہور خلفاء	121

شمار نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
(74)	کامل مرشد کیا کرتا ہے؟	122
(75)	ایک غلط فہمی کا ازالہ	125
(76)	فصل پنجم، تصور کیا ہے؟	126
(77)	صورت کیا ہے؟	126
(78)	شرح اسم اللہ ذات کیا ہے؟	127
(79)	پرخلوص گذارش	132
(80)	برکات اسم اللہ ذات	136
(81)	فیض اسم اللہ ذات	137
(82)	عالم کسے کہتے ہیں	137
(83)	فصل ششم، حصول معرفت حق	139
(84)	توجہ کیا ہے؟	139
(85)	رازِ تصور	140
(86)	راز توجہ	141
(87)	حدیث پاک اَلعِلمُ نُقطَةٌ	141
(88)	اَلآنَ کَمَا کَانَ	143
(89)	ذات ھویت کیا ہے؟	143
(90)	ناگفتہ بہ حالات اور اس کا صحیح ترین علاج	144
(91)	کلمہ طیبہ سے متعلق فرائض	147
(92)	کتاب اللہ کیا ہے؟	153

شمار نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
(93)	فصل ہفتم، ذات ھویت اور تخت کنت	156
(94)	علم کنت کیا ہے؟	156
(95)	تمام علم صرف ایک نقطے میں ہے	157
(96)	وہ نقطہ کہاں ہے؟	157
(97)	کُنتُ کے بعد کَنزًا کیا ہے	159
(98)	کس حکم پر قائم رہیں	161
(99)	عہد کیا ہے؟	163
(100)	حقیقت کفر و اسلام	164
(101)	مغفرت اور اجر کریم کیا ہے	164
(102)	تو مغفرت کیا ہے؟	165
(103)	مراقبہ میں ارض و سماوات کے عجائبات کا نظارہ ہوتا ہے	168
(104)	حقیقت ابلیس	169
(105)	یہ زنار کیا ہے؟	169
(106)	کونسی نماز بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہے	170
(107)	حقیقت نفس	172
(108)	نفس کیا ہے؟	173
(109)	نفس کی باطنی صورت کیا ہے؟	173
(110)	نفس کی ظاہری صورت کیا ہے؟	173

شمار نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
(111)	عقل نفسانی کی کرشمہ سازی	174
(112)	عقل کیا ہے؟	175
(113)	فصل ہشتم، کامل پیر کسے کہتے ہیں	177
(114)	کامل پیر کے کمال کا راز	178
(115)	کامل پیر کے اوصاف خاصہ	178
(116)	مرید کامل کب ہوتا ہے	178
(117)	ظاہری پیر کی حقیقت کا انکشاف	179
(118)	ظاہری پیر کیا ہے؟	180
(119)	باطنی پیر کیا ہے؟	180
(120)	ظاہری پیر کیا کرتا ہے؟	181
(121)	مرشد کامل کے کمال کا راز	182
(122)	اگر کامل میسر نہیں تو طالب حق کیا کرے	185
(123)	کُنتُ کَنزًا کے بعد مَخفِیًّا کی وضاحت	187
(124)	اصطلاح تصوف میں حیات کسے کہتے ہیں؟	188
(125)	وقت سے مراد کیا لیا جاتا ہے؟	188
(126)	مقام مخفیا کا حصول	189
(127)	مراقبہ برائے حصول مقام مخفیا	191
(128)	مقام مخفیا کیا ہے؟	192

شمار نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
(129)	مقام مخفیا کی مزید تشریح	196
(130)	کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا کے بعد فَاَحْبَبْتُ کی وضاحت	197
(131)	عقل کیا ہے؟	198
(132)	یہ بے سری کیا ہے؟	203
(133)	ملکوت کیا ہے؟	206
(134)	غور طلب نکتہ	208
(135)	راہ فقر کیا ہے؟	212
(136)	فصل نہم، فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ کیا ہے؟	213
(137)	اسم اعظم کیا ہے؟	216
(138)	ایک حدیث پاک کی تشریح	217
(139)	دنیا کیا ہے؟	218
(140)	حاصل بحث کل	219
(141)	تو یہ دنیا کیا ہے؟	219
(142)	براہو دنیاء ملعون کا	220
(143)	بازار دنیا میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے؟	225
(144)	قرآن کیا ہے؟	229
(145)	اس آیت کریمہ میں غیب کیا ہے؟	229
(146)	لفظِ عشق قرآن شریف میں ہے؟	230

☆☆☆

تقریظِ جلیل

سراج المشائخ پیر طریقت تقد س مآب حضرت علامه ا لحاج
سید شاہ اسرار حسین رضوی المدنی صاحب قبلہ قادری نظامی چشتی صابری شطاری مدظلہ العالیٰ
سجاده نشین آستانه عالیه رضویه ،مغل پوره ،حیدرآباد،دکن (الهند)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ وَالْمُرْشِدِيْنَ وَاَوْلِيَاءِ اللهِ الْكَامِلِيْنَ قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ فِى الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ، اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَo صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْo اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. اما بعد!

تمام تعریفیں وحمد وثناء اس خدائے لم یزل کے لئے ہیں جس نے اپنے ہی وجود کے راز کو انسان میں پوشیدہ بھی فرمایا اور جلوہ کو عام بھی کر دیا اور پھر انسان کو اپنی تلاش اور اپنے عرفان کے لئے تخلیق فرما کر ارشاد فرمایا "وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ، عرفاء اور علمائے حق نے یعبدون سے مراد لیعرفون لیا ہے کیونکہ عبادت کے لئے تو ملائکہ موجود تھے پھر تخلیق انسانی کا مقصد ہی کچھ نہ ہوتا۔

آدمی آمد برائے بندگی، بے عبادت نیست لطف زندگی
گر بخواہی راحت درزندگی، بندگی کن بندگی کن بندگی

اس پر طرۂ امتیاز یہ کہ تاج خلافت سے سرفراز فرما کر مخلوق میں اعلیٰ واشرف مقام عطا کیا، لاکھوں درود وسلام اس ہادیٔ برحق کی بارگاہ بیکس پناہ میں اور ان کی آلِ پاک پر جن کے صدقہ وطفیل میں یہ کائنات اور سارے عوالم وجود میں آئے اور جو ذات اقدس مظہرِ جملہ صفاتِ الٰہیہ بنی جس کی وجہ مخلوق کو خالق کا قرب نصیب ہوا اور وہی ذات وسیلہ نجات ہے آپ کے لئے ارشاد باری ہوا: ''وَمَـا اَرْسَـلْنٰـکَ اِلَّا رَحْـمَةً لِّـلْـعَالَمِیْنَ'' اور پھر اسی ذات قدسی صفات کے لئے ارشاد باری ہوا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور جب میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اے حبیب! میں نے آپ کو ظاہر فرمایا اور حبیب کبریاء نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں، اب جس کسی کو شہر میں داخل ہونا ہے یقیناً دروازے سے ہی گذرنا ہوگا تب شہر کی مکمل معرفت نصیب ہوگی، اور مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ سارے قرآن کا لب لباب سورۂ فاتحہ میں ہے اور سورۂ فاتحہ کا ماحصل اس کی بسم اللہ میں اور بسم اللہ کا تمام راز اس کی ''با'' میں ہے، اور حرف با کا مکمل راز اس کے نقطہ میں اور وہ نقطہ میں ہوں، سبحان اللہ!

زیر نظر کتاب ''اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ'' تصنیف کردہ حضرت عارف القادری سلیمانی صاحب مَدَّ فَیْضُهٗ کا مسودہ اس بے علم وکم مایہ فقیر کو سرفراز ہوا کہ اس کی تقریظ لکھوں بھلا مجھ جیسے ناچیز کو اتنے بڑے کام کیلئے منتخب کیا جانا یہ بھی فضل خداوندی ہی ہے، اس کتاب مستطاب کو سرسری طور پر پڑھنے کا موقع ملا، علامہ عارف القادری

صاحب نے بڑی ہی محنت اور کوشش سے اوچھے تصوف کے اسلوب کو مختلف صوفیاء کرام کے اقوال اور ان کے رازہائے سربستہ کو بڑے اچھے انداز میں بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، جـزاکَ اللّٰہُ حضور سید المرسلین کا ارشاد کہ مسلمان اور کافر میں فرق نہیں سوائے نماز کے، ایسے میں پابندیٔ شریعت ضروری ہے پھر اہل طریقت کیلئے کوئی بھی طریقت شریعت اللہ کے بغیر نہیں۔ تمام اکابر صوفیہ اور اولیاء اللہ پہلے پابند شریعت تھے پھر طریقت کی تعلیم دیتے تھے، معرفت وحقیقت اس کے بعد کے دو منازل ہیں، اس پرآشوب دور میں جب ایمان ہی صحیح سلامت رہتا نظر نہیں آرہا ہے تو پھر تصوف یا علم تصوف کس طرح صحیح وسالم رہے گا، کیونکہ ہر چوتھا شخص اپنے کو پیر ظاہر کررہا ہے جو پیری کے حرف 'پ' یا مرشد کے ایک نکتہ سے بھی واقف نہیں ہے، ایک طرف تو تصوف کے ماننے والوں کا یہ حال ہے تو دوسری طرف بعض ناواقف اور جہلاء کا ایک بڑا طبقہ تصوف کا منکر نظر آتا ہے، اب ایسے وقت وہی لوگ صحیح رہبری کر سکتے ہیں جو حقیقت سے آشنا ہیں کیونکہ معاملہ کچھ اس طرح ہوگیا ہے بقول ''جس کی نظر جیسی ویسا نظر آتا ہے'' کوئی تو خدا کو نعوذ باللہ بندہ بنا رہا ہے، تو کوئی سرے سے نور کا انکار کررہا ہے، ایسے پرفتن دور میں حضرت عارف القادری سلیمانی صاحب کا یہ تصنیفی و تالیفی کام وہ بھی میدان تصوف میں ایک بہت ہی بڑا کام ہے اور ایسی کتابیں نادر شاہکار کا مقام رکھتی ہیں یہ تشنگان علم تصوف کے لئے بہترین خزانہ اور ناپید سرمایہ ہیں، بقول حضرت سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ ''مَنْ عَـاشَ فِیْ ظَـاهِرِ الرَّسُوْلِ

ﷺ فَھُوَ سُنِّیٌّ وَمَنْ عَاشَ فِیْ بَاطِنِ الرَّسُوْلِ ﷺ فَھُوَ صُوْفِیٌّ'' جوحضور پاک کے ظاہر کے مطابق زندگی گذارے وہ سنی ہے اور جو حضور پاک ﷺ کے باطن کے مطابق زندگی گذارے وہ صوفی ہے، بہرحال علامہ عارف القادری صاحب مَدَّظِلُّہُ النُّوْرَانِی کا یہ کام قابل مبارکباد اور اقدام مستحسن ہے اور یہ کتاب راہِ سلوک کے مسافرین کے لئے بڑی کارآمد اور زادِراہ ثابت ہوگی آج کل کے پیروں کی اتباع اور علم تصوف سے ناآشنا افراد کی ریشہ دوانیوں سے صوفیہ کو محفوظ رہنے کے لئے ایک قلعہ کا کام دیگی۔ اس کے علاوہ پیر طریقت عارف القادری صاحب کی دیگر تصانیف بھی دیکھا ہوں۔ بِحَمْدِاللہ وہ بھی ملت کے لئے نایاب سرمایہ ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ بطفیل سرورِ کونین واہل بیت اطہار و پیران عظام موصوف کی عمر دراز فرمائے اور ان کی تمام تصانیف کو مقبولیت عام کا مقام عطا فرمائے اور موصوف کو جزائے خیر عطا ہو۔ آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین۔

شرح دستخط

حضرت سید شاہ اسرار حسین رضوی المدنی صاحب قبلہ
آستانہ عالیہ رضویہ مغل پورہ پانی کی ٹانکی
حضرت شاہ رضا رضوی رحمۃ اللہ علیہ درگاہ شریف حیدرآباد

''تقریظ و تاثرات''

پیر طریقت عالی مرتبت حضرت علامہ مولانا سید احمد قادری جیلانی شطاری صاحب قبلہ
(واصلؔ ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)
خلیفۂ اجل نقیب الاسلام حضرت علامہ مولانا سید شاہ شیخن احمد حسینی کاملؔ قادری شطاری قدس سرہٗ

الحمد للہ وسلّم علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ . امابعد!

راقم الحروف قادری فقیر نے زیر نظر کتاب ''اَلْعِلْمُ نُقْطَۃٌ'' کا از صفحۂ اول تا صفحۂ آخر بالاستیعاب وبنظرِ تعمق مطالعہ کیا اور بغرض تقریظ خامہ فرسائی شروع کی ہے۔ تنقید اور اہل تنقید سے قطع نظر اس کتاب کی تالیف کا مثبت پہلو یہ نظر آیا کہ یہ کتاب صرف اور صرف اخلاص الی اللہ کی اساس پر تالیف ہوئی ہے۔ اور ''اخلاص'' عند اللہ احسن اور مقبول صفت ہے۔ انشاء اللہ العزیز مؤلفِ کتاب ھٰذا کو بموجبِ آیت شریفہ ''اِنَّ اللہَ لَایُضِیْعُ اَجْرَالْمُحْسِنِیْنَ'' ضرور اجر عظیم ملے گا۔

فاضل مؤلف نے آج کے اس پرآشوب دور میں جو جو خرابیاں دین اسلام میں اور خصوصاً اہل طریقت میں درآئی ہیں، نہ صرف اس کی نشان دہی فرمائی ہے بلکہ ان خرابیوں کو سمجھنے اور ان سے محفوظ رہنے کا طریقہ بھی نہایت مدلل اور احسن انداز میں بتلایا اور سمجھایا ہے۔ جَزَی اللہُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاءَ عَنْہُ.

آج طالبانِ طریقت کو اس بات کی تفہیم کی نہایت سخت ضرورت ہے کہ ’’طریقت کے مردود کو تو شریعت میں پناہ ہے مگر شریعت کے مردود کو سوائے کفر، الحاد اور زندقہ کے کہیں اور پناہ نہیں‘‘

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ’’ فَرِیْبُ الشَّیْطَانِ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ ‘‘ یعنی شیطان کا فریب چیونٹی کے پیر سے بھی کہیں زیادہ باریک اور مہین ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے بفضل رب العزت اس باریک اور مہین فریب کو جان لیتے ہیں اور اس سے محترز رہتے ہوئے محفوظین میں شمار ہوتے ہیں اور قرب خداوندی سے معظم ومکرم ہوجاتے ہیں، اور عوام بمصداق ’’ اَلْعَوَامُ کَالْاَنْعَامِ ‘‘ اپنی بے علمی یا کم علمی یا جہلاء کی صحبت کے سبب شیطان کے دام مکر میں پھنس کر خیر سے محروم ہوجاتے ہیں۔ حق بات سن کر اپنی اصلاح کر لینا تو کجا یہ تو مصلحین اور ناصحین کے مخالف ہوکر ان کے درپئے آزار بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ’’ اَلنَّاسُ اَعْدَاءٌ مَّا جَهِلَ ‘‘ یعنی لوگ اس بات کے مخالف ہوتے ہیں جو وہ نہیں جانتے ‘‘، اَلْعَیَاذُ بِاللّٰهِ.

زیر نظر کتاب میں جو جو نکات پیش کئے گئے ہیں وہ سب ہی نہایت سہل اور آسان زبان میں ابلاغ وترسیل کی غرض سے واضح اور بلیغ انداز میں ضروری اور معتبر حوالہ جات کے ساتھ تحریر ہوئے ہیں۔

ع ۔ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے۔

’’ اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ لَایَعْلَمُهُ الْجَاهِلُوْنَ ‘‘ یعنی علم ایک نقطہ ہے جسے جاہل لوگ نہیں جانتے، اس کی تفسیر میں اکابر علمائے کرام نے بڑے قوی دلائل کے ساتھ ’’ نقطہ ‘‘ کی تشریح کی ہے۔ الحمد للہ! اس کتاب میں مبتدیوں اور متوسطوں کے لئے نہایت مفید اور کار آمد نکات رقم کئے گئے ہیں جو مطالعہ کنندوں کے دل ودماغ کو صیقل کر کے قبض سے بسط کی طرف رہنمائی کرتے رہیں گے۔

آیت شریفہ ’’ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ شَیْئًا فَهِیَ اَسْبَابًا ‘‘، یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کی تصنیف وتالیف بھی اس دور حاضر کی ایک نہایت عظیم ضرورت تھی اس لئے ادھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارادہ فرمایا اور ادھر بندوں کی ہدایت اور صحیح راہ نمائی کیلئے یہ تالیفِ منیف مؤلف کی کاوشوں کی بدولت منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوگئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِکَ.

فاضل مؤلف نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ ضروری اور اہم عنوانات کے تحت جو توضیحات اور تشریحات قرآن وحدیث کی روشنی میں نذرِ قرطاس کی ہیں وہ سب لائق صد تحسین ہیں اور مؤلف کی نکتہ رسی پر دال نصِ قرآن اور نصِ حدیث پر کسی کو بھی حرف زنی اور نکتہ چینی کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ مَاشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

اس کتاب میں مضمون اور مافی الضمیر کی ادائیگی میں بین السطور بہت خوبصورت اور برجستہ اشعار رقم ہوئے ہیں اس سے مضمون کی لطافت دوبالا ہوجاتی

ہے اور قاری کے شوق مطالعہ کو مہمیز بھی ملتی ہے، کتاب کے مطالعہ سے مؤلف کی شخصیت، مؤلف کا علم، اور مؤلف کا اخلاص بمصداق ''اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْس'' قاری پر واضح ہوجاتے ہیں اور مؤلف کی وقعت ومنزلت ''جاایں جاست'' کہہ کر قاری کو مؤلف کا گرویدہ اور قدردان بنادیتی ہے '' ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ''

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بطفیل رسول مقبول ﷺ و بطفیل حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، محترم المقام مؤلف صاحب کی اس پیشکش کو سعی مشکور بنادے اور اس کتاب کو اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ۔ آمین بجاہِ سیّدِ العلمین ﷺ

بقلم دعاگو قادری فقیر

شرح دستخط

سید احمد قادری جیلانی قادری شطاری واصل عفی عنہ

بتاریخ ۱۲/ربیع الاول شریف ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۰/مارچ ۲۰۰۹ء بروز سہ شنبہ

پتہ: مکان نمبر 8-15-78/2 محمدیہ کالونی، وٹے پلی، حیدرآباد 500253 (اے۔پی)

تأثرات

مصنف کتب کثیرہ فصیح اللسان حضرت علامہ **مولانا شاہ محمد فصیح الدین** صاحب نظامی اشرفی
مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد (الہند)

مبسملا محمدلا مصلّیا مُسلِمًا

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْوَاحِدِالْاَحَدِالصَّمَدِالَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْوَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًااَحَدٌ وَصَلَاةُ اللهِ وَسَلَامُهٗ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْمَحْمُوْدُالْمُحَمَّدَ الْاَحْمَدُ وَعَلٰى آلِهِ الْاَمْجَدِالْمُمجدِ وَصَحابَتِهِ الْمَسْعُوْدِالْاَسْعَدِاِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْاَشَدُّ، بَعْدَالْحَمْدِ وَالصَّلٰوةُ .

ذات وصفاتِ انسانیہ پرتو ہیں ذات وصفاتِ الٰہی کا، علم وحِکَم، حدوث وقِدَم سب کا اسی سے اعتبار وحُکم ہے۔ غیب الغیب نے یہ سربستہ راز اپنے محبوب، دانائے غیوب، مدینۃ العلم، منبع الحِلم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے واسطے وسیلہ سے اہلِ عوارف ومعارف کے صدور میں باب العلم، خاتم الخلفاء سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وکرم اللہ وجہہ الکریم کے قرینہء انیقہ کو برزخ بناکر منشرح فرمایا بموجب قول حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک رات صبح ہونے تک تھا بسم اللہ کے ''ب'' کی تشریح وتفصیل فرماتے رہے ان کے آگے میں نے خود کو ایسا پایا جیسے بڑے سمندر کے آگے سبو چہ۔ تصنیف لطیف ''اَلْعِلْمُ

نُقْطَةٌ ‘‘ کے اوراق پر اسی نکتہ کی شرحِ جمیل و بسیط کفیل کے جواہر آئینۂ قلب و روح کو مجلّٰی و محلّٰی فرما رہے ہیں اور عوالمِ عرفانِ حقیقت کی سیر و طیر کرا رہے ہیں۔ عصرِ حاضر کے اعتقادی و عملی زیغ اور افراط و تفریط زدہ ماحول میں حقیقی خانقاہ کا آئینہ دار یہ صحیفۂ معرفت روحِ محمدی سے قرب کا ذریعہ اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے چلنے کا داعی و نقیب ہے، اور یہ حقیقت تصوف پر مشتمل ایسی تصنیف ہے جس میں رموزِ عشق سکھائے گئے ہیں، سیدھے راستے کی نشاندہی کی گئی ہے، مرشد کامل کی صحیح تعریف کے ساتھ حقیقت مراقبہ، حقیقت کلمہ، اَنَــا اَنْــتَ کی وضاحت، اندھی معرفت اور جاہل پیروں کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ نیز کلمہ رحمت الٰہی، قرب و بعد، حیات و ممات، تصورِ اسم اللہ، ذات ھویت، علم کی تعریف، حقیقت کفر و اسلام، حقیقت نفس، عقل نفسانی کی کرشمہ سازیاں، ظاہر و باطن سے آراستہ پیر کامل کا کمال، قلب کی ماہیت، کُــنْــتُ کَــنْــزًا مَخْفِيًا، راہِ فقر، ملکوت کے حقائق کو صوفی ادب کی راہ سے واضح کیا گیا ہے۔ انتساب بڑا معنیٰ خیز ہے جس کے ذریعہ قاری کے اندر اسلام فہمی کی تاب پیدا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ بالعموم تعلیمات صوفیہ اور بالخصوص تعلیمات سلسلہ عالیہ قادریہ کا آفاقی ترجمان ہے جس کی قبولیت و مقبولیت کو نسبت غوثیہ کافی وافی ہے۔ فقط **والحمد للہ رب العالمین۔**

مائل باب العلم

شرحِ دستخط

شاہ محمد فصیح الدین نظامیؔ

مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدر آباد، دکن ۹ / ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

پیش لفظ

حضرت سید شاہ ولی اللہ قادری عرف باشاہ پیراں

نَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْاَعْلٰی.

قرآن مجید احادیث نبوی ﷺ میں خصوصاً تین طرح کے احکامات ملتے ہیں (۱) عام (۲) خاص (۳) خاص الخاص۔ عام کے بعد مذکورہ دونوں طرح کے احکامات میں انتہائی معنیٰ خیز اصطلاحات و رموز پوشیدہ ہیں جن کو عوام الناس کچھ کا کچھ سمجھ کر اپنی پسند اور فہم کے مطابق معنیٰ گھڑ لینے کی کوشش کرتے ہیں، جس کے باعث علم تصوف (جو عین دین اسلام ہے) کے رخ سے ٹھوکر کھا کر بہک جاتے ہیں اور اس وقت برصغیر میں یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ عہد رفتہ و گذشتہ کے تمام تر بزرگوں کی کتابیں سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف شوقیہ تلاوت کا سامان ہے۔

دور حاضر میں حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں علم تصوف کے شائقین کے لئے ایک انمول تحفہ ثابت ہو رہی ہیں، مذکورہ کتابوں کو پڑھکر قاری پیری مریدی کے معیار کو تو سمجھ جاتا ہے مگر ان کتابوں میں پوشیدہ رموز کو نہ پا کر مایوس ہو جاتا ہے، اور چند لوگ نہ سمجھ کر علم تصوف کا ہی طمطراق سے انکار کر کے خود کو تسلی دے لیتے ہیں کہ جب علم ظاہر سے کام چل جاتا ہے تو علم باطن کی مطلق ضرورت ہی نہیں! نعوذ باللہ جماعت اسلامی کے سربراہ نے تو فن تصوف یا علم تصوف کو بازاری نظریہ کے

ساتھ ''چنّیا بیگم'' قرار دے دیا ہے۔ مجموعی طور پر دامن اسلام سے اثاثۂ تصوف خالی ہوتا جارہا ہے ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فقیر کے خلیفۂ مجاز عارف القادری نے کتاب ''**اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ**'' تصنیف فرما کر شائقین وسالکین راہ تصوف کے لئے مشعل راہ ہدایت روشن کردی ہے۔ بغور مطالعہ کیجئے اور ہم فقیروں کو دعائے خیر سے یاد کیجئے۔''

وجہ تصنیف:

آج کے پرآشوب دور میں جہاں دن بدن فرقے درفرقے جنم لے رہے ہیں، قوم وملت آپسی انتشار کی حدود سے گذر رہی ہے ان حالات میں اہلسنّت وجماعت سے تعلق رکھنے والے چند لوگ معرفت کے نام پر کچھ عجیب وغریب قصہ خوانی کرنا شروع کردیئے ہیں لایعنی غیر ضروری اور فضول بکواس کا نام علم معرفت رکھ لیا ہے۔ ان کے زعمِ باطل میں نجس آب منی کو آب حیات کہتے ہیں! رحم مادر کو گنج مخفی سے تعبیر کیا جاتا ہے! اور حق ناشناس لوگ بکرے کا بھیجہ درمیان سے کاٹ کر ایک پتلے کی شکل بنا کر اسی کو اللہ وحدہ لاشریک کی ذات کہہ دیتے ہیں، نعوذ باللہ! **حبل الورید** شہہ رگ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ آنکھ میں موجود ہے جس سے خدا کا پتہ ملتا ہے اور حد ہوگئی کہ ان نادانوں نے کلمۂ طیبہ میں دو کفر اور چار شرک ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرڈالی، حیرت انگیز اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ ان کی اندھی معرفت میں حضور علیہ السلام کی ظاہری زندگی کی کوئی اہمیت ووقعت نہیں، طمطراق سے شریعت کے عظیم اصول وضوابط اور دیگر اہم فرائض سے خود کو بری تصور کرتے ہیں۔ ان نادانوں نے کئی اللہ کے

بھولے بھالے بندوں کو گمراہ کیا ہے، بزرگوں کا اور اپنے اجداد کا حوالہ دیکر عوام وخواص کے اذہان کو مسحور کیا ہے، ایسی اندھی معرفت والوں کو بے نقاب کرنے اور معرفت کے اہم اصول وضوابط پیش کرنے کی خاطر اور حقیقت کے انکشاف کیلئے مجبوراً ہمیں اس کتاب میں چند وہ اسرار فاش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو کئی سالوں سے متقیین وصالحین کے سینوں میں یا خانقاہوں میں پوشیدہ تھے۔

وہ برٹش امپائیر کا دور جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا! مذاہب عالم اور خصوصاً مذہب اسلام کو حیرت انگیز حد تک متأثر کیا (Divide and rule) اور (Divide and Destroy) پھوٹ ڈالو اور راج کرو، پھوٹ ڈالو اور تباہ کرو، والی منحوس پالیسیوں کی زد میں جب اسلام آگیا تو اہانت رسول کے ہزاروں بہانے تلاش کرلئے گئے تاکہ وقار اسلام کو مجروح کیا جاسکے اور عوام کے دھیان کو دنیا سے ہٹا کر دین کے نام پر مسائل وعقیدت میں الجھا کر آپس میں نفاق پیدا کیا جاسکے۔ **1857**ء کے ذلیل ترین دور کے بعد صوفیان کرام پر جب ان کی نظر پڑی تو ہندوستان کے کسی گورنر جنرل نے ملکہ الزابتھ کو اہم رپورٹ یہ دیا کہ معاذ اللہ! اجمیر میں ایک چشتی نام کا مردہ پڑا ہے جو صدیوں سے زندوں پر حکومت کر رہا ہے۔ پھر کیا تھا خفیہ سازش کے تحت صوفیان کرام اور علمِ تصوف کو صفحۂ ہستئ اسلام سے مٹانے کی ہزاروں ترکیبیں ایجاد کرلی گئیں، قاہرہ، بخارا، تاشقند، سمرقند، لاہور، اور ہندوستان کی تمام خانقاہوں کے خلاف ایسے علماء خرید لئے گئے جو تصوف کو ''چنیا بیگم'' یا ''نشے کی پڑیا'' سمجھتے تھے۔ دوسری طرف باطنی صوفیاء کی خانقاہوں کے خلاف ظاہری علماء کے لئے مدرسوں کا

رواج دیا جانے لگا۔

بالآخر ظاہری و باطنی علوم اور علم والوں میں اس قدر ٹکراؤ پیدا کر دیا گیا کہ علم تصوف سے لوگ آہستہ آہستہ جاہل ہوتے چلے گئے اور علم ظاہر اس قدر حاوی ہو گیا کہ بس علم باطنی کی ضرورت کا اعلانیہ انکار کیا جانے لگا۔ یہ اقرار و انکار دراصل کیا تھا! جسم کا اقرار اور روح کا انکار تھا!

افسوس کہ خانقاہوں کا حال بالکل ایسا ہو گیا کہ ''رہا صوفی گئی روشن ضمیری'' علم تصوف کا انکار اس قدر ترقی کر گیا کہ ہم حقیقی معنیٰ سے ہٹ کر لفظی تاویلوں میں اُلجھ گئے۔ جبکہ ''قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ'' (سورۂ بنی اسرائیل، پ ۱۵، آیت ۸۵) سن کر مکہ کے مشرکین لاجواب ہو گئے، اعتراضاً یہ نہیں پوچھا کہ ''ماامر ربی'' یعنی امر ربی کیا چیز ہے؟ معلوم ہوا کہ وہ بھی جانتے تھے کہ روح کیا ہے مگر اس قوم کی بدنصیبی یہاں تک لائی کہ ہم نے چیخنا چلانا شروع کیا کہ اللہ نے روح کا علم بہت کم دیا ہے! ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ'' ہم بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں...... جب اس آیت کو مکہ والوں نے سنا تو متعجب ہو گئے کہ یہ اسلام کا نبی وہ خدا کا پتہ کس طرح دے رہا ہے، جس کو صرف تعلیم یافتہ طبقہ جانتا تھا۔ لہٰذا حبل الورید کیا ہے؟ مکہ والے بھی بخوبی جانتے تھے، مگر آج ہم اس لاعلمی کو راز سمجھ کر جاہل ہوتے جا رہے ہیں! یہ راز کیونکر ہو سکتا ہے؟ جبکہ راز تو اس حال کا نام ہے جس کے افشاء کے لئے دنیا کی کسی لغت میں الفاظ نہیں ملتے۔

آج کے پیروں نے تو اس ''راز'' نام کے اوچھے ہتھکنڈے کی آڑ میں پیری مریدی کی دکانیں چلانے لگے ہیں اتفاق سے اگر کوئی شخص یا خود اپنا مرید پوچھ بھی لیتا ہے کہ فلاں چیز کی حقیقت کیا ہے؟ فلاں قول کا معنیٰ کیا ہے؟ تو کلجگی پیر فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ تمہارے سمجھنے کی بات نہیں کیونکہ یہ بہت بڑا راز ہے! ابھی تم اس لائق نہیں ہو، بس تم قصے کہانیاں سنو اور محفلیں سجاؤ ...... بے چارے کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

افسوس یہ راز نام کا حربہ اس قدر کارآمد ثابت ہوا کہ لاج کی لاج رہی اور ہاتھ سے پیری بھی نہ گئی اور ان کی جہالت راز کے لباس میں ملبوس بھی رہی، نعوذ باللہ! جس دھڑلے سے بہانے بنائے جانے لگے کہ تم جس بات کو نہیں جانتے کہہ دو کہ یہ راز کی بات ہے! یا اگر کوئی جاننے والا کسی کو بتائے تو اس پر تہمت رکھ دو کہ وہ راز کی بات عوام میں بتاتا ہے، واللہ یہ خوبصورت بہانے صرف اپنی بے علمی کو چھپانے کے لئے ہیں اور کتمانِ علم حرام ہے۔

پس اس فقیر نے چاہا کہ اپنے خلیفۂ مجاز پیر طریقت عارف القادری سلیمانی صاحب سے ان علوم کو دوبارہ زندہ کیا جائے جو ساڑھے بارہ صدیوں تک اسلام کی روح رواں رہے ہیں۔ آج کے اشانت دور میں کونسا مہذب انسان شانتی کا طالب نہیں؟ یہ شانتی کس طرح آ سکتی ہے؟ جب تک انسان کے ''اندر'' شانتی نہیں آ سکتی تب تک ''باہر'' اشانتی ہی رہے گی۔ شانتی تو پریم و محبت کا نام ہے اور پریم و محبت کو ہی تصوف کہتے ہیں، یا ادھیاتم کہتے ہیں، اگر ہم تصوف یا ادھیاتم کے راستے سے ہٹ جائیں تو پریم و محبت نفرت میں بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمارہ خانوادہ ولی اللّٰہیہ چاہتا ہے

کہ ہم پھر چشتی کے! شانتی کے! درس انسانی کے! حب الوطنی کے! رموز باطنی کے! ترانے گائیں، نظامی محفلیں سجیں! خسرو یہ گیت گائے جائیں تا کہ ہمارا عظیم ہندوستان جنت نشان دنیا میں امن وشانتی کا علمبردار بن جائے۔ یادرہے ''حُبُّ الْوَطْنِ مِنَ الْاِیْمَانِ'' وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے......لہٰذا وطن سے وفاداری کرنا اس کی حفاظت وصیانت کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا اسلامی تقاضہ وشعار ہے۔ خدا ہمارے وطن عزیز ہندوستان کو نظر بد سے محفوظ رکھے آمین۔ کاش کہ دنیا امن وامان کی شیدائی ہوتی! کاش یہ دنیا علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل نظمی خواب کی تعبیر ہوتی..................

علامہ اقبال کی ایک انقلابی نظم:

سچ کہدوں ائے برہمن گر تو برا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بت ہوگئے پرانے
اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا
جنگ وجدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے
تنگ آکے میں نے آخر دیر وحرم کو چھوڑا
واعظ کا وعظ چھوڑا چھوڑے ترے فسانے
کچھ فکر پھول کی کر مالی ہے تو چمن کا
بوٹوں کو پھونک ڈالا اس بس بھری فضا نے
پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

آمل کے غیریت کے پردوں کو پھر اٹھادیں
بچھڑوں کو پھر ملادیں نقش دوئی مٹادیں
سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے جی کی بستی
آ اک نیا شوالہ اس دیس میں بنادیں
دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہے اپنا تیرتھ
دامانِ آسمان سے اس کا کلس ملادیں
پھر اک انوپ ایسی سونے کی مورتی ہو
اس ہر دوارِ دل میں لاکر جسے بٹھادیں
سندر ہو اسکی صورت چھب اسکی موہنی ہو
اس دیوتا سے مانگیں جو دل کی ہو مرادیں
زنار ہو گلے میں تسبیح بھی ہاتھ میں ہو
یعنی صنم کدے میں شانِ حرم دکھادیں
آنکھوں کی ہے جو گنگا لے لے کے اسکا پانی
اس دیوتا کے آگے اک نہر سی چلادیں
ہندوستان لکھ دیں ماتھے پہ اس صنم کے
بھولے ہوئے ترانے دنیا کو پھر سنادیں

ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مئے پریت کی پلادیں
مندر میں ہو بلانا جس دم پجاریوں کو
آوازۂ اذان کو ناقوس میں بجادیں
اگنی ہے وہ جو نرگن کہتے ہیں پریت جس کو
دھرموں کے یہ بکھیڑے اس آگ میں جلادیں
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ

ہر کس را شناسانۂ رازست، وگر نہ
این ہمہ رازست کہ معلوم عوام است

فقط:
سید شاہ ولی اللہ قادری عفی عنہ
سجادۂ نشین: آستانۂ عالیہ قادریہ، مالا پور، دھارواڑ، کرناٹک

مختصر تعارف مصنف

حضرت پیر طریقت عالی مرتبت عارف اسرار ربانی عارف القادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی ذات علم وعرفان کا وہ حسین جھرنا ہے جس کا ہر قطرہ تشنگان دیدار یار کے لئے آب حیات کا درجہ رکھتا ہے، سبحان اللہ علامہ اقبال کا یہ شعر آپ کی ذات کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ ع

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آج کے تصوف نا آشنا دور میں آپ نے اس مقدس علم وعرفان کو انتہائی سہل ترین انداز میں پیش کر کے دور قدیم کے ان تمام تصانیف تصوف کو سمجھنے کا قرینہ عطا کر دیا ہے۔

ولادت، خاندان اور سلسلۂ نسب:

آپ کی ولادت 1950ء/06/10 کو صبح صادق کے وقت اپنے ننہال ہانگل شریف ضلع ہاویری کرناٹک میں ہوئی، آپ قطب الاقطاب، مرجع سلاطین انام، فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت پیر محمد قاسم سلیمانی قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (چنار شریف، قصبہ ٹکور ضلع مرزاپور، یوپی) رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی وَنَوَّرَ مَرْقَدَہٗ کی اولادوں میں سے ہیں، اللہ کا شکر عظیم ہے کہ آپ کے اجداد سلسلہ قادریہ عالیہ کی تبلیغ واشاعت کرتے ہوئے دکن

ہندوستان کے صوبۂ شہنور کے قصبہ فقیر نند یہلی کو اپنا مسکن بنالیا، والیان شہنور نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ہزاروں ایکڑ زرخیز زمین کا خطہ بطور انعام عطا کیا اور یہ جا گیریں آپ کے خاندان میں آج تک محفوظ ہیں اور یہاں آپ کے اجداد کے آستانے زیارت گاہ خاص وعام ہیں۔

تعلیم :

عصری تعلیم کے حصول کے لئے سن 1962ء میں آپ اپنے والدین کے ہمراہ ہانگل تشریف لائے یہاں آپ کی صغرسنی کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت شمس العلماء حضرت پیر سید مقبول احمد قادری، سہروردی، کشمیری، کی صحبت بابرکت نصیب ہوئی اور آپ کا رجحان شعروشاعری کی طرف ہوا، ایک مرتبہ آپ نے سرکار کشمیر اعلیٰ حضرت کی شان عظمت میں قصائد لکھ کر سنائے تو حضرت والا نے آپ کے حق میں دعا فرمائی ''کہ اللہ تیرے علم وقلم میں تاثیر وشفاء عطا فرمائے آمین! سُبْحَانَ اللہ ! آپ کی دعاؤں کی تاثیر کرشمہ انگیز ثابت ہوئی کہ آپ کئی مفید کتابوں کے مصنف بن گئے اور کتاب ''اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ،، بھی آپ کی دعاؤں کا صدقہ ہے ۔

الغرض ایک طویل عرصہ تک آپ سرکار کشمیر کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے بعد آپ ہی کی اجازت سے سن 1969ء میں اپنے والدین کے ہمراہ شہر دھارواڑ کرناٹک) تشریف لائے یہاں بھی سرکار کشمیر کی دعاء رنگ لائی کہ آپ کو حضرت پیر طریقت عارف سرالست ولی کامل حضرت سرکار سید عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ترویندرم

کیرالا جیسے مرشد کامل سے ملاقات ہوئی اور جب پیر سے محبت کا رشتہ گہرا ہوا تو مکمل ۱۴ سال تک آپ کے ہمراہ سیلانی بن گئے۔ پیر کامل سے آپ کو روحانی وعرفانی وہ اثاثہ حاصل ہوا جو پچھلی کئی صدیوں سے کتابوں میں معمہ بن چکا تھا اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے کہ آج آپ کی کتابیں سالکین راہ خدا کے لئے مشعل راہ ہدایت کا درجہ رکھتی ہیں، نیز حضرت موصوف نے آپ کی خلافت کے تعلق سے فرمایا کہ آپ کی نعمت کبریٰ یعنی نعمت خلافت وقت کے عظیم ترین بزرگ پیر طریقت، رہبر شریعت، شیخ الاسلام حضرت سیدنا شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمۃ سے باطنی روحانی طور پر عطا ہوگی فوراً قبول کرلینا، ہوا بھی یہی کہ سرکار حضرت سیدنا شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمۃ کے وفات کے تقریباً ۸۰/سال بعد روحانی طور پر حاصل ہوئی، ظاہری خلافت آپ کے نبیرہ حضرت پیر طریقت سید شاہ ولی اللہ قادری مدظلہ العالی کے دست مبارک سے حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تمام مریدین کے سروں پہ تادیر قائم رکھے۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ مسلسل کئی سالوں سے خانوادۂ قادریہ ولی اللٰہیہ تشنگان علوم باطن اور طالبان حق کی رہبری ورہنمائی میں سرگرم عمل ہے، کئی اللہ کے بندے آج بھی اس خانوادہ سے وابستہ رہکر اپنے قلب وباطن کا تزکیہ کرتے ہوئے مراقبہ، مجاہدہ، مکاشفہ اور مشاہدہ کے منازل سے گذر رہے ہیں۔ باطنی دنیا کا وہ حال وکیف جو اسلاف کی تاریخ میں جا بجا ملتا ہے۔ الحمدللہ! ہماری اس خانقاہ میں تاحال وہ تمام امور جاری وساری ہیں، ان تمام مریدین متوسلین ومحبین کی تعلیم وتربیت اور اصلاح قلب وباطن کی اہم ترین

ذمہ داری حضرت والا کے سر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس دور پرفتن میں ایسی اصحاب صفہ والی تربیت یافتہ اوراس کے عاملین کو اپنا وصال حقیقی نصیب فرمائے اوراپنے تمام بندوں کو خودشناسی اور خداشناسی کی توفیق بخشے اورحضرت صاحب قبلہ کا سایہ وسرپرستی ہم تمامی پرتادیر قائم رکھے۔آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین۔،،

فقط

مقبول احمد اشرفی قادری

المتوطن شگاؤں ضلع ہاویری، مقیم حال ہوناور کرناٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَوَّرَقُلُوْبَ الْعَارِفِیْنَ بِنُوْرِمَعْرِفَتِهٖ وَاَحْرَقَ اَکْبادَالْعاشِقِین بِنارِاشْتیاقِهٖ واَمْلأ صُدُورَ الْمُحبِّین بِحُبِّ ذاتِهٖ واَجْلأ ضَمایرَالْواصِلِینَ بِنظرِجمالِهٖ وَالصَّلوٰةُ والسَّلامُ عَلیٰ حبیبِهٖ وَرَسُوْلِهٖ سیِّدِنَا مُحَمَّدٍ قَالَ فِی شانِهٖ ومایَنْطِقُ عَنِ الْهَویٰ اِنْ هُو اِلاَّ وَحْیٌ یُّوحٰی وَآلِهٖ الطیِّبینَ قَالَ فِیْ حَقِّهم اِنَّما یُرِیْدُاللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ ویُطَهِّرَ کُمْ تَطهیراًواَصْحابِهِ الطَّاهِرِینَ الَّذِینَ قَالَ فِیْ وَصْفِهِمْ وَکلاًّوَّ عدَاللّٰهُ الْحُسنیٰ وعَلَیْنا معَهُمْ اَجْمَعِین اِلیٰ یَوْمِ الدِّین. اَمَّابَعد!

سالکان راہ خدا کی خدمت میں گزارش ہے کہ حقیر فقیر سراپا تقصیر امیدوار رحمتِ نصیر عارف القادری ابن منور القادری' المتوطن فقیر نند یہلی ریاست شہنور، ساکن دھارواڑ، کرناٹک ...... نے رسالۂ ھٰذا میں چند کلمات قرآن مقدس اور حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اور سلف صالحین وعارفین کے اصول وضوابط کے مطابق پیش کرنے کی سعی کی ہے تاکہ قارئین کرام اس صحیفۂ تصوف سے سلوک

الی اللہ کی طرف رہبری حاصل کرسکیں۔قوی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس حقیر کی ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرمائے اوراس سے طالبین وشائقین کو مستفید و مستفیض کرے۔آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین.

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض (سورۃ النور،پ۱۸،آیت ۳۵) اللہ آسمانوں اورزمین کا نور ہے......جب نورِ الٰہی نے اپنے علوم کے اظہار کا ارادہ کیا تو ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (پ۱۶،آیت ۱۰۹) اے محبوب فرمایئے اگر کلماتِ ربی رقم کرنے کے لئے سارے سمندر سیاہی بن جائیں تو قبل ازیں کہ کلماتِ ربی ختم ہوں سمندر ختم ہو جائیں گے خواہ ایسے سمندر ان کی مدد کے لئے اور بھی آئیں......،سبحان اللہ! ان کلماتِ مقدسہ کی تشریح کے لئے زبانِ حال چاہیے نہ کہ زبانِ قیل وقال! کیونکہ......

ابھی تک کفر سے آلودہ ہے ایمان سینوں میں
رکوع مجبور ہے، بیمار ہیں سجدے جبینوں میں
بہت بیزار ہوں یارب یہ خرقہ چھین لے مجھ سے
ہزاروں بت چھپا رکھے ہیں میں نے آستینوں میں

عارفؔ القادری

﴿فصل اول﴾

حقیقتِ قلب اور شناخت قلب:

عشق کا حاصل وصال بے زوال
قلب کیا ہے کہ جمال ذو الجلال

(عارفؔ القادری)

یہ مکان نہیں! یہ نہیں! کا مکان ہے! قلب کیا ہے؟ لا مکان ہے۔بس قلب کی تلاش میں سالک کو سیاحِ لامکان ہونا چاہئے۔"قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی" مؤمن کا قلب اللہ کا عرش ہے، یہ مؤمن کون ہے؟ یہ وہ مؤمن نہیں جس کو عرف عام میں مؤمن کہا جاتا ہے بلکہ مؤمن اللہ کی نوری صفت کا نام ہے، یعنی مؤمن وہ ہوتا ہے جو صفتِ مؤمن کا مظہر ہو، سالکانِ راہ حق کو جاننا چاہئے کہ ایمان کیا ہے؟ مؤمن کون ہے؟ مظہر کیا ہے؟ ظاہر کون ہے؟

قلب کی عظمت کا اندازہ اس حدیث قدسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ: لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ " میں نہ زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں ہاں بندۂ مؤمن کے قلب میں سما سکتا ہوں ...... نیز حضرت

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا۔ یارسول اللہ "اَیْنَ اللّٰہ" اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِہٖ﴾ آپ نے فرمایا وہ اپنے بندوں کے دلوں میں موجود ہے......قلب وہی ہے جس کو قالب کی حیات کہتے ہیں! قلب وہ نہیں جو سینے میں بائیں طرف دھڑک رہا ہے جسکو میڈیکل سائنس میں Heart ہارٹ (دل) کہتے ہیں اور ہارٹ صرف انسان کی طبعی حالت کو معتدل رکھتا ہے اور طبعی بے اعتدالی کا پتہ دیتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ (سورۂ ناس ۳۰) اور میں پناہ مانگتا ہوں اس خناس کے وسوسوں کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے یہ جن اور انسان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے......معلوم ہوا کہ سینے سے مراد دل ہی ہے اور یہ مشہور عام دل خناس کا گھر ہے جہاں سے وسوسہ پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے ناپاک دل پر پاک کلمات کی ضربیں کس طرح جائز ہوسکتی ہیں؟ اے طالب اللہ! وہ قلب اور ہے جو "قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی" کے مصداق ہوتا ہے۔ اس قلب کا پتہ وہی پیر دے سکتا ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مانند ہوتا ہے۔ اللہ ربّ العزت اپنے بندوں سے اسی قلب کا مطالبہ کرتا ہے ﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ﴾ جس دن انسان کے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد مگر جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے......

اہل نظر کے نور سے بنتے ہیں دل یہاں
دل جس کو تم نے سمجھا ہے وہ کیا؟ نہ پوچھئے
ہے نفس بت پرست کا پہچاننا مشکل
حاصل ہے کسے دیدۂ بینا نہ پوچھئے
جنابِ حق میں حق ہی حق ہے، حق میں اور کیا ہوگا
من و تو ہے نہ دوئی توئی کا کچھ شائبہ ہوگا

(عارفؔ القادری)

اسرارِ قلب و باطن:

جسد آدم قالب ہے اس قلب کا جو حضرت آدم میں دم بنکر مظہر اسم اللہ جلال 'ہ' کا مظہر ہے، اور دم سے آدم ہے۔ یہ دم کیا ہے؟ یہ دم ہی حضرت انسان میں مظہر العجائب والغرائب ہے۔ بس ہم نے نہ چاہتے ہوئے بھی۔۔۔اس راز کو فاش کر دیا جس کو صوفیانِ کرام نے ابتدائی دور سے آج تک راز رکھا تھا، اور قلب کا راز رکھنا بھی انتہائی ضروری تھا مگر آج کے دور میں ہم پر یہ لازم ہو گیا کہ ہم اس راز کو فاش کر دیں کیونکہ فی الزمانہ علم قالب پر اس قدر زور دیا گیا ہے، کہ انسان قلب اور حقیقتِ قلب کو مطلق بھول گیا ہے جب قلب کی بات آتی ہے تو سینے کے بائیں طرف لٹکے ہوئے دل کو قلب مان کر ضرباتِ ذکر لگانے کی سعی کرتے ہیں حالانکہ حقیقت کچھ اور ہی ہے، وباللہ التوفیق۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اور یہی

ان تمام اذکار کی اصل ہے جو صوفیانِ کرام میں مروج رہے ہیں۔سلسلۂ قادریہ کے طریق کے مطابق راہ سلوک میں اذکار صرف سات ہیں(۱) ذکرِ اللّٰہ (۲) ذکرِ لِلّٰہ (۳) ذکرِ لہ (۴) ذکرِ ھو (۵) ذکرِ **سر ھو** (۶) ذکرِ **ھو الحق** (۷) کلمۂ طیبہ **"لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ** ﷺ" ان تمام اذکار کی اصل کلمہ طیبہ **"لَآاِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ** ﷺ" ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: **" ذَالِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ "** ترجمہ: یہ عبرت ونصیحت ہے ذاکرین کے لئے ہے......اور ذکر فقراء سے حاصل ہوتا ہے ورنہ عرفِ عام میں بغیر حضور قلب کے جو طریقے رائج ہیں ان میں قیامت تک اُلجھے رہو کچھ نہیں حاصل ہوسکتا۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:**" لِكُلِّ شَیْءٍ مِفْتَاحٌ وَمِفْتَاحُ الْجَنَّةِ حُبُّ الْفُقَرَاءِ "** ہر چیز کی کنجی ہوتی ہے اور جنت کی کنجی فقراء کی محبت ہے۔

" قلب کا راز ہم انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں بیان کریں گے" ارشاد نبوی ﷺ ہے: **"اِسْمُ اللهِ شَیْءٍ طَاهِرٌ وَلَا يَسْتَقِرُّ اِلَّا فِیْ مَكَانٍ طَاهِرٍ "** اسم اللہ ذات ایک پاک ترین شے ہے جو پاک ترین مقام کے سوا کہیں پر قرار نہیں پکڑتی،اس حدیث پاک میں اسم اللہ ذات اور مرتبۂ قلب کو بیان کیا گیا ہے،یعنی مؤمن کا جسم اسلام،اور دل ایمان کے مانند طیب وطاہر ہونا چاہیے۔حدیث پاک **"اَفْضَلُ الذِّكْرَ لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ "** معلوم ہوا کہ منبعِ انوار کلمۂ طیبہ ہے جو اسم اللہ ذات کی تشریح ہے،مخزنِ اسرار یعنی کلمۂ طیبہ وہ سرچشمہ ہے کہ جہاں سے قرآن وعلوم،

معرفت وحکمت کے ہزاروں جھرنے پھوٹ پڑتے ہیں جو افزائشِ انسانیت کے لئے آبِ حیات کا درجہ رکھتے ہیں،۔بے شک یہ کلمہ طیبہ افضل الذکر ہے! اگر اس کا ذاکر لَآ اِلٰہ سے گذر کر اِلَّا اللہُ تک پہنچنے کی مکمل کوشش کسی کامل پیر کی رہبری میں کرتا ہے تو یہ مقدس کلمہ اپنے ذاکر کو معرفتِ اِلَّا اللہَ کے عمیق بحرِ بے کنار میں غرق کر کے گوہرِ مقصود عطا فرماتا ہے۔وہ ذاکر،سالک فنا فی اللہ بقا باللہ کے درجات سے گذر کر حیات وممات کا مشاہدہ خود اپنی آنکھوں سے کر لیتا ہے۔ورنہ ذکر لسانی جو طوطا رٹن کے مصداق ہے اس سے کیا حاصل! جاننا چاہئے کہ ذکر لسانی اور ذکر قلبی جب تک متحد یا متفق ہوکر مذکور تک نہیں پہنچتے تب تک ہزار سر مارو، ماتھا گھسو کچھ نہیں حاصل ہوسکتا یعنی جب تک زبان،قلب کے حال میں،قلب،زبان کے قال میں داخل نہیں ہوجاتے تب تک نہ ذکر فائدہ دیتا ہے نہ عبادت۔

قلب کی آنکھ کب کھلتی ہے؟

آیئے! ہم اس راز کو فاش کرتے چلیں! جب کامل پیر کا کامل مرید ایسے گوشۂ تنہائی میں چلا جائے جہاں پر نہ کسی بھی طرح کی آواز آئے اور نہ کسی کے آنے جانے اور چھونے کا خلل واقع ہو۔اس جگہ کو پاک اور معطر کر کے گوشہ نشینی اختیار کرے تمام شرعی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے،ماسویٰ اللہ سے توبہ کر کے آنکھوں کو بند کر کے مراقبہ میں مشغول ہوجائے روزانہ پچیس یا تیس منٹ اس شغل وفکر میں لگائیں انشاءاللہ تعالیٰ چند ہی دنوں کے اندر باطنی کی آنکھ روشن ہوجائیگی اس کے باوجود بھی اس سفر میں

کامیابی اور سہولت کے لئے کسی کامل پیر کی رہبری کی ضرورت پڑتی ہے، اگر کامل تلاش بسیار کے بعد نہ ملے تو، پیر کے معاملہ میں اس کتاب میں مرقوم تجویز پر عمل کرنا زیادہ مفید ہوگا۔ **تجویز** : اگر کامل میسر نہیں تو طالبِ حق کیا کرے' اس عنوان کا مطالعہ کریں)

یہ اذکار! یہ افکار! یہ مناجات وعبادات کیا ہیں؟ اے اللہ کے نیک بندے! اگر تجھے **قَـالُوْا بَـلٰـى** کے وعدے کی غیرت کا پاس ہے تو ادھر ادھر کے کام کیوں؟ سیدھے سیدھے معشوق حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تن من کی قید سے آزاد کیوں نہیں ہو جاتا! تُو اگر یہ تن فدا کردے تو ایک نیا تن پائے گا! یہ من فدا کردے تو ایک نیا من پائے گا! یہ دھن فدا کردے تو ایک لازوال دھن پائیگا۔ کون سا دھن؟ جو تیری جنت کا سرمایہ ہے! جس کی شرح یہاں ممکن نہیں۔ یہ فنا یہ بقا انہیں مبارک ہو جو لامکان میں لامکان ہو جاتے ہیں۔ یہ فنا و بقا کیا ہے؟ شہید عشق کی معراج ہے۔ افسوس ہے اس نام نہاد انسان پر جو اپنے محبوب کو چھوڑ کر محبوب کے ازلی دشمنوں سے وفا کر رہا ہے۔

قبلہ یہ کائنات دولت خدا بنی ☆ مفتی کے لب پہ آکے ریا بھی دعا بنی
تن پروروں کا کام ہے سونا و بچھونا ☆ من پروری کے کام سے عارف وفا بنی

ذکر وفکر کیا ہے؟

ذکر جسم ہے تو فکر جان کی مانند ہے! بغیر فکر کے ذکر بے جان جسم کی مانند ہے! ذکر قالب ہے! فکر قلب ہے! ذکر فکر کے گہرے تعلق کے ساتھ ہو تو بیشک وہ شجرِ ذکر ثمر دار ہوتا ہے۔ "**تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ**" "ایک ساعت کی فکر

دونوں جہاں کی عبادت سے افضل ہے،، اے طالب اللہ! کیا تو ذکر اور فکر کی نسبت کو پہچانتا ہے؟ یہ تیغِ برہنہ ہے جو ذ (ذال) کے نقطۂ فتنہ کو دفع کر کے (دال) سے دلیل کا نور عطا کرتا ہے اور فکر سے فنائے نفس کے ساتھ مقام فقر کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ ذکر وفکر میں مشغول رہنے کا حکم فرما رہا ہے: ﴿ **اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** ﴾ (سورۂ آل عمران، پ۴، آیت ۱۹۱) عظیم عقل وفہم اور قوت وادراک رکھنے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹ کر یاد کرتے ہیں محوِ ذکر رہتے ہیں اور زمین آسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں ...... انسان کی تین ہی حالتیں ہوتی ہیں کھڑا، بیٹھا یا لیٹا رہیگا، لیکن یہاں تو ہر لحظہ بلا وقفہ یادالٰہی میں رہنے کی تاکید کی جارہی ہے اس طرح مسلسل ذکر کرنا صرف زبان سے ممکن نہیں ہے کہ وہ کب تک صد دانہ تسبیح گھماتا رہے گا آخر تھک کر رکھ دیگا اور کب تک تلاوت کلام پاک میں منہمک رہے گا تھوڑی دیر کے بعد اکتا کر ترک کردے گا۔ معلوم ہوا کہ لسانی ذکر بلا وقفہ مسلسل نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیشہ یادالٰہی میں رہنا صرف اور صرف قلبی وروحانی ذکر سے ہی ممکن ہے۔ اور یہ ذکر جبر ومشقت کے بغیر اطمینان وسکون سے خشوع وخضوع کیساتھ ذاکر (بمصداق دل بیار دست بکار) مذکور کی طلب اور اس کے شوق میں ہمہ تن مشغول رہتا ہے۔ اسی ذکر کو حدیث کے الفاظ میں فرض دائمی قرار دیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد

پاک ہے: ''مَنْ لَّمْ یَاتِ فَرضًا دَائِمًا لَمْ یَقْبَلِ اللهُ فَرْضُ الْوَقْتِ '' جوشخص فرضِ دائمی ادانہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کا وقتی فرض بھی قبول نہیں فرماتا......اوریہ ذکر دائمی بغیر مرشد کامل کی رہبری کے ہرکس وناکس کو میسر نہیں آسکتا۔''مزید حضرت شیخ علامہ استاد ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں ذکر ایک قوی رکن ہے بلکہ اس پر سارادارومدار ہے۔ اور ذکر دائمی کے بغیر کوئی شخص اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔'' (رسالہ قشیریہ ۲۵۴ص)

تجلی ہرگھڑی ہوتی ہے دل پر ☆ میرا دل،دل نہیں موسیٰ ہے تیرا

عارفؔ القادری

ان مقامات کے احوال دل جلے! صاحبِ فکر سے پوچھنا چاہیے۔زرد چہرہ سرخ آنکھیں گرم آہیں ہرلحہ جن کی جان میں آتش کدہ دہکائے ہوئے رہتے ہیں۔ فکر کیا ہے؟ فنا کے بعد کس کی مجال ہے کہ اک لحہ کی زندگی کا دعویٰ کرسکے کیونکہ فانی فی اللہ باقی باللہ حیات کی تہہ میں ایک خوفناک وبھیانک زلزلے کی مانند پوشیدہ رہتا ہے جو پھٹ جائے تو زمین پر قیامت برپا کردے۔

جب ایسا شخص منصبِ مرشدی پر آتا ہے تو اک نگاہِ فیض سے اپنے طالب کے ہفت اندام کو مثلِ اکسیر باکمال کردیتا ہے اور معرفت وحکمت کا وہ خزانہ عطا کرتا ہے کہ طالب اللہ کا ظاہر وباطن ہم آہنگ ہوکر بے نیاز ہوجاتا ہے۔ '' مَنْ لَهُ الْمَوْلیٰ فَلَهُ الْکُلُّ ''

اسکی نظر ہے کیمیاء اسکی نظر اکسیر ہے ☆ یہ نظر کا فیض ہے یا فیض کی تاثیر ہے
راستے کی رہبری کرتا ہے وہ ☆ مصطفیٰ کی پیروی کرتا ہے وہ

عارفؔ القادری

ایسے کامل پیر اور مرید کو دنیا اور اہل دنیا، مردار نظر آتے ہیں۔علم باطن سے نا آشنا جاہل کو معرفتِ حق کی فضاء کب راس آسکتی ہے، لہٰذا علم جہل کی تمام کتابیں عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے پر لاد کر دریا برد کردینا چاہئے!

یَدُاللهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ :

اے طالب اللہ! تیرے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے مضبوطی سے تھام لے یہی تو صراطِ مستقیم کا ابتدائی سہارا ہے! یہی وہ پہلا وسیلہ ہے جو تجھے مقام فقر کی انتہاء تک پہنچا دیگا۔ بڑی بدنصیبی ہے اگر تو نے اس ہاتھ کو چھوڑ دیا، یا مُکر گیا۔یادرکھنا چاہئے یہ ہاتھ ہی گنجینۂ عشق کی کنجی ہے اور عشق سالک کو 'عاشق'' اور عاشق کو 'عارف' بنا دیتا ہے۔

جان لے بندہ ہے کیا مولیٰ ہے کیا
گمشدہ تو دربدر پھرتا ہے کیا

(عارفؔ القادری)

اللہ کے ذکر سے فکر اور فکر سے عشق پیدا ہوتا ہے، ائے گمراہ بندے! زندگی کی راہ میں عشق کا چراغ جلا۔محبوب کی محبت سے مکانِ قلب کو آباد رکھ، ہر آتا جاتا موسم اس کے پیغام کے خطوط لاتا ہے، شبنم کے موتی پھولوں پر ہر صبح اس کے حسن کی داستانیں

لکھتے رہتے ہیں، نسیم سحر اس کی آمد آمد کا خوشبودار پیغام لاتی ہے۔ ایک تو ہے کہ جہاں پڑا ہے وہ اک تپتا ہوا صحراء ہے اور سرابِ صحراء کو پانی کا چشمہ سمجھ بیٹھا ہے، یہ اک دلفریب دھوکا ہے۔ اے نادان عشق کی پناہوں میں آجا تا کہ وہ تجھے تنگ و تاریک گذرگاہ سے گذار کر منزلِ مقصود تک پہنچادے۔ یاد رکھنا چاہیے جس کا عشق لازوال ہے وہ ہر خطرناک اور دہشت زدہ مقامات سے گذر جاتا ہے۔

تو بھی اک مخلوق، اس کا غیر ہے
تو نہیں تو سب وہی رہ جائے گا

(عارفؔ القادری)

عشق کے حقائق ودقائق:

اکابر صوفیاء نے ارشاد فرمایا: عشق ایک آگ ہے جو دل میں ہوتی ہے اور محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا دیتی ہے اور عشق ایک محبت ہے جو محبوب کے ساتھ بلا واسطہ دل میں قائم ہوتی ہے۔ عشق وہ ایک جلنا، قتل ہونا ہے اور اس کے بعد ایسی زندگی ہے جسے فنا ہی نہیں (زادالمحبین)

''اَلْعِشْقُ هُوَ النَّارُ'' عشق آگ ہی ہے۔ طالبانِ خدا کو جاننا چاہیے کہ حدیث قدسی ہے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ '' بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا......فرقِ اعتباری کے ساتھ یہ وہی صورت ہے جس کو عشق کہتے ہیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے عشق کی صورت

پر پیدا کیا اور عشق حضرت جلال و جمال کا مظہر ہے اور یہ عشق خود ذاتِ ھُویت ہے، سبحان اللہ! حضرت آدم ذاتِ ھُویت کا یعنی عشق کا مظہر ہیں۔

جب اللہ نے حضرتِ حواء رضی اللہ عنہا کو پیدا کرنا چاہا تو حضرت آدم علیہ السلام (جو جلال و جمال کا مظہر اور مظہر عشق ہیں) کی بائیں پسلی یعنی حضرت جمال کو جدا کیا اور اس مظہر جمال کو حضرت آدم کا جوڑا قرار دیا۔ یہاں یاد رکھنا چاہئے کہ کچھ لوگ دائیں بائیں کے چکر میں عناصر کے جسم کی پسلیاں یا ہڈیاں گنتے رہتے ہیں۔ دراصل یہ اشارے کی زبان ہے کہ داہنے سے مراد حضرت جلال اور بائیں سے مراد حضرت جمال ہیں۔

اللہ اکبر! حضرت آدم اور حواء دونوں اجسام خاکی، آپ کی اولادیں خاکی، آدم زاد میں عشق وجلال اور آدم زادی میں حسن اور جمال رکھا تا کہ اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کیا جائے بس اسی جلال و جمال کے اظہار کے لئے آئینہ بنایا اور خود اپنی صورت زیبا کا مشاہدہ و دیدار کیا۔ گویا وہ، خود عشق، خود عاشق، خود معشوق ہے۔ نظر، ناظر، منظور وہ خود ہے' شہادت، شاہد، مشہود، خود ہے، طلب، طالب، مطلوب وہ خود ہے' ذکر، ذاکر، مذکور، وہ خود ہے' نطق، ناطق، منطوق، خود ہے اول، آخر، ظاہر، باطن، وہ خود ہے۔ تو میں کہاں ہوں؟ تو کہاں ہے؟ ارشاد پاک ہے: ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (سورۃ الحدید ۳:۵۷) وہی اول ہے اور وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ربّ قدیر ہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

جب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں
نئے جوہر ہوئے پیدا میرے آئینے میں (اقبالؔ)

معشوق عشق عاشق تیرا ہی نام ہے ☆ عارفؔ وہی ہے سب تو کہاں دوسرا بنا
ہر شئے کو تو نے ہستی کا مظہر بنا دیا ☆ بندہ بنا کے مجھکو تو میری وفا بنا

یہ مانا میں نے جہل وظلم میرا نور کی ضد ہے
مگر عارفؔ میں مظہر ہوں جہاں میں ذات باری کا

اے اللہ کے طالب! اپنی 'میں' کی اپنی 'اَنا' کی وہ کھال اتار کر پھینک دے جسے نفس کہتے ہیں اور پھر دیکھ وہی ایک ذاتِ حق ہے یہاں نہ ''میں ہوں نہ تو ہے، سب کچھ وہی ایک ذات ہے اور اس راز کو سمجھنے کے بعد ''لَآاِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ'' کا تقاضہ مکمل طور پر ''نفی واثبات'' کے ساتھ پورا ہو جاتا ہے۔

وہ خود عشق، خود عاشق، خود معشوق ہے! ماسوی اللہ ہر چیز کو دنیا کہتے ہیں، اے طالب حق! جنت کی تمنا بھی دنیا کی تمنا ہے، ذرا غور کر جنت اچھی یا جنت کا مالک؟

وہ تھا عاشق وہ بھی اک عیسیٰ بنا
قم کہا جس پر بھی وہ زندہ ہوا
عارفؔ القادری

انکشافِ حقیقتِ عشق:

عشق، عشق ہے عشق، عاشق ہے عشق، معشوق ہے، عشق، طلب ہے، عشق،

طالب ہے عشق، مطلوب ہے عشق، ذکر ہے عشق، ذاکر ہے عشق، مذکور ہے سمجھدار کو اشارہ کافی ہے۔ جب عشق، ذکر ہے، تو ذکر کیا ہے؟ ذکر ھُوٌ ہے! ذکر ھُو کیا ہے؟ ذکر ھُو الحق ہے، ذکر ھو الحق کیا ہے؟ ذکرِ سرّ ھُو ہے! ذکر سرّ ھُو کیا ہے؟ ذکر ''لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰهِ'' ہے۔

عشق کے ہیں معجزات، سلطنت وفقر و دیں
عشق کے ادنیٰ غلام صاحبِ تاج ونگیں
(علامہ اقبالؒ)

عشق مکان ومکیں ! عشق زمان و زمیں !
عشق سراپا یقیں اور یقیں فتحِ باب
یہ تیرا جسم ہے معشوق کے چہرے کا نقاب
بس جلادے کہ یہ پیوندِ گنہگاری ہے
(عارفؔ القادری)

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (سورۃ نحل، پ۱۴، آیت ۱۲۵) اے محبوب ﷺ اپنے خدا کے سیدھے راستے کی طرف لوگوں کو مدعو کیجئے حکمت اور حسن تدبیر سے) جاننا چاہئے یہ سیدھا راستہ کیا ہے؟ اس کی ابتداء کیا ہے؟ اس کی انتہاء کیا ہے؟ یہ صرف اور صرف نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے کامل پیرو کاروں کا حصہ ہے، نبی کریم ﷺ کے دو قدم ہیں ایک قدم ظاہر اور

ایک قدم باطن ایک قدم شریعت ! ایک قدم معرفت ! لہٰذا قدم بقدم پیروی کرنے والے کو نبی کا امتی کہتے ہیں، اور یہ شرف، نبی کریم ﷺ کے خاص غلاموں کے لئے مخصوص ہے!

تو سیدھا راستہ کیا ہے؟

یہ ایک اچھوتا پاکیزہ نقطہ ہے جس کو حرفوں میں جملوں میں نثر یا نظم میں بیان کرنا بھی دشوار ہے! ارشاد نبوی ﷺ ہے **"اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ"** "علم ایک نقطے میں ہے۔

کیا کہوں کیسے کہوں ؟ کیا ہے **الف اور لام میم**
بس الف کا ایک نکتہ ہے صفات و ذات میں،

اگر سمجھو تو ہستی ایک ہی ہے
نہیں سمجھو تو یہ وہم و گماں ہے

(عارفؔ القادری)

آیئے اس ان کہی کو بھی ہم کہے دیتے ہیں، اس نکتہ کو وہ بخوبی پہچانتا ہے جو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کے اسرار سے واقف ہے یا پیر کامل کے ذریعہ واقف کرا دیا گیا ہو۔ یہ نقطہ تیرے ہی اندر باطن ہے اور تیرے ہی باہر ظاہر ہے! یہ نقطہ وحدت میں علم باطن

ہے! یہی نقطہ کثرت میں علمِ ظاہر ہے، اور اسی نقطہ کی کثرت بے خوف بے عمل میں علمِ جہل ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ﴿ **اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ وَ كَثْرَتُهَا بِالْجُهَّالِ** ﴾ علم ایک نقطے میں ہے اور اس کی کثرت جہلاء کے پاس ہے...... جاننا چاہئے کہ علمِ وحدت کی مغرور ضد کا نام علم کثرت ہے، نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! ڈرو! جاہل عالموں سے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ عالم جاہل کیسے ہوسکتا ہے؟ جواب میں آپ نے فرمایا "وہ عالم جاہل ہے جس کا ظاہر عالم اور باطن جاہل ہوتا ہے"۔

حضور اکرم نور مجسم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا" **اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمُ اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى ابْنِ آدَمَ** "، علم دو قسم کا ہے ایک قلبی علم یہی علم نافع ہے، اور دوسرا زبانی علم اور یہ ابن آدم پر اللہ عزّ وجل کی حجت ہے (رسالہ قشیریہ)......یعنی علوم دو طرح کے ہیں۔ ایک علم وحدت ہے دوسرا علم کثرت ہے! ایک علمِ لسان ہے دوسرا علم قلب ہے! ایک علم ظاہر ہے ایک علم باطن ہے! معلوم ہوا کہ عالم وہ ہوتا ہے جو علم ظاہر سے ظاہر کو آراستہ رکھے اور علم باطن سے باطن کو پیراستہ رکھے! اور کثرت میں وہی دیکھے جو وحدت میں ہے وحدت میں وہی دیکھے جو کثرت میں ہے، اس کے برخلاف سب کچھ نفاق یا منافقت ہے۔

عالم درویش یا عالم فقیر کہلانے کے بس وہی لوگ مستحق ہیں جو دنیا کی رنگینیوں

اور جنت کی آرائشوں سے بے نیاز ہیں۔ فانی فی اللہ باقی باللہ مردِ کامل وہ ہوتا ہے جس کے سر پر خدائی خلافت و امانت کا تاج ہو۔ ایسا پیر خدا کا خلیفہ و نائب ہوتا ہے جو اپنے مرید کو رحمت کا پودا سمجھ کر آبِ حیات یعنی دیدارِ الٰہی سے سینچتا ہے اور قد آور درخت بنا دیتا ہے کہ جس کی جڑیں تحت الثریٰ میں اور شاخیں سات آسمانوں کو گھیرے ہوئے ہوتی ہیں۔ یا کامل پیر اپنے مرید کو ایک ایسا وجود بخش دیتا ہے جو حضرت جبرئیل اور حضرت عشق کے درمیان حائل ہو جائے تاکہ عظیم المرتبت فرشتے کو بھی عشق کے انتہاء کی ہوا نہ لگے!

لباس خاک میں آیا ہوں مسجود فرشتہ ہوں
میں تصویرِ محمد ہوں میں قدرت کا کرشمہ ہوں
میں یونس شیث ہوں ادریس ہوں میں اور موسیٰ ہوں
بشکل صبر تھا یعقوب میں یوسف میں آیا ہوں

(عارفؔ القادری)

حدِ جبرئیل کا راز:

جاننا چاہئے کہ سدرۃ المنتہیٰ یہ اللہ کی مقرر کردہ حد نہیں تھی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خود اپنے اوپر یہ حد مقرر کئے ہوئے تھے ورنہ شب معراج نبی کریم احمد مجتبیٰ ﷺ جبرئیل امین سے مقام سدرۃ المنتہیٰ پر یہ کیوں فرماتے کہ اے جبرئیل میرے پیچھے پیچھے چلے آیئے، اگر یہ حد اللہ کی مقرر کردہ ہوتی تو اللہ کے محبوب ﷺ اللہ کے حدود کو کیسے

اور کس طرح توڑنے کی زحمت گوارہ کرتے! معلوم ہوا کہ آگے کے مقامات و تجلیات سے گذرنا حضرت جبرئیل کے بس کی بات نہیں تھی اس لئے جواباً حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ آگے تشریف لے جایئے اس مقام سے آگے اگر میں گذر جاؤں تو میرے پر جل جائیں گے۔ کاش کہ نبی کریم ﷺ کی دعوت پر حضرت جبرئیل لبَّیك کہتے اور آپ کی ہمراہی اختیار کرتے؟

ایسا ہوتا تو کیا ہوتا؟

ایک سوال سے کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں لہٰذا جوابات اپنے پیروں سے طلب کرنا چاہیے ورنہ آئندہ صفحات میں ان رموز کو سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ معراج کیا ہے؟ حقیقت جبرئیل کیا ہے؟ سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل کو نبی کریم ﷺ کا اپنے پیچھے آنے کی دعوت دینا کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ کامل درویش ان مراتب و مقامات سے گھر بیٹھے بٹھائے گذرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گذار دیتا ہے۔

اللہ! اللہ! عشق کی آگ بھی عجیب سرد آگ ہے جس کی حقیقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی میراث ہے۔ رات رات بھر آنکھوں میں آگ کے کانٹے چبھتے اور ٹوٹتے ہیں نہ نیند آتی ہے نہ چین آتا ہے۔ بس حیرت ہی حیرت ہوتی ہے اس راز کو جاہل کیا سمجھے! عارف کا بھید عارف ہی جانے۔''

اے طالب اللہ! ﴿اَلدُّنْیَامَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ﴾ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) اگر دنیا بہتر ہوگئی تو سمجھو کہ آخرت بہتر ہوگئی ورنہ سب کچھ تباہ و برباد ہے۔ اللہ تبارک

تعالیٰ ہمیں دعا مانگنے کا سلیقہ سکھاتا ہے ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورۃ بقرہ، آیت ۲۰۱) اے اللہ! ہمیں دنیا کی بہتری عطا فرما اور آخرت کی بہتری عطا فرما اور عذاب جہنم سے ہماری حفاظت فرما...... اللہ اکبر! ہم سادہ لوح بندوں کو اللہ نے دعا مانگنے کا سلیقہ سکھایا اور ہم رسماً دعا مانگتے تو ہیں، مگر ان رموز کو سمجھ کر منشاءِ خداوندی کی تکمیل کا ارادہ نہیں کرتے۔ اے طالب اللہ غور کرنا چاہیے کہ دنیا کیا ہے اور آخرت کیا ہے؟ جو ظاہر ہے وہ دنیا ہے جو باطن ہے وہ آخرت ہے۔ معلوم ہوا کہ تیرا ظاہر باطن کی تصویر بن جائے اور تیرا باطن ظاہر کی تفسیر بن جائے یعنی ہم آہنگی اس قدر ہو کہ دوئی کا گمان بھی باقی نہ رہے!

من و تُو عارض ذاتِ وجود
تو جیسا تھا تو ویسا ہی خدا ہے
ہے میری جان کا حاصل من و تُو
من و تُو سے ہی میرا دل بنا ہے

(عارفؔ القادری)

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ﴾ (سورۃ نساء، پ۵، آیت:۷۷) اے حبیب پاک ﷺ فرما دیجئے دنیا کا سرمایہ بالکل مختصر ہے) یہ سرمایہ کیا ہے؟ یہ وہی چند سانسیں ہیں جو ہر انسان کو عطا کی گئی ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں گنتی کی سانسیں عطا کی گئی ہیں نیز فرمایا جو سانس بھی یادالٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے۔ اے طالب اللہ! ذرا

غور کر گنتی کی سانسوں سے کیا مراد ہے! اور جو سانس یادالٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے۔ کیوں؟ اس حدیث پاک کے دو جملوں میں کیا راز ہے؟ آ کہ فی الزمانہ اس ضرورت کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے ان رموز کی شرح کرتے چلیں تا کہ سالکانِ راہِ خدا کو راہِ سلوک میں کوئی دشواری نہ پیش آئے یا جنہیں پیر کامل میسر نہیں ان کے لئے اس فقیر کی یہ کتاب اک کامل پیر کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کرتی ہوئی ملے۔

گنتی کی سانسیں کیا ہیں؟ حیاتِ طبعی کا اثاثہ ہیں! گنتی کی سانسوں میں گنتی سے مراد حکمِ بیداری اور غفلت سے اجتناب کا درس دیا گیا ہے بیداری کے لئے احساسِ بیداری شرط ہے، احساس بیداری کے لئے تصور شرط ہے، تصور کے لئے تصورِ ظاہر و تصور باطن کا ایک ہونا شرط ہے، بیک وقت تصور کا دوشاخی ہونا نفاق ہے۔ لہٰذا تصور کا تقاضہ ہی یہی ہے کہ ظاہر و باطن یعنی قالب و قلب مکمل اک جان بن جائے۔

جب گنتی کی سانسیں عطا کی گئی ہیں تو عمر کا تقاضہ یہ ہوگا کہ سانسوں پر نظر رکھی جائے یا تصور کیا جائے، اس تصور سے کیا حاصل ہوگا؟ اے نادان طالب اس تصور سے مراقبہ کا وہ راز حاصل ہوگا جس کو کلیدِ دیدار کہتے ہیں۔

(**نوٹ:** مراقبہ کیا ہے؟ آگے صفحات میں ملاحظہ کیجئے)

جب گنتی کی سانسیں عطا کی گئی ہیں تو سانسوں پر تصور رکھنا بھی فرض ہو گیا اور فرض کی کوتاہی سے انسان غارِ ہلاکت میں گر جاتا ہے! اے طالب اللہ! ذرا غور کر کہ یہ آتی جاتی سانسیں تجھے کیا پیغام دے رہی ہیں! اگر تو ہوش کے کان رکھتا ہے تو سن! یہ

کبھی موت کبھی زندگی کا پیغام دے رہی ہیں، ان دونوں میں سے کیا بہتر ہے؟ موت یا زندگی۔ اے طالب اللہ! پہلے موت بعد زندگی بہتر ہے ﴿مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا﴾ یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ) ایسی موت اور اس کے بعد کی زندگی بہتر ہے جس کو تصوف کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں:

سماعت میں بصارت میں ہے تیری جلوہ آرائی
ہراک لمحہ حیات وموت کا ہے تیری گویائی

(عارفؔ القادری)

خدااور بندے کے درمیان کا پنہاں رشتہ:

اے طالب اللہ! ذرا غور کر کہ تیری سانسوں میں کیا اول ہے؟ کیا آخر ہے؟ کیا ظاہر ہے؟ کیا باطن ہے؟ لاالٰہ الا ھُو، ھُو کے سوا اور کیا ہے ورنہ یہ تیری سانسیں عنصرِ ہوا کا شعبدہ بن کر رہ جاتی اگر اس میں حیات بخش ''ھُوْ'' کا تیز تر طوفان تیرے وجود کو متحرک نہ رکھتا! اے سالک راہِ خدا اس اسم ''ھُــوْ'' پہ تصور کر کہ تیرے اندر بھی ''ھُوْ'' ہے تیرے باہر بھی ''ھُوْ'' ہی ''ھُوْ'' ہے، جب اندر اور باہر ''ھُوْ'' ہی ''ھُوْ'' ہے تو تو کہاں ہے؟ ذرا غور کر! ہ تیرا ظاہر وباطن ''ھُوْ'' ہی ''ھُوْ'' ہے تو تُو کہاں ہے ؟ اگر تو اپنے آپ کو محسوس کرتا ہے کہ تو ہے! تو خود کو اس دریائے ''ھُــوْ'' میں غرق کردے تاکہ تیرے اپنے ہونے کا احساس بھی غرق ہوجائے۔ ﴿من عرف نفسہ فقد عرف ربہ﴾ جو خود آشنا ہوا وہ خدا آشنا ہوا ......اے

غافل! نفسہٗ کے ''ھُوْ'' سے ربہٗ کے ''ھُوْ'' کو پہچان!

میں نفس سے بندہ ہوں میری جاں میں خدا ہے
من عرف کا میں راز ہوں وہ مجھ میں چھپا ہے
دیر و حرم، وکعبہ کلیسا میں وفا ہے
فطرت میں جفا ہے تو یہ توحید بھی کیا ہے

(عارفؔ القادری)

مراقبہ کس طرح کریں؟

مکمل شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے ماسوئ اللہ سے توبہ کر کے بیٹھ جانا چاہئے۔ اور سانسوں پر توجہ کرنا چاہئے یعنی ان سانسوں کے لئے ناک کے دوراستے یا نتھنے جلالی اور جمالی قوتیں رکھتے ہیں، اور جب یہ جلال اور جمال ''اِسْمُ اللہ ذات ھُوْ کے تصور سے ایک ہوجاتے ہیں، تو عین دونوں آنکھوں کے وسط میں قلب کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ مزید تفصیل اپنے پیروں سے معلوم کریں:

یادرکھنا چاہئے یہ تمام مراتب ''مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا'' مرنے سے پہلے مرجاؤ...... کے بعد کے ہیں! اور یہ راستہ بھی انہیں کا ہے جنہوں نے مرنے سے پہلے اپنے آپ کو مارلیا ہے۔ اور ایسے شخص کو کامل کہتے ہیں یعنی کامل وہ ہے جس کا قالب اور قلب ایک ہو کر یا ایک ذات ہو کر دوئی کا شائبہ بھی باقی نہ رہا ہو۔ کیونکہ ظاہر ظلمت ہے باطن نور ہے جب نور کا آفتاب نمودار ہوا پس ظلمت نور میں تبدیل ہوگئی۔

کامل اسے کہتے ہیں جومراتب جلال وجمال کوایک کرکے گذر چکا ہو!

کامل انسان کا قلب اللہ کی بارگاہ ہوجاتا ہے کہ جہاں جنت کے باغات اورنعمتیں کامل کوروحانی سکون عطا کرتے ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے "قُلُوْبُ الْاِنْسَانِ بَیْتُ الرَّحْمٰنِ" انسانوں کے قلوب اللہ کے گھر ہیں......مومن اورکامل انسان کا قلب بمانند کعبہ ہوجاتا ہے۔اوروہی قبلہ ہوجاتا ہے اور یہاں وہ سجدہ ریز ہوکر "لَبَّیْکَ یَاعَبْدِیْ" کی آواز سنتا ہے اور ہر طرف سے اَللّٰہ کی صدائیں گونجتی ہیں اور یہ تمام مراتب اسم اللہ ذات کلمۂ طیبہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم" اورقرآن مقدس سے حاصل ہوتے ہیں۔

شیشۂ دل میں نظر آتا ہے تُو
پر نظر کو چاہئے نور نظر
دل حقیقت میں ہے کیا نورِ حضور
دل مقامِ مغفرت ہے سر بسر
لامکاں کا نور دل ہے لامکاں
خود سے ہرگز پا نہیں سکتا بشر
(عارفؔ القادری)

-

مراقبہ کیا ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً

صَالِحاً وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّہٖ اَحَداً﴾ (سورۂ کہف، پ۱۶، آیت۱۱۰) پس جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اُسے چاہیے کہ کارِ خیر کرے اوراپنے رب کی بندگی میں کسی کوشریک نہ کرے یعنی خالص بندگی ہو، بلاشرکتِ غیر اورکارِ خیر! یہ ہے کہ خود کی نفی اور خدا کا اثبات کیا جائے اس امر کا راز لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ میں پوشیدہ ہے، جب طالبِ حق لَآ اِلٰہَ ہے تو لا کے نیچے غیر اللہ کی نفیءِ مطلق کرے اور اِلَّا اللّٰہُ سے اثباتِ وجودِ حق کرے، اس شغل کوذکرِ پاس انفاس بھی کہتے ہیں۔اس ذکر سے مراقبہ حاصل ہوتا ہے۔

شرائطِ مراقبہ:

(۱) طالب اللہ کو ماسویٰ اللہ ہر چیز سے توبہ کرلینی چاہیے (۲) راہ سلوک الی اللہ میں اپنے اپنے سلسلہ جات کے ائمہ کاملین کے شرائط وضوابط کا ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے (۳) شریعتِ مطہرہ کومکمل صراط مستقیم سمجھنا چاہیے، وہ جس قال وحال کورد کردے اس پراصرار کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور ہر دم آبِ توبہ سے وضو وغسل کرتے رہنا چاہیے۔

طریقۂ مراقبہ:

تین مرتبہ استغفار پڑھیں، تین مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھیں اور جوحصار اپنے پیر نے بتایا ہے اس سے خود کومحصور کرلیں، تازہ غسل کے بعد سفید لباس اورخوشبو کواپنا معمول بنالیں اوراک ایسے کمرے کا انتخاب کریں جہاں باہر کی آوازیں نہ آنے پائیں۔بس آلتی پالتی مار کے اس طرح بیٹھ جائیے کہ بائیں ٹخنے پر داہنا ٹخنہ آجائے اور بیٹھنے میں یا

دیر تک بیٹھنے میں کسی طرح کی اذیت کا احساس ہو، نہ تصور بھٹکنے کا خدشہ۔ دونوں ہاتھ دونوں زانو پر رکھ کر اپنی دونوں آنکھیں مضبوط بند کرلیں اور تصور شیخ میں مشغول ہوجائیں۔ جاننا چاہیے کہ اس راہِ فنا یعنی سلوک الی اللہ کی راہ میں جہاں سالک لا کے نیچے ماسویٰ اللہ ہر مخلوق کی نفی اور اللہ کا اثبات کرنے چلا ہے وہاں مخلوق شیخ کا تصور کیا معنیٰ ؟ یہ وہ تصورِ شیخ نہیں جہاں آج کل کے پیر کتابیں پڑھ کر یا تصورِ شیخ کی اصطلاحِ تصوف کو نہ سمجھ کر کہہ دیتے ہیں کہ دورانِ شغل تم میرا یا میری تصویر کا تصور اس قدر کرلو کہ تمہیں میری صورت نمودار ہوکر جس مقام تک چاہے لے جاسکے یہ سراسر غلط اور خود فریبی ہے!

نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کا ہر حرف ہر آیت اپنا ظاہر و باطن رکھتی ہے تو معلوم ہوا کہ صراط مستقیم یعنی راہ حق بھی اپنا ظاہر اور باطن رکھتی ہے لھذا تصورِ شیخ یا وسیلہ بھی اپنا ظاہر و باطن رکھتا ہے۔

﴿يَاأَيُّهَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ (سورۂ مائدہ، پ۶، آیت ۳۵) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ یہاں وسیلے سے مراد راہِ حق میں صرف اور صرف مرشد کامل ہی ہوتا ہے۔

مرشد کامل کسے کہتے ہیں:

مرشد کامل اسے کہتے ہیں جو مکمل طور پر شریعتِ مطہرہ کی چلتی پھرتی تصویر ہو اور جس کا ہر قدم قدمِ نبوی ﷺ پر ہو۔ شریعتِ مطہرہ اگر ظاہر ہے تو یہ ظاہر پیر کیا ہے؟

مظہرِ شریعتِ مطہرہ ہے! جو اپنے مریدین وطالبین کے ظواہر کو شریعت کے نور سے مزیّن کرتا ہے۔ اے طالبِ حق ظاہر پیر تو مرید کے ظاہر کے لئے ہے! اب وہ باطنی پیر کون اور کہاں ملتا ہے؟ جو مرید کے باطن کو ماسویٰ اللہ سے پاک کردے! آ کہ ہم اس رمز سے پردہ اٹھاتے چلیں ! جس طرح تجھے ظاہراً ظاہر پیر یعنی مظہرِ شریعت نصیب ہوا ہے اسی طرح تجھے اپنے باطن میں وہ پیر باطن جو مظہرِ معرفت ہوتا ہے، اس کو تلاش کرنا ہوگا! یاد رکھنا چاہئے کہ یہ پیر ظاہر اور پیر باطن ایک دوسرے کے غیر ضرور ہیں مگر حقیقت میں دونوں کی حقیقت ایک ہے، بس صورتاً دونوں جدا جدا ہیں مگر حقیقت ِ واحدہ کے لحاظ سے دونوں هُــو بهُــو ہیں ظاہر پیر وجودِ ظاہر سے ظاہر میں موجود ہوتا ہے مگر باطنی پیر باطن میں فنافی الشیخ فنافی اللہ اور بقا باللہ ہوتا ہے اور سراسر نور ہوتا ہے جس کا تصور راہِ حق میں عین تصور حق کی مانند ہوتا ہے۔

پیر باطن کون ہے؟

یہ وہی ہے جو تیری سانسوں کو، نس ناڑیوں کو تحریک عطا کرتا ہے۔ یہ پیر باطن وہی ہے جس کے تعلق سے حضرتِ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "مـافی جبتـی الا الله" کہ نہیں ہے میرے جبے میں مگر اللہ! سمجھدار کو اشارہ کافی ہے۔ یہ پیر باطن وہی ہے جو تیری سانسوں کی بانسری میں روح رواں کی طرح هُــو کے سریلے سروں سے تیرے وجود کو لحہ بہ لحہ حیات بخش رہا ہے۔ اے طالب اللہ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ کا ایک صفاتی نام بھی مرید ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ تعالیٰ

نے الہام فرمایا: یاغوث! بہترین طالب میں ہوں بہترین مطلوب تم ہو ! اللہ اکبر! یہ کیا راز ہے کون طالب کس کا طالب خود ہی فیصلہ کر لیجئے! اس ضمنی بحث سے اعراض کرتے ہوئے آیئے ہم وہیں چلتے ہیں جہاں ہم آلتی پالتی مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اب تصورِ شیخ شروع کرنا چاہئے یہ تصورِ شیخ، شیخ ظاہر سے نہیں شیخ باطن سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اس سفر باطن میں غیر اللہ کا تصور شرک سے خالی نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ طالب اللہ کا پیر باطن خود اس کے اندر ہر حال میں موجود ہے۔ جو انسانی وجود کے مرکز سے ترنگوں کے ساتھ اٹھ کر اسمِ ھُــوْ کے شغل میں مشغول رہنے کی طرف ہر لحہ دعوت دے رہا ہے۔

با تصور سر بسر جاں نور شد
بشروع دعوت ایں جسد مغفور شد

تصورِ شیخ سے روح مکمل نورانی ہو جاتی ہے صرف اس دعوت کے شروع کرنے سے ہی جسم کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

یہاں پر سالک کو چاہئے کہ اپنے ظاہر جسم سے یکسر بے نیاز ہو کر اپنے باطنی جثّہ کو (جس کو ذات انسانی کہتے ہیں) مکمل تصور میں غرق کر کے اک صورت اختیار کرلے۔ یعنی لفظِ تصور سے حرف ''تــا'' کا پردہ اٹھا دینا چاہئے تا کہ صرف صور یعنی صورت باقی رہ جائے اور یہ صورت صورتِ ''ھُــوْ'' ہے اور یہی صورت صورتِ شیخ سے بدل کر طالب اللہ کو جس مقام پر چاہے لے جائے گی۔ الحختصر سالک

کو چاہئے کہ اپنی ذات کو اسم ''ھُوْ'' کے دریا میں مکمل طور پر غرق کر دینا چاہئے تا کہ اس استغراق کے بعد ماسویٰ اللہ دوئی کا شائبہ بھی باقی نہ رہے۔ ارشادگرامی ہے ﴿فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (سورۂ بقرہ، پ ۱، آیت ۱۱۵) تم جس طرف رخ کرو اس طرف اللہ کی ذات ہے۔ اے طالب اللہ! دونوں بھوؤں کے ٹھیک درمیان کہ جہاں پر ناک کی ہڈی ختم ہوتی ہے وہیں نظر رکھ یا مضبوط تصور کر! دیکھ کہ قلب کی کیا کیفیت ہے مسلسل ایک گھنٹہ کے بعد مراقبہ سے باہر آنا چاہیے اور اپنے ظاہر پیر پر ہر کیفیت کا اظہار کر دینا چاہئے۔ کیونکہ تیرا ظاہر پیر مظہرِ شریعت ہوتا ہے اور شریعت کے مطابق تیرے حق میں رحمانی فیصلے کرتا ہے۔

حقیقتِ مراقبہ:

اے طالب اللہ! اگر تو زندگی اور موت یا موت اور زندگی کی آفات اور مصائب سے بچنا چاہتا ہے یا اگر تو وعدۂ اَلَسْــتُ کو وفا کر کے خود سے دستبردار ہو کر لامکان میں لامکان ہونا چاہتا ہے، تو لگا دے سر کی بازی پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے! سر کی بازی سے مراد تیرے سر میں جو عقل اور علم ہے اس کو اس راہ میں قربان کر دے تب کہیں جا کر محبوب کی مجلس میں باریابی نصیب ہوگی۔

اے طالب اللہ! یقین کے تینوں درجات کے فیض کے لئے تو خود سراپا یقین بن جا اور خود کو اسم ''ھُوْ'' کے سپرد کر دے یا غرق ہو جا تا کہ تجھ میں عشق کی ایک چنگاری پیدا ہو! اور تجھے اس چنگاری کے شعلوں میں جلنا نصیب ہو تا کہ تجھے نفس نمرود اور

ابلیسِ ہامانی پر فتحِ مبین حاصل ہوجائے۔

اک آخری زنار ہے ٹوٹے تو بتاؤں
میں خود سے نکل جاؤں بس آگے خدا ہے

عارفؔ القادری

اے طالب اللہ! تصور اسم اللہ ذات "ھُــو" کو دونوں آنکھوں کے درمیان ناک کی ہڈی کے اختتامی مرکز پر قائم کر اور تھوڑی دیر سانس کو روک لے اتنا بھی نہ روک کہ دم کا گھونٹنا گناہ ہے۔ ذاتِ اسم "ھُــوْ" کیا ہے؟ بحر بے کنار ہے، خودی ذات کو ذات "ھُــوْ" میں اس قدر غرق کردے کہ تجھے استغراق کی موت حاصل ہوجائے تاکہ ﴿مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا﴾ کا تقاضہ بھی باقی نہ رہے، اور اس مقام پر (اَنَــا اَنْتَ اَنْتَ اَنَا) کی صورت نمودار ہوجائے، جب تُو نہیں تب تُو (ھُو بھُو) وہ ہوجائے گا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ﴿غَـمِّـضْ عَيْـنَيْكَ يَـا عَـلِيُّ وَاسْمَعْ فِيْ قَلْبِكَ لَآاِلٰـهَ اِلَّااللهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ﴾ اے علی اپنی آنکھیں بند کرلو اور اپنے قلب میں لَآاِلٰـهَ اِلَّااللهُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللهِ ﷺ کی آواز سنو) اسی طرف اشارہ ہے۔

ہر شئی کو تو نے ہستی مظہر بنادیا ☆ بندہ بنا کے مجھکو تو میری وفا بنا
معشوق، عشق، عاشق تیرا ہی نام ہے ☆ عارفؔ وہی ہے سب، تو کہاں دوسرا بنا

ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللهُ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ (سورہ آل عمران ع۸) اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے...... نیز ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَنْ

يَّتَـوَكَّـلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (سورۂ طلاق پ۸ آیت۳) اس کے لئے اللہ کافی ہے جو اللہ پر توکل وایقان رکھتا ہے...... ﴿حَسْبُـنَـا اللهُ﴾ سے جب طالب کا دل بنتا ہے تو اسکے انوار سے کلمۂ طیبہ لَآاِلٰـهَ اِلَّااللهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ نمودار ہوتا ہے جو دل کے ہر زخم کا مرہم ہے، کلمۂ طیبہ سے دل کو نور کی زندگی عطا ہوتی ہے اور آب حیات نصیب ہوتا ہے۔ آب حیات کیا ہے؟ دیدار خداوندی ہے جس سے طالب اللہ کی بھوک پیاس مٹ جاتی ہے۔،، جس کے بغیر جسم موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہوجاتا ہے اور جس کے حصول کے بعد قلب خضر کی مانند ہوجاتا ہے۔

چشم دل سے پڑھ سبق دیدار کا
دل بنا ہے طور وہ جلوہ بنا

علم مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کیا
معرفت کے نور کا اک راز ہے

جسم وقلب وروح سے گذرا ہوں میں
میرا دل ہر راز کا غماز ہے

(عارفؔ القادری)

﴿فصل دوم﴾

فیضِ کلمۂ طیبہ:

اے طالب اللہ! دل کی دوا دنیا میں نہ ڈھونڈھ یہ محض فیض وفضل خداوندی ہے، جسے کلمۂ طیبہ کہتے ہیں وہی دل کا علاج اور معالج و مسیحا ہے۔کلمہ طیبہ نے میرے دل میں آفتاب معرفت کی زرّیں روشنائی سے کلمۂ ھُــوَ لکھا ہے کہ اب دل، دل نہ رہا لامکان ہو چکا ہے! کلمۂ طیبہ کیا ہے؟ کہ اس درِّ یتیم کا ہمراز اور انمول خزانہ ہے جو کلیدِ اسم اللہ ذات ”ھُوْ“ سے کھلتا ہے۔

دونوں جہاں میں! اٹھارہ ہزار مخلوقات ہیں! اگر کوئی شریف ترین کلمہ ہے تو وہ ہے کلمہ طیبہ ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللہُ مُـحَمَّدٌ رَّسول اللہ ﷺ﴾ کلمۂ طیبہ میں چھے کلّ یعنی ٹکڑے ہیں ان چھے ٹکڑوں سے پانچ مکانات اور ایک لامکان کا راز ظاہر ہوتا ہے، جو سمجھدار کے لئے اشارہ ہے۔حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا: کہ اے اللہ مجھے ایسا عمل اور وظیفہ عطا فرما جو تمام اعمال اور وظائف میں افضل اور سب سے اعلیٰ ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ وظیفہ کلمۂ طیبہ ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللہ﴾ ہے تــعــجـبــاً حضرت موسیٰ نے کہا یا اللہ یہ کلمہ تو عام ہے ہر کوئی اس کو پڑھتا ہے، اور کوئی ہو تو بہتر ہے،

رب تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ اس کلمہ کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں ساتوں زمین اور ساتوں آسمان رکھے جائیں تو وہی پلڑا بھاری ہوگا جس پر کلمہ طیبہ ہوگا......

حقیقتِ کلمۂ طیبہ کیا ہے؟

ھُو ہی ھُو ہے اور کیا؟ فھم من فھم، بحوائے آیت قرآنی ﴿ھُوَ اللہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوْ سورۂ حشر﴾

معرفتِ کلمہ طیبہ کیا ہے؟

اے طالب اللہ! نفسِ دلکش اور دلفریب کی کھال اتار کر پھینک دے اور ”ھُوْ“ کا جامہ زیبِ تن کر لے، ذکر وفکر میں کب تک سر مارتا پھرے گا۔فرضِ عین تو یہی ہے اس کے بغیر تمام عبادات نفل وثواب کے درجہ میں منتقل ہو جاتے ہیں۔اصل یہی ہے کہ اس کے وصل سے نور ہو جا، بس یہی تیری ابتداء اور انتہاء ہے بس یہی ازل اور ابد کا راز ہے۔حدیث پاک میں ہے: ”دَعْ نَفْسَکَ وَ تَعَالِ“ اپنے نفس کو چھوڑ دے اور اوپر آجا، اس وصل سے لامکان ہویدا ہوتا ہے کہ جہاں نہ کفر واسلام کی پابندیاں ہیں نہ حیات وموت کا تصور!

دیکھنا ہے گر خدا کو باطن وظاہر میں دیکھ
تو نکل جا گھر سے باہر اور خدا کو گھر میں دیکھ

میں اصل و صل کا مرکز ہی بن جاتا تو اچھا تھا
میں منزل کو تری نظروں سے ہی پاتا تو اچھا تھا

(عارفؔ القادری)

"اَنَا اَنْتَ اَنْتَ اَنَا" کی وضاحت:

من تو شدم ،تو من شدی تو میں ہو جاؤں اور میں تو ہو جائے'' تو مجھ میں ہے میں تجھ میں ہوں اس مقام میں نہ قرب ہے نہ بعد ہے نہ ہجر ہے نہ وصال! ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ (سورۂ رحمٰن پ ۲۷) جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ سب فنا ہو جائیں گے۔ ربّ ذوالجلال کی ذات ہمیشہ باقی رہے گی) ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (سورہ البقرہ پ ۱، آیت ۱۱۵) تم جس طرف رخ کرو گے اس طرف رخِ الٰہی ہے......کا مقام یا ﴿رَأَيْتُ رَبِّيْ بِرَبِّيْ﴾ میں نے رب کو رب سے دیکھا کا مراقبہ حاصل ہوتا ہے۔ اے بندۂ خدا! اگر اس کا چہرہ ہمیشہ تیرے چہرے کے سامنے ہو پھر بھی تو نہ دیکھے تو کیا ہوگا !تو خود کو دیکھتا ہوگا! یہ تیرا خود کو دیکھنا ہی تیرے شرک پر گواہ ہے۔

معاذ اللہ! میں مشرک نہیں ہوں !ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (سورۂ انعام، پ ۸، آیت ۸۰) بیشک میں اپنا چہرہ اس ذات کی طرف پھیر لیتا ہوں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے، ہر باطل سے اعراض کرتے ہوئے، اس

حال میں کہ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں......

ابتداءِ شرع بھی ہے نور پر اس سے گذر
نور میں ہو کر فنا تو نور کا پیغام بن

(عارفؔ القادری)

افسوس! بندۂ مؤمن ہونے کا دعویٰ کرنے والوں میں ایسے بھی کروڑوں ہیں، جو ازل سے خوابیدہ آتے ہیں اور خوابیدہ ہی لوٹ جاتے ہیں......ایسے بہت کم اللہ کے بندے ہوں گے جو بیدار ہیں، ہزاروں ایسے ہیں جو بیداری میں بھی سوئے ہوئے ہیں، ایسے خوابیدہ کو کون جگائے؟ اللہ! اللہ! اللہ کے وہ خوش نصیب ازلی سعید بندے ہیں جو اللہ کا دیدار بیداری میں بھی کر لیتے ہیں اور کروڑوں ایسے بدنصیب بھی ہیں جو خوابوں کے دیدار سے بھی محروم ہیں۔

بعض نا آشنائے راہ رہبر اور ان کے کچھ ساتھی ایسے ہیں جو ذکر پاس انفاس کے نام پر سانسوں پر جبر کرنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں تا کہ انہیں خدا کا دیدار نصیب ہو جائے، یاد رہے! جبر سے دیدار ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔

یہ پاس انفاس کیا ہے؟

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا: " اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَاتٌ وَكُلُّ نَفَسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيِّتٌ''، تمہیں گنتی کی سانسیں عطا کی گئی ہیں اور جو سانس بغیر ذکر اللہ کے نکلے وہ مردہ ہے ......پس اس حدیث کے من چاہے معانی گھڑ کر جبر

میں مشغول ہونے کا نام پاس انفاس نہیں ہے، جیسا کہ عام لوگوں نے سمجھ لیا کہ انفاس بمعنیٰ سانسیں ہیں اور پاس بمعنیٰ لحاظ رکھنا ہے کہ بس سانس کا پاس رکھے یا خیال رکھے تا کہ ذکرِ پاس انفاس کا تقاضہ پورا ہوجائے ، یہ ذکر پاس انفاس وہ نہیں جو آج کل کے کتابی پیر بتاتے ہیں بلکہ اے طالب اللہ تو پاس کو پکڑ لے، انفاس کو چھوڑ دے، قریب کو پکڑ لے، باقی سب کچھ چھوڑ دے یعنی اسمِ ھُوْ کو تھام لے باقی سب کچھ ترک کر دے ، اسم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لے غیر اللہ کو چھوڑ دے۔ عقلمند کو اشارہ کافی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ (سورۃ آل عمران، پ۴، آیت۱۰۲) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور منتشر نہ ہوجاؤ...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اَلنِّهَايَةُ الرُّجُوعُ اِلَى الْبِدَايَةِ" ابتداء کی طرف لوٹنا ہی انتہاء ہے، بس تو اپنی ابتداءِ لامکانی کی طرف لوٹ جا کہ یہی تیری انتہاء ہے الّو جو الٹا لٹک کر سانسیں لیتا ہے شب بھر کی بیداری سے کیا پایا یہ اسی سے پوچھنا چاہیے۔،،

ذکر را بگذار بگذر از قلب

تا ترا حاصل شود توحید رب

"ذکر کو چھوڑ اور قلب سے بھی گذر تا کہ تجھے رب کے توحید کا راز حاصل ہوجائے" اے غافل انسان ابتداء وانتہاء کی حدوں سے گذر کر وہاں پہنچ جا کہ جہاں نہ ازل ہو نہ ابد! نہ نعمت ہو نہ زاہدوں کی جنت ! بلکہ وہ لامکان ہے دراصل یہی تیرا مکان تھا۔

لا مکانی مکاں میں آیا ہے

یہ جو کچھ ہے وہ تیرا سا یہ ہے

(عارف القادری)

ارشاد خداوندی ہے:﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ (سورہ ملک پ۲۹) بیشک جو لوگ اللہ سے غائبانہ ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر کریم ہے...... اللہ تعالیٰ سے کون ڈرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے صاحبِ عقل ڈرتا ہے جاہل گنوار عقل کا اندھا کب ڈرتا ہے؟

عقل کیا ہے؟

عقل وہ نور ہے جو حضرت جبرئیل کی حد مقرر کرتا ہے! عقل کی حدوں سے گذر جاؤ تو بات ہے، جہاں عشق کی آندھی چلتی ہے وہاں چراغ عقل کس طرح جل سکتا ہے؟ اب اس سے آگے کیا کہوں! ارشاد نبوی ﷺ ہے "مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ فَقَدْ كَلَّ لِسَانُهٗ" جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی......

جاننا پہچاننا دیکھنا کیا ہے؟

جاننا کیا ہے؟ یہ علم ہے 'العلم دانستن' علم جاننے کا نام ہے، لیکن کیا جاننا؟ اللہ اور ماسویٰ اللہ کو جاننا ہے، یعنی یہ علم مخلوقات ہے اور مخلوقات کو دلائل و براہین بنا کر مخلوقات کے خالق یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید استدلالی کے درجہ میں ہو کر علم الیقین کا حاصل کرنا ہے۔ اس قدر جاننے والے کو بھی حقیقی عالم نہیں کہہ سکتے بلکہ عرف عام میں نیک نام مشہور عالم

کہا جاتا ہے اور یہ عرفی ہے، جو ایک رخہ علم رکھتا ہے اور ایک رخہ علم خود اپنے عالم پر نفاق کی دلیل ہے۔ چونکہ علمِ ظاہر اور علم باطن، علم شریعت اور علم طریقت یہ دونوں لازم وملزوم ہیں جن کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا، جس طرح جسم اور روح کو جدا نہیں کر سکتے کیونکہ موت واقع ہو جاتی ہے اسی طرح ان دونوں علوم کا معاملہ ہے۔

پہچاننا کیا ہے؟

پہچاننا یہ عرفان ہے علم اگر جسم ہے تو عرفان اس کی جان ہے علم اگر نور ہے تو عرفان اس کی حقیقت ہے، علم اگر قال ہے تو عرفان اس کا حال ہے! عرفان کا معنی ہے پہچاننا؟ پہچاننا کئی اقسام پر منقسم ہے مثلاً دیکھ کر پہچاننا، یا بغیر دیکھے پہچاننا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد اور دلیل ہیں ان دونوں ذرائع سے ایک ہی حقیقتِ واحدہ ثابت ہوتی ہے، کبھی پہچاننے کے لئے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے! اور کبھی پہچاننے کے لئے دیکھنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی! کبھی دیکھنے کے بعد بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں اور پہچان حاصل نہیں ہوتی! کبھی دیکھے بغیر سو فیصد پہچان سکتے ہیں! زیر بحث حدیث قدسی ''مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ فَقَدْ كُلَّ لِسَانُهٗ '' یعنی جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی......اس ارشادِ پاک میں عقل اور عشق کا راز ہے۔،،

جاہل پیروں کی اندھی معرفت:

غور کرنا چاہئے کہ غیر مخلوق کو مخلوق اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ کر کس طرح پہچان سکتی ہے؟ اللہ کو ظاہر اور جسمانی ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنا ناممکن کے قریب ہے!

اگر کوئی اللہ جل شانہٗ کو ظاہری ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کذّاب ہے۔ جیسا کہ آج کل رنگ برنگے لباسوں میں ملبوس الجھی الجھی زلفوں والے، دکان دار پیر، نادان جاہل، مریدوں کو ظاہری آنکھوں سے اللہ کو دکھانے کے وعدے کے ساتھ مرید بنا لیتے ہیں اور کسی ایک شام مرد وزن کا اجتماع لگا کر درمیان میں قرآن مقدس رکھ کر تمام مریدوں سے عہد یا قسم لے کر یہ دھمکی دیتے ہیں ''کہ آج جلوہ کی رات ہے'' یعنی معراج کی رات ہے! یا آج اللہ کو دیکھنے کی رات ہے۔ لہٰذا خبردار! اللہ کو دیکھنے کے بعد اس اہم راز کو ہرگز کسی پر فاش نہ کیا جائے ورنہ قرآن کی قسم کے ٹوٹنے کا کفارہ جان دے کر ادا کرنا ہوگا! ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''

قم باذن اللہ کہتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

(علامہ اقبالؒ)

جانتے ہو یہ گمراہ پیر دکھاتے کیا ہیں؟ جانور کا بھیجہ جس کو درمیان سے کاٹ کر ایک مضغہ کے شکل کا پتلہ بنا کر اس کو انسانی شکل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نہ صرف شکل انسانی بلکہ مکمل اللہ رب ذوالجلال کی صورت اور ہستی قرار دیتے ہیں، نعوذ باللہ! اس غلط گمراہ کن عقیدہ کو عقیدۂ حق ثابت کرنے کے لئے دلیل بھی اللہ ہی سے لاتے ہیں یعنی ''اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ'' ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا...... لہٰذا ان کے جاہل طریق میں جانور کا بھیجہ ہی اللہ کی صورت ہے جو انسان کے مانند ہاتھ پیر رکھتا ہے، جسے عرف عام میں اوپر والا کہا جاتا

ہے جو سب کچھ کر رہا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْهُ ! ایسی گمراہ پیری مریدی سے اللہ محفوظ فرمائے۔۔۔ اے اللہ کے بندو! یاد رکھو ہر پیر کو اور اسکے علم کو شریعتِ مطہرہ کی کسوٹی پر پرکھ کر قبول کرنا چاہئے۔

ایک ہی الّو کافی ہے گلشن میں تباہی لانے کو
ہر شاخ پہ الّو بیٹھا ہے انجامِ گلستاں کیا ہوگا

صورتِ الٰہی کی ایک نفیس تحقیق:

اللہ ربّ ذوالجلال اعضاء و جوارح سے پاک و منزہ ہے، اس کے لئے ہاتھ، پیر چہرہ، شکل و صورت کا وجود ماننا سخت حرام و کفر ہے۔ تو اب جو صورت کا ذکر احادیث میں آیا ہے اسکا صحیح معنیٰ کیا ہے؟ جس کو نہ سمجھ کر جاہل پیروں نے جانور کا بھیجہ کاٹ کر دیدار کرانا شروع کر دیا ہے۔ نعوذ باللہ! یہ وہ صورت نہیں جو جو مخلوق کی مانند ہے، بلکہ یہ صورت سراسر نور ہے۔ یہ صورت اپنا باطن بھی رکھتی اور ظاہر بھی رکھتی ہے۔ وہ صورت کیسی ہے؟ وہ صورت انتہائی بہترین ہے، وہ صورت کیا ہے؟ وہ صورت کلمۂ طیبہ ہے، کلمۂ طیبہ کیا ہے؟ اِسمُ اللہ کی تشریح ہے۔ کلمہ طیبہ کیا ہے؟ وہ ہے جس کی تشریح قرآن و معرفتِ قرآن ہے۔ قرآن کیا ہے؟ غیر مخلوق ہے تو معلوم ہوا کہ کلمۂ طیبہ بھی غیر مخلوق ہے۔ کیونکہ کلمۂ طیبہ ہی اللہ کی وہ صورت ہے جس پر حضرت انسان کی تخلیق کی گئی ہے ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیم '' (سورۃ التین پ۳۰) بیشک ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ......

''اِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ'' بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا...... تو وہ صورتِ الٰہی کیا ہے؟ تو وہ صورتِ الٰہی کلمہ طیبہ '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ'' ہے ملاحظہ فرمائیے :

نقشۂ صورت۔

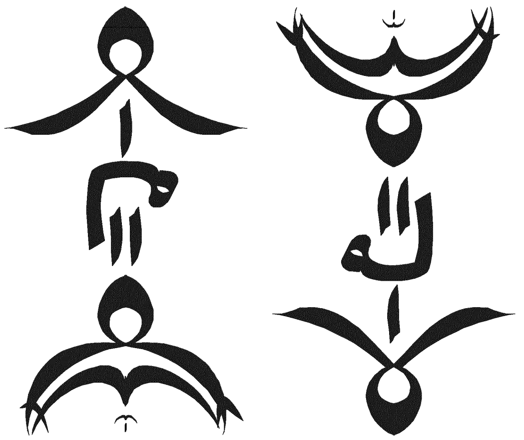

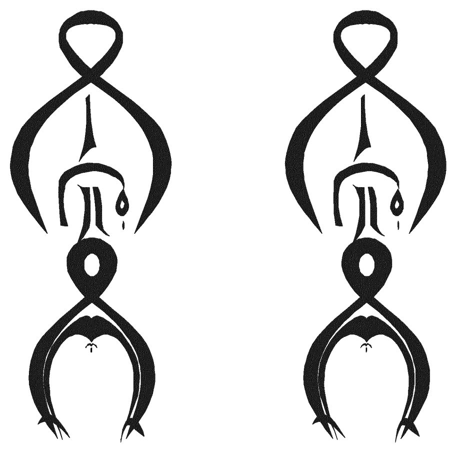

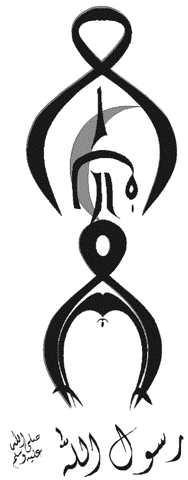

ایک غلط فہمی کے مرض کا علاج:

آج کل کچھ نام نہاد نابالغ پیروں نے من گھڑنت باتوں کو کلمۂ طیبہ کی معرفت ثابت کرنے کی تُک بندی میں کلمۂ طیبہ کی ہر کل کو جدا کر کے کچھ اس طرح ترتیب دے لیتے ہیں،، یعنی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ان سات ٹکڑوں سے، سات دن، سات آسمان، سات مقاماتِ سلوک، سات انفاس، سات زمین، سات ستارے، سات نور، سات رنگ وغیرہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے خود کو علامۃ الدھر فی المعرفت کی سند کا چاند اپنے غیر مفید عمامہ میں سجا لیتے ہیں، آیئے اس من گھڑتوں میں سے صرف ایک کا مثالی جائزہ لیتے ہیں۔

لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا اللّٰهُ	مُحَمَّدٌ	رَّسُوْلُ	اللّٰهِ

کالا۔۔ اُجلا۔۔۔۔ ہرا۔۔۔۔ لال ۔۔۔۔ پیلا ۔۔۔ بے رنگ،

واہ کیا تحقیق ہے! کیا خوب کل جگ کا علمِ معرفت ہے! جبکہ کلمۂ طیبہ میں حروف سات ہیں! قدرتی رنگوں کی تعداد سات ہے یہ سائنس بھی مانتی ہے یہاں عارفانِ کل جگ نے صرف پانچ رنگ ثابت کیئے ہیں لیکن یہاں قدرت اور سائنس چیخ چیخ کر سوال کر رہی ہے کہ چھٹا اور ساتوں ان دونوں رنگ کہاں گئے؟؟؟ ذرا اس چھٹے اور ساتویں رنگ کو بھی ثابت کیجئے؟ جب کہ ہر ایک چیز سات کی مقدار سے ثابت ہو چکی ہے۔ یاد رہے اس جہل زدہ تحقیق سے یہ خود کو صوفئی باصفا ہرگز ثابت نہیں کر سکتے! اللہ بے رنگ کیوں؟ یہ سراسر تہمت ہے۔ کیونکہ اللہ نور ہے نور کیا ہے اور کیسا ہے، یہ جاننے والے نہیں جانتے بلکہ صرف پہنچاننے والے پہچانتے ہیں جس کی تشریح کو الفاظ نہیں، آواز نہیں، اشارے نہیں، کنایہ نہیں، اللہ تعالیٰ نہ بے رنگ ہے نہ رنگین ہے۔ اللہ صرف نور ہے۔ سمجھدار کو اشارہ کافی ہے۔۔

کلمہ طیبہ اور رنگوں کا فلسفہ:

کلمہ طیبہ کیا ہے؟ غیر مخلوق ہے رنگ کیا ہے؟ مخلوق ہے! اتنا تو ہر خاص و عام مسلمان ضرور تسلیم کرتا ہے بخدا اب ذرا آپ بتایئے کہ غیر مخلوق کلمہ میں مخلوق رنگ کہاں سے آ گئے۔ غیر مخلوق میں مخلوق کب اور کیسے گھس گئی! یہ حلول کب اور کس مقام پر ہوا! نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ ایسے من گھڑنت فلسفہ کو معرفتِ خداوندی نہیں کہتے!

رنگ کیا ہیں اور کس طرح پیدا ہوئے ہیں؟

آپ نے سورج کے اطراف یا افق میں قوسِ قزح بنی ہوئی دیکھی ہوگی جسے انگلش میں **rainbow** کہتے ہیں وہ کیا ہے؟ سورج ایک نور ہے یا نورِ حقیقی کا پر

توئے جلال ہے، آسمانی خلاء کے شفاف آئینے پر جب سورج کی شعائیں منعکس ہوتی ہیں تو اس انعکاس سے سات رنگ پیدا ہوتے ہیں یہ کہاں تھے جو نمودار ہو چکے ہیں! یہ رنگ سورج کی آگ میں تھے جو شفاف خلاء میں منعکس ہو گئے، معلوم ہوا کہ کالا، اجلا، ہرا، لال، پیلا تو وہ پانچ رنگ ہیں جن کو عارفانِ کل جگ نے معرفتِ کلمۂ طیبہ کی تحقیق کا نام دیا ہے، یہ سراسر غلط ہے! جبکہ سورج کی آگ میں سات رنگ ہوتے ہیں اور یہ رنگ ناری ہیں اور یہ نور کی ضد ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کلمۂ طیبہ سے ناری ہم آہنگ ہو جائے۔ اے طالبینِ خدا! تصوف کی کتابوں میں ائمۂ دین نے مختلف انوار کو مختلف رنگوں سے جو تشبیہ دی ہے، وہ صرف تشبیہ ہی ہے ''نہ کہ تنزیہ'' جب سالک ساتوں مقامات باطنیہ کا سفر کرتا ہے تو سالک پر یہ راز کھل جاتا ہے کہ رنگ کیا ہے اور نور کیا ہے؟ ائے اللہ کے بھولے بھالے بندو! اس بے سر و پیر کی معرفت کے چکر میں اپنی عمروں کو برباد نہ کرو اپنی صلاحیت کا جنازہ نہ نکالو وقت کی قدر کرو ''اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ'' وقت کاٹنے والی تلوار ہے، اس سے پہلے کہ یہ تلوار تمہیں قتل کر دے ہوش میں آ جاؤ۔

ایک علمِ معرفت کے دعویدار کا جاہلانہ سوال:

ہم سے کسی نے پوچھا کلمۂ طیبہ میں جب رنگ گھس سکتے ہیں یعنی غیر مخلوق میں مخلوق گھس سکتے ہیں تو دو کفر اور چار شرک کیوں نہیں گھس سکتے؟

آیئے ہم ان دو کفر اور چار شرک کا معمہ فاش کئے دیتے ہیں: جب کہ ہم بحث کر آئے ہیں کہ اللہ نے انسان کو بہترین صورت میں یعنی اپنی صورت پر پیدا کیا، وہ صورت صورتِ کلمۂ طیبہ ہے۔ وہ صورت صورت کلمۂ طیبہ پر کس طرح منقش کیا وہ

حقیقت دراصل یہ ہے۔''

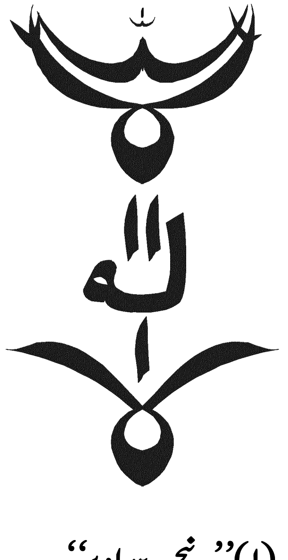

(۱) ''نیچے سے اوپر''

(۲) ''الٹ کر''

اے طالب اللہ! تصور اسم اللہ ذات ''ھو'' کو دونوں آنکھوں کے درمیان ناک کی ہڈی کے اختتامی مرکز پر قائم کر اور تھوڑی دیر سانس کو روک لے اتنا بھی نہ روک کہ دم کا گھونٹنا گناہ ہے۔

ذاتِ اسم ''ھُوْ'' کیا ہے؟ بحر بے کنار ہے، خود کی ذات کو ذات ''ھُوْ'' میں اس قدر غرق کر دے کہ تجھے استغراق کی موت حاصل ہو جائے تا کہ ﴿مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا﴾ کا تقاضہ بھی باقی نہ رہے اور اس مقام پر (اَنَا اَنْتَ اَنْتَ اَنَا) کی صورت نمودار ہو جائے، جب تُو نہیں تب تُو (ھُوْ بھُو) وہ ہو جائیگا۔'' ارشاد نبوی ﷺ ہے ﴿غَمِّضْ عَیْنَیْکَ یَا عَلِیُّ وَاسْمَعْ فِیْ قَلْبِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ﴾ اے علی اپنی آنکھیں بند کر لو اور اپنے قلب میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آواز سنو) اسی طرف اشارہ ہے۔

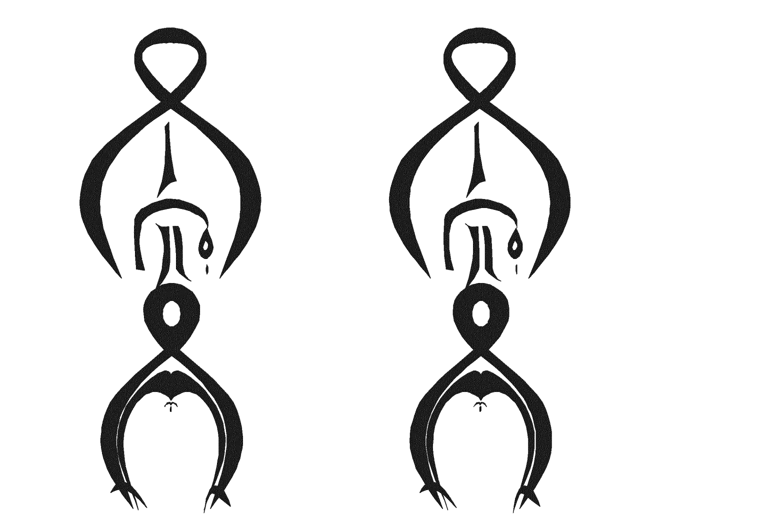

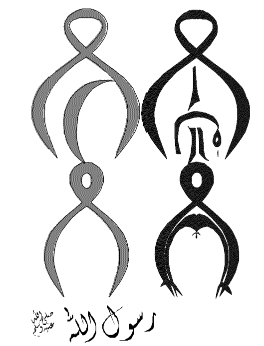

سبحان اللہ! بعض ائمۂ کرام نے انسان کو عالم کبیر اور بعض حضرات نے عالم صغیر اسی لئے کہا ہے کہ یہ اللہ کی صورت پر منقش ہوا ہے کہ یہ چلتا پھرتا کلمہ دونوں عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل پ۱۵، آیت ۷۰) بیشک ہم نے اولاد آدم کو مکرم و معظم کیا...... یہ آیت پاک حضرت انسان کی شان میں نازل ہوئی ہے، یہی انسان تو اللہ کی مقدس خلافت اور بار امانت کا مستحق ہوا، جو اس کی

امتیازی خصوصیت ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرتِ انسان کی ذات بھی ایک کلمہ ہے مگر یہ کلمۂ طیبہ نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (سورۂ آل عمران، پ۳، آیت ۴۵) یاد کیجئے اس وقت کو جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ایک "کلمہ" کی خوشخبری سناتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے...... نیز موسیٰ علیہ السلام کو بھی کلمہ کہا گیا ہے۔

دو کفر اور چار شرک سے مراد کیا ہیں؟

اے طالب اللہ! اب ذرا علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر پر غور کر!

در کلمہ دو کفر شرک اند چار ☆ از طفیلِ مرشد کامل برار

یعنی کلمہ میں (کلمہ طیبہ نہیں) دو کفر اور چار شرک ہیں ان خبائث کو مرشد کامل کے وسیلے سے نکال کر پھینک دے یعنی خود تیری ذات ایک کلمہ ہے جو تیرے وجود کو گھیرے ہوئے ہے اور تیرا وجود دونوں جہاں کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس تیرے وجود میں دو کفر اور چار شرک بھی ہیں اس کو نکال دے تا کہ تو بھی ایک مقدس کلمہ بن کر کلمہ طیبہ کے اسرار کو سمجھ سکے کیونکہ کلمہ ہی کلمہ طیبہ کے اسرار کو سمجھ سکتا ہے۔ مجموعی طور پر اس شعر میں خود بندہ کو ان خبائث سے پاک رہنے کی نصیحت کی گئی ہے۔

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کو اچھا خاصہ معمہ کیوں بنا دیا؟ جبکہ اس

بات کو وہ بآسانی بھی کہہ سکتے تھے! آخر وہ کونسا راز اس میں پوشیدہ ہے؟

اے طالب اللہ! حضرت شمس تبریز، حضرت مولانا جلال الدین رومی، حضرت شیخ سعدی شیرازی اور علامہ جامی رحمھم اللہ اجمعین کو ہندوستان سے روحانی رغبت تھی حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کریمہ صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کی حکایات میں بھی جابجا تذکرۂ ہند آیا ہے۔ اور ہماری سرزمین ہند کو خوب پسند کیا گیا ہے۔ کیوں؟ ان کی باطنی نگاہیں دیکھ رہی تھی کہ ہندوستان علم تصوف ومعرفت کا ایک گلزار ثابت ہوگا جہاں تصوف کا سکون ہوگا جہاں علم معرفت کو امن ومقام حاصل ہوگا!

بس یہی وہ راز تھا کہ علامہ جامی کا رجحان ہندوستان کی طرف ہوگیا! آپ نے دیکھا کہ ہندوستان میں قریب قریب وہی روحانی تعلیم دی جاتی ہے جو اسلام کے عین منشاء کے مطابق ہے۔ یعنی ہندو ادھیاتمک سـنّتـوں نے ویدوں کے چھے نکاتی اُپدیش کو ادھیاتم کی بنیاد قرار دیا ہے، جب تک ان چھ دوشوں سے انسان پاک نہیں ہوجاتا تب تک اس کے لئے نہ آتم گیان ممکن ہے، نہ پرماتم گیان! وہ نکات کیا ہیں؟

(۱) کام (۲) کرودھ (۳) لوبھ (۴) موہ (۵) اہنکار (۶) متسر۔

تجزیہ:

(۱) کام (kama) یعنی شہوانی خواہشات کو کہتے ہیں شہوانی خواہشات کبھی کبھی انسان کو اندھا وحشی پاگل کتا بنا دیتی ہے، حق سے دور باطل میں مبتلا کر دیتی ہیں اور ایسا مبتلا حق سے ہی نہیں خود سے بھی فراریت اختیار کر لیتا ہے اور یہ کفر ہے، خدا محفوظ رکھے اندھی خواہشات سے۔ (یہ پہلا کفر ہے)

(۲) کرودھ: (Krodha)۔۔۔۔۔۔کرودھ کیا ہے؟ غضب وغصہ ہے جو مطلق حرام ہے جب انسان اپنی خوہشات کی تکمیل میں اس قدر اندھا ہوجاتا ہے کہ ہر ناجائیز اور حرام طریقے کو اپنے لئے جائیز کر لیتا ہے یعنی ہر اک کو خود پر حلال ٹھہرالیتا ہے اور یہ کفر ہے۔ (یہ دوسرا کفر ہے)

(۳) لوبھ: (Lobha)۔۔۔۔۔۔۔ ایک لوبھی انسان ہر اچھی چیز کو اپنی ملکیت سمجھ کر تصرف کرتا ہے اور حرام وحلال کی تمیز کو بالائے طاق رکھ کر گمراہ ہوجاتا ہے، اور یہ لوبھ میں ''مَیں'' اور ''میرا'' کے ''انا'' کے جال میں پھنس کر الجھ جاتا ہے یعنی اس کا ''مَیں'' اور ''میرا'' ہی اسے شرک میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (یہ پہلا شرک ہے)

(۴) موہ: (Moha)۔۔۔۔۔۔لوبھی میں جب جذبۂ موہ بیدار ہوتا ہے تو یا وہ ہر غیر چیز کو اپنی طرف کھینچ کر اپنی ''اَنا'' کے تقاضے پورا کرلے گا، یا خود موہی دوسری پرکشش چیز کی طرف کھینچا چلا جائے گا یا اُس چیز کی پرستش میں مبتلاء ہوجائے گا۔ (یہ دوسرا شرک ہے)

(۵) اہنکار: (AHANKAR)۔۔اس لفظ سے ہی اسکا معنیٰ ظاہر ہے میں اور صرف میں، میرے سوا کوئی نہیں اس کو ہمارے یہاں ''انا نیت'' یا تکبر، کہتے ہیں تکبر وہ پہلا گناہ ہے جو ابلیس سے سرزد ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس کو ملعون کر کے اپنی بارگاہ

سے نکالا اور وہ ہمیشہ کے لئے طوقِ لعنت کا وبال اپنے سر لے لیا، اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا ’’قیامت کے دن متکبرین کو چیونٹی کی شکل میں اٹھایا جائیگا، اور چیونٹیوں کو لوگ پاؤں تلے روندیں گے ہر چھوٹی چیز بھی ان پر بلند ہوگی، پھر انہیں جہنم کے ایک قید خانہ میں ڈا لا جائے گا جس کا نام (بولس) ہے ان پر نار الانیار (آگوں کی آگ) بلند ہوگی اور انہیں طین الخبال (دوزخیوں کا نچوڑ) پلایا جائے گا۔،، اور آپ ﷺ نے فرمایا جو بندہ جسم سے روح کی جدائی کے وقت تین باتوں سے بری ہوگا جنت میں داخل ہوگا، تکبر، قرض، اور خیانت۔ اور حضور ﷺ یہ دعا فرماتے تھے ’’اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ نَفْحَۃِ الْکِبْرِیَآءِ‘‘ اے اللہ میں متکبرین کی سانس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۱۳) (یہ تیسرا شرک ہے)

(۶) متسر (MATSARA)۔۔۔۔۔۔۔ معنیٰ وہ خواہشات جنکی تکمیل ناممکن ہے ایک کو پوری کرو تو دوسری پیدا ہوتی ہے، دوسری کو پوری کرو تو تیسری پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ زندگی ختم ہو جاتی مگر خواہشات ختم نہیں ہوتے، خواہش پرستی انسان کو گمراہ مشرک بنا دیتی ہے۔ یہاں تک کہ ہر خواہش ایک نیا خدا ثابت ہوتی ہے اور انسان اس خواہش کی تکمیل میں ہر کام کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جاتا ہے جس سے خیر وشر، حق وباطل، حلال وحرام، خطا وصواب، کا فرق مٹ جاتا ہے۔ بفحوائے آیتِ قرآنی ’’اَفَرَئَیْتَ مَنِ اتَّخَذَاِلٰھَہٗ ھَوَاہُ‘‘ (سورۃ الجاثیہ، پ ۲۵، آیت ۲۳) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنے خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے ...... خدا محفوظ

رکھے اس شرک سے !

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

(یہ چوتھا شرک ہے)

بس اے اگیان انسان یہی وہ دو کفر اور چار شرک ہیں جو تجھے گھیرے ہوئے ہیں، اس قید کو توڑ کر رہا ہو جا یہی مفہوم تھا جو علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ تیری ذات کے کلمہ کے تعلق سے کہنا چاہتے ہیں کہ جس کو تو نے کچھ کا کچھ سمجھ کر کلمۂ طیبہ میں دو کفر اور چار شرک کے خبائث ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کر بیٹھا۔

یاد رہے! دین اسلام میں ایک تا ششم جو کلمات طیبات آئے ہیں وہ تمام کے تمام کلمات میں غور کریں تو دو کفر اور چار شرک سے ہمیں پاک کرتے ہوئے ملیں گے، یہ چھے نکات وہی نظریات ہیں جو اسلام بھی پیش کرتا ہے کہ جن کی خلاصی کے بغیر سالک راہِ حق میں قدم نہیں رکھ سکتا اور اگر رکھا بھی تو کامیاب نہیں ہو سکتا!

جو چیز شریعت کے خلاف ہو وہ طریقت نہیں ہو سکتی:

حدیث نبوی ﷺ ’’کُلُّ شَیْءٍ یُخَالِفُ الظَّاھِرُ فَھُوَ بَاطِلٌ‘‘ ہر وہ چیز جو ظاہر شریعت کے خلاف ہے وہ باطل ہے۔ اور اسی طرح حضور غوث پاک حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت محی الدین ابن عربی وغیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جس چیز کی تائید شریعت سے نہ ہو وہ سراسر بے دینی ہے......آج کچھ جاہل نادان پیراپنی من گھڑنت کو معرفت کے نام پر من مانی کرتے پھرتے ہیں، ان نادانوں کی وجہ سے اہل علم، دانشوروں کا ہراک طبقہ طریقت کے نام سے دور بھاگتا ہے اور اس سے متنفر ہے، اس کو دین واسلام میں ایک نئی چیز تصور کر رہا ہے۔ حالانکہ راہ طریقت ہی حقیقتاً راہِ الٰہی اور صراطِ مستقیم ہے جس کے حاصل کئے بغیر منزل مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ حالانکہ یہ راہ مکمل اخلاص، عجز وانکساری، حیاووفا، صدق وعدل، غناوستر پوشی پر منحصر ہے۔ اہل اللہ اور کامل فقراء حضرات کی علامت یہی ہے کہ ان کے پاس یہ صفات حمیدہ بدرجۂ اتم موجود ہوتے ہیں اور جو کوئی شخص شریعتِ مطہرہ کے خلاف اور آقا علیہ السلام کے ظاہری اعمال کے خلاف لوگوں کو بھڑکائے، اور طریقت کا دعویٰ کرے تو سمجھ لو وہ کذاب اور دین واسلام کا پُرنور چہرہ مسخ کرنے والا زندیق ہے۔ حضور پاک صاحب لولاک ﷺ کا ارشاد پاک ہمارے لئے حجت اور ثبوت ہے آپ نے فرمایا ''لَوْ رَأَيْتُ رَجُلاً يَّطِيْرُ فِيْ الْهَوَاءِ وَيَمْشِيْ عَلَى الْمَاءِ وَيَتْرُكُ سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ فَاضْرِبْهُ بِالنَّعْلَيْنِ '' اگر تم ایسے شخص کو دیکھو جو ہوا میں اڑ رہا ہو، اور پانی پر چل رہا ہو اور میری سنت کا تارک اور مخالف ہو تو اس کو جوتے مارو......اس لئے کہ اہلِ طریقت سے شریعت کا دامن کبھی نہیں چھوٹتا اور نہ مخالفت ہوتی ہے۔ اسی طرح علماء شریعت، سے طریقت کا دامن کبھی نہ چھوٹنے پائے لھٰذا یہ حضرات بھی طریقت کے تمام معاملات اور قلب وباطن کی اصلاح کو ہرگز ترک نہ کریں۔ کیونکہ یہ قرآن وحدیث

صحابہ وتابعین واسلاف کے طریقوں کے خلاف نہیں ہے۔ اور ان تعلیمات کو غیر ضروری نہ سمجھیں تاکہ آپ بھی اس کی حقیقت سے واقف ہو کر عوام الناس کو قال کے منازل سے گذار کر حال کے اسرار سے آگاہ کرسکو۔ ان تعلیمات کے حوالہ سے حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ '' جس نے علم فقہ سیکھا اور تصوف سے انحراف کیا تو وہ فاسق ہے، اور جو علم تصوف سیکھا اور علم فقہ سے عاری وبے خبر رہا تو وہ زندیق ہے، اور جو شخص ان دونوں کو جمع کیا وہ حق تک پہنچا، محقق ہوا......(مرقاۃ المفاتیح ۲۵۶) اس فرمان پر فراخ دلی سے غور کیجئے اور اپنا جائزہ لیجئے۔''

جاننا چاہئے کہ بعض بزرگوں نے جو ظاہری آنکھوں سے اللہ کو دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے ان حضراتِ قدسیہ کے قلب اور قالب دونوں ایک ہوتے ہیں۔ ان کا قالب قلب کے لباس میں ملبوس اور قلب قالب کی شکل میں متشکل ہوتا ہے تو گویا ظاہر وباطن کی نظر ایک ہوجاتی ہے اس صورت میں ظاہر باطن اور باطن ظاہر ہوجاتا ہے۔ اور یہ دعویٰ بھی حق پر مبنی ہوتا ہے۔ اس بات کی تائید حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال سے ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بیداری میں حضور ﷺ کو ستر مرتبہ دیکھا ہے نیز فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھے کسی مسئلہ میں تشویش ہوتی اور عقدہ لاینحل ہوتا تو میں فوراً مراقبہ میں جا کر بیداری میں ہی حضور علیہ السلام سے دریافت کرلیتا۔ اور اسی طرح ولی کامل حضرت شیخ ابوالعباس مرثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ﴿ لَوْ حَجَبَ

عَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَاعَدَدْتُ نَفْسِیْ مِنْ جُمْلَةِ الْمُسْلِمِیْنَ (روح المعانی، الاحزاب ۴۰) اگر پلک جھپکنے کی مدت کے لئے بھی حضور ﷺ کا رخِ زیبا میری نظروں سے اوجھل ہو جائے تو میں خود کو اس دم مسلمان تصور نہیں کرتا...... مثل محاورہ...... ''یک لحظہ غافل بودم وصد سالہ منزل دور شد'' نیز ایک کامل بزرگ فرماتے ہیں: ''جو دم غافل وہ دم کافر''

ایسے ہی عالم کامل کی تعریف ''اَلْعَالِمُ الْعَارِفُ'' سے کی گئی ہے جو علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین کے درجات سے واقف رہتا ہے،'' وَالْعَاقِلُ تَكْفِیْهِ الْإِشَارَةُ'' عاقل کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

گر قلب مستقیم ہے ہوتی ہے تجلی
مانا کہ میں موسیٰ نہیں موسیٰ کی دعا ہوں
ہوتی ہے نیستی سے ہی پیدا یہ راہِ نیست
میں خود ہی نیستی میں عبادت کا صلہ ہوں

(عارف القادری)

اے کنارے پر کھڑے ہو کر سمندر کی گہرائی کو دلائل سے ناپنے والے! کیوں سانسوں کو ضائع کرتا ہے غوطہ زن تیراک بن ممکن ہے کہ تیرے ہاتھ بھی وہ گوہرِ مقصود آ جائے جس کے لیے تیری تخلیق ہوئی ہے۔ کیا تو نے وہ حکایت سنی ہے کہ ایک نحوی نے ملاح سے کہا اے ملاح یہ تری کشتی بہت اچھی ہے، اور یہ تیرا کشتی کا کھینا بھی بہت

خوب ہے۔ لیکن ذرا یہ تو بتا کیا تو نے اس کام کے ساتھ علمِ نحو بھی سیکھا ہے؟ ملاح نے کہا نہیں! نحوی نے برجستہ کہا تو سمجھ تو نے آدھی عمریوں ہیں بیکار ضائع کردی! بے چارہ ملاح خاموش کشتی چلا رہا تھا کہ سامنے بھنور ابھر کر آتا دکھائی دیا فوراً ملاح نے نحوی سے کہا کہ اے نحوی صاحب کیا تمہیں تیرنا بھی آتا ہے؟ نحوی نے کہا نہیں! ملاح نے کہا اے نحوی صاحب تم نے تو تمام عمریوں ہی برباد کردی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ'' (سورۃ ص، پ۲۳، آیت۷۲) ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی...... اس قول وعطا کے باوجود اربعہ عناصر کی کثافت سے تو آزاد نہ ہو سکا یہ ازلی شقاوت نہیں تو اور یہ کیا ہے؟

☆☆☆

فصل سوم

حقیقتِ ذکر لسان:

''مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ فَقَدْ كُلَّ لِسَانِهٖ'' جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی......زبان کی یا ذکرِ زبان کی ویسے بھی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی، جب تک کہ زبان کی تائید میں دل گواہی نہ دے اس لئے بروز قیامت زبان پر تالا لگا دیا جائے گا کیوں کہ زبان کی ایک رخی گواہی مقبول نہیں ہوتی! جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا يَكْسِبُوْنَ﴾ (سورہ یٰسین، پ۲۳) قیامت کا دن وہ دن ہوگا کہ جس دن ہم لوگوں کے منہ پر تالا لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بات کریں گے اور ان کے پیر گواہی دیں گے ان چیزوں کے بارے میں جس کا انھوں نے ارتکاب کیا ہے......اے اللہ کے نیک بندے پہچان تو جس کا ذکر کرتا ہے وہ مذکور شہ رگ سے بہت قریب ہے۔ یا اس طرح پہچان کہ وہ تیری سانس میں ''هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ'' بھی ہے، ممیت بھی ہے، حیات اور موت کا معطی بھی ہے! فهم من فهم!

اور اگر تو اس بات کو سمجھ چکا ہے تو اس حدیث پاک پر مکمل عمل پیرا ہو جا ''لَا

تُكَلِّمُوْا كَلَامُ الْحِكْمَةِ عِنْدَالْجَاهِلِ'' ترجمہ حکمت والا کلام جہلاء کے سامنے بیان نہ کرو......تاکہ وہ کچھ کا کچھ سمجھ کر یا سمجھ گیا تو دین کو دنیا کمانے کا سامان سمجھ کر فروخت کرنا شروع نہ کردے۔ نیز حدیث نبوی ﷺ ہے ''مَنْ شَرَحَ اَسْرَارَ الرَّبُوْبِيَةِ فَقَدْ كَفَر'' جس نے ربوبیت کے اسرار کو جاہلوں پر فاش کیا وہ کافر ہے۔

اے طالب اللہ! ہوش کی دوا کر بحرِ توحید کا شناور تیراک بن یا کسی ماہر استاد کی شاگردی اختیار کر ممکن ہے کہ تو اللہ کی توفیق سے منشاء خداوندی کی تکمیل کا تقاضہ پورا کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ورنہ تیری جان کا محبوب جس بزمِ نور میں جلوہ فرما ہے وہاں تک تیری رسائی ناممکن ہو جائے گی۔

ہر کہ کُن را یافت کنہ از کن کشا
جملہ او الہا م باید از خدا

جس نے کنہِ کُن کو پالیا تو اس پر کُن کے سارے عقدے کھل جائیں گے، وہ اللہ کی طرف تمام معاملات میں الہام سے رہبری حاصل کرے گا۔

کنہ کن کیا ہے؟

کنہ کے "ھو" سے کن کے ''ن'' کو پہچان، کہ یہ ازل کا راز ہے، کن کیا ہے؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے ہے۔ سخن کن کیا ہے؟ محمد رسول اللہ سے ہے اور نور ذات محمدی ﷺ ہی ما کان و ما یکون کا سرچشمہ ہے اور جب تک سالک کنہ کن کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا تب تک نہ وعدۂ الست یاد آتا ہے اور نہ قربِ خداوندی کا حصول ہوتا ہے۔

فرض اولین کیا ہے؟

وعدۂ الست کا وفا کرنا ہے۔ لہٰذا وعدۂ الست کے مطابق واپس جانا ہر انسان پر فرض ہے ورنہ ارواحِ ازل کے روبرو سوائے ندامت اور شرمندگی کے تیرے پاس کیا رہ جائے گا، اے عشق تیرا شکر گذار ہوں کہ تو کتنا مہربان ہے جو مجھ پر دن رات ھُوْ کی ضربات کے کوڑے برسا کر مجھے بیدار رکھا اور دریائے وحدت کے راز سے آشنا کردیا۔ اے طالب اللہ رحمت خداوندی سے مایوس نہیں ہونا چاہئے چونکہ مایوسی اور ناامیدی کی سخت ممانعت کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (سورۂ زمر پ۲۴، آیت ۵۳) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف فرمائے گا...... کیا ہوا اگر سفر کٹھن ہے کہ کمر ہمت باندھ، تنگ اور تاریک راستے سے چوری چھپے گذرنے کی کوشش کر کہ شاید تو کامیاب ہوجائے۔

جانتا ہے یہ رحمت الٰہی کیا ہے؟

یہ وہی ہے جو شہ رگ سے قریب برس رہی ہے، یا یہ وہی ہے جو تیری گنتی کی سانسوں میں پیامِ الٰہی کے نغمات سنا رہی ہے۔ اے طالب اللہ اگر تو عاشق ہے تو اس دریائے رحمت میں غوطہ لگالے اور گوہر مقصود کا حقدار بن جا! اے طالب اللہ کیا تو جانتا ہے کہ اس دریائے معرفت میں اک درِّ یتیم بھی ہے کہ جس سے چاند اور سورج روشنی کی خیرات لیتے ہیں۔ وہ اگر ہاتھ آجائے تو پھر کیا پوچھنا! تیری تقدیر کے قربان جائیں کہ

تو "اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ" جب فقر تمام ہوجاتا ہے تو وہی اللہ ہے...... کے مقام پر رفتہ رفتہ پہنچ جائے گا۔ انہیں مقامات کے متعلق حضرت شیخ ابو سعید خرازؒ "فرماتے ہیں بندہ حقیقتِ بندگی کو اس وقت پہنچتا ہے جب اپنے فعل بندگی کو نہیں دیکھتا اور اپنے فعل کے دیکھنے سے فانی ہوتا ہے اور فضل حق کے دید سے باقی ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے تمام معاملات کی نسبت حق تعالیٰ سے ہوجائے نہ کہ خود اپنے ساتھ اور نیز یہ بھی فرمایا! کہ ایک وقت مَیں اسے ڈھونڈتا تھا خود کو پاتا تھا، اب خود کو ڈھونڈتا ہوں اسے پاتا ہوں جب تو اسے پالیتا ہے آزاد ہوجاتا ہے اور جب آزاد ہوجاتا ہے اسے پالیتا ہے، جب وہ ظاہر ہوتا ہے تُو نہیں ہوتا جب تُو نہیں ہوتا وہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں جب حق سے پیوستہ ہوا، خود سے آزاد ہوا اور خود سے آزاد ہو کر حق سے پیوستہ ہوا، ان میں سے کیا پہلے ہوتا ہے خدا جانتا ہے" (مرأۃ الاسرار ص: ۳۵۴) علامہ اقبال اس مضمون کو بشکلِ اشعار کافی خوبصورت بندش میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

کرا جوئی کرا در پیچ و تابی   کہ او پیداست تو زیر نقابی
تلاش او کنی جز خود نہ بینی   تلاشِ خود کنی جز او نیابی

تو کہاں کہاں تلاش کرتا ہے اور کیوں الجھن اور پیچیدگی میں رہتا ہے اس لئے کہ وہ (ذاتِ باری) تیرے زیر نقاب ظاہر ہوتی ہے، اگر تو اسے تلاش کرے گا اپنے علاوہ کچھ نہ دیکھے گا اور جب تو خود کو تلاش کرے گا اس کے علاوہ کچھ نہ پائے گا۔

حق نور ہے اور نور کا مظہر ہے آدمی
انساں کے سوا کون امانت میں کھرا ہے
اک آخری زنار ہے ٹوٹے تو بتاؤں
میں خود سے نکل جاؤں بس آگے خدا ہے

(عارفؔ القادری)

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکالی دیکھ لی

قرب وبعد کیا ہے؟

کور چشم کوتاہ نظر فراق کے بُعد میں رہتے ہیں اور مقربان حق پر طنز وتنقید کرتے ہیں کہ اب کوئی خدا رسا نہیں ملتا! ارشاد باری تعالی ہے: ﴿اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَامُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلاً وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۶۸) شیطان تمہیں محتاجی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا "نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فَقْرِ الْمُکِب" ہم منہ کے بل گرا دینے والے فقر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ فقرِ شیطانی اضطراری اور منہ کے بل گرا دینے والا ہوتا ہے، جب بدنصیب سالک اس مقام میں آجاتا ہے تو فحاشی میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ فحاشی کیا ہے؟ ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ

اتَّقٰی﴾ (پارہ ۵) اے میرے حبیب ﷺ آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا سرمایہ بالکل مختصر ہے اور آخرت بہتر ہے متقی و پرہیزگار کے لئے ......اس ارشاد ربی کے مطابق دنیا کی پونجی تھوڑی سے ہے اور قلیل سے مراد حیض آلودہ کپڑا بھی ہے کہ دنیا ایک حیض والی عورت کی مانند ناپاک ونجس ہے، جس کی محبت میں سالک اپنا منہ کالا کر لیتا ہے اور دائمی بُعد کی اندھیرے غار میں غائب ہو جاتا ہے۔

قرب الٰہی کیسے حاصل ہوتا ہے:

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ﴿مَنْ اَرَادَ الْعِبَادَۃَ بَعْدَ الْوُصُوْلِ فَقَدْ کَفَرَ اَشْرَکَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی﴾ وصل کے بعد جس نے عبادت کا قصد کیا وہ مشرک ہے، کیونکہ قرب سے افضل ذکر کو سمجھا اور جاننا چاہئے کہ تمام عبادات واذکار صرف مشاہدہ الٰہی اور قرب الٰہی کے لئے ہیں۔ اے قرب کے شائق سالک تیرا محبوب تیرے وجود کے جبے میں پوشیدہ ہے اور وہ قریب ہے دور نہیں کیونکہ اپنی بصارت پر تو خود پردہ بن کر پڑا ہوا ہے۔ ذرا اس پردے کو الٹ دے اور دیکھ کہ وہ تیرے دل میں جلوہ فرما ہے۔ کما قال تعالیٰ: "وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" (سورۂ زاریات، پ ۲۶، آیت ۲۱) وہ تمہاری جانوں میں ہے تم دیکھتے کیوں نہیں؟ مگر افسوس کہ تجھے نہ دل کی خبر ہے نہ دل کو تلاش کرنے کا سلیقہ حاصل ہے۔ بہتر ہے کسی پیر کامل کے دامن سے وابستہ ہو جا تا کہ تجھے تیرا پیر تیرے اندر تیرے گمشدہ اثاثہ کا پتہ بتا دے۔ اس لئے کہ پیر ہی وہ رہبر و معالج ہے جو راستہ کے ہر مرض کا علاج کر سکتا ہے، فرمان

نبوی ﷺ ہے ''اَلشَّیْخُ یُحْیِ الْقَلْبُ وَیُمِیْتُ النَّفْسَ'' شیخ کامل قلب کو زندہ کرتا ہے اور نفس کو مردہ وہ اندر ہے تُو باہر ہے وصال کیسے میسر آئے؟ پتہ نہیں لوگ کب سے کہاں، کہاں بھٹک رہے ہیں کہ انہیں خدا ملے مگر ان نادانوں کو نہ دل کی خبر ہے نہ روح کا پتہ ﴿مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ﴾ میں غور کر ھُو سے ھُو کو پہچان تا کہ تو ''رأیتُ ربّی بربّی'' میں نے رب کو رب سے دیکھا...... کے مقام پر آجائے۔

دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال
اور قربت کا یہ عالم کہ رگِ جاں سے قریب
وہ میرے دل میں میری جان وجگر میں رہتے ہیں
میرے آقا میری چشمِ تر میں رہتے ہیں

(شیخ الاسلام اخترؔ)

کچھ لوگ ذکر کی محفلیں، جلسے، حلقے سجالیا کرتے ہیں، ذکر جلی اور ضربِ جلی سے خود تو جاگتے ہیں اور بچوں، بوڑھوں اور بیماروں کو بھی سونے نہیں دیتے۔ آخر کار ایک لاحاصل محفل لمبی چوڑی دعاؤں والی فاتحہ خوانی کے بعد اختتام پذیر ہوتی ہے، نہ یہ پیری ہے نہ فقیری۔ یہ فقیری نہیں کہ بہتی ندی کا رخ موڑ دیا، یا روک دیا، یا پانی پہ چل کر پار اُتر آیا ہوا میں مچھر کی مانند اڑ کر منزل تک پہنچا بلکہ فقیری یہ ہے کہ نہ دل محبوب سے جدا ہو نہ محبوب دل سے!

اے نیک نام عوام میں مشہور اللہ کے بندے! مانا کہ تو عالم ہے فاضل ہے مفتی ہے قاضی ہے خطیب ہے نمازی ہے روزہ دار ہے تو کیا ہوا؟ یہی تو تیری شہرت

کے اسباب اور گواہ ہیں اس لئے تو جہنم سے خائف ہے اور جنت کا حریص ہے یہ تمام اوصاف مراتبِ حقہ نہیں جھوٹی دنیا کو حاصل کرنے کے لئے ایک دلچسپ بازی گری ہے، حقیقی مرتبہ تو ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' ہے یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ...... کے مقام سے گذر کر وصالِ خدا حاصل کرنا ہے۔ ہزاروں کتابیں پڑھا، علوم وفنون میں مہارت حاصل کیا، سب کچھ پایا مگر تجھے حضور دائمی یا سرورِ قلبی اور مراقبہ، مکاشفہ، مشاہدہ حاصل نہیں، تو لے جا ان کتابوں کو دریا برد کر دے کہ یہ تجھے تیری اصل منزل کا پتہ بھی نہ بتا سکے اور تو اندھے کا اندھا ہی رہا۔ ''مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا'' (سورۃ بنی اسرائیل، پ۱۵، آیت ۷۲) جو شخص دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا (کیونکہ) وہ راستہ سے بھٹکا ہوا ہے۔

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ

علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ

(علامہ اقبالؒ)

دل ونظر کی کہاں تربیت ہے مکتب میں
یہ دل ازل سے ہے بیمارِ خانقاہ مرا

(عارفؔ القادری)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴾ (سورۂ کہف، پ۱۵، آیت ۲۸) اے میرے محبوب ﷺ! آپ اپنے کو روکے رکھئے ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں جو اسکے مکھڑے کا ارادہ کرتے ہیں (جیسی اس کی شان ہے) اور آپ کی آنکھیں ان کے علاوہ دوسرے پر نہ پڑیں کیا آپ دنیوی زندگی کا سنگھار چاہتے ہیں اور اس کی بات پر نہ چلئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کیا اور حد سے تجاوز کر گئے۔

اسلام اور اہلِ اسلام:

اے طالب اللہ! آج کا اسلام فرقہ بندی جماعت بندی کے بھیانک روگ میں مبتلا ہو کر ICU میں نظر آ رہا ہے، جب کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں مکمل دینِ اسلام عطا کیا تھا ''اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا'' (سورۂ مائدہ پ۶، آیت ۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کیا اور راضی ہوا میں بنام دین اسلام ...... یہ دینِ اسلام اللہ کی جماعت ہے! یہ دینِ اسلام رسول اللہ ﷺ کی جماعت ہے! یہ اللہ کا فرض کیا ہوا دین بھی ہے جماعت بھی ہے! اور یہ رسول اللہ کی سنتوں کی جماعت

بھی ہے! تو پھر جماعتِ خداوندی کے، جماعت محمدی ﷺ کے ہوتے ہوئے یہ جماعت در جماعت یا جماعت بندی یا فرقہ بندی کی ضرورت آخر کیوں پیش آئی؟ کیا یہ خدا و مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ بغاوت نہیں ہے! کیا آج کے سلگتے دہکتے حالات امت مسلمہ پر عتابِ خداوندی کا پیش خیمہ نہیں ہیں؟ کہ ہم بے سبب ہلاک ہوتے جا رہے ہیں اور امت مسلمہ زوال پذیر ہوتی جا رہی ہے! کیا یہ اللہ اور رسول پاک ﷺ کے دین یا جماعت کے خلاف ورزی کا خمیازہ نہیں ہے! جو آج ساری ملت اسلامیہ بھگت رہی ہے۔ غلط افکار، غلط نظریات، فروعی اور اصولی ٹکراؤ کے نام پر قلبی اختلافات اور لعن طعن کو جنم دے رہے ہیں! یہ سنی ہے، وہ شیعہ ہے، یہ وہابی ہے وہ اہلِ حدیث ہے، یہ خارجی ہے، وہ رافضی ہے! افسوس صد افسوس! یہ دلوں کو جلانے والے زمینی فسادات ایک دن زمین پر ہی ختم ہو جائیں گے، مگر حقیقی مقام تو ان تمام دنیوی شاخسانوں سے دور ہو کر دریائے رحمت و معرفت میں داخل ہونا ہے۔ جو فسادِ مکان سے نہیں دار الامان یا لامکان سے تعلق رکھتا ہے، کارِ حقیقی عظیم ہے مگر نادان الجھ گئے غیر ضروری معاملات میں، اور فقہی مسائل میں۔

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

(علامہ اقبالؔ)

فقہ کیا ہے؟ علم اور عقل کی میراث ہے پس علمی و عقلی میراث پر اپنا حق ثابت

کرنے کی تگ ودو میں ہزاروں لوگ حقیقی ودائمی فرض کے ادا کرنے سے محروم رہ گئے۔

ہم فقیر اچھے ہیں نہ بے جان نمازوں کا اثاثہ رکھتے ہیں، نہ بے روح روزوں کی تشنگی رکھتے ہیں! نہ چھلے چھٹی والے اوراد و وظائف کی بے حال فہرست رکھتے ہیں! نہ تسبیح کی مالا رکھتے ہیں نہ کوئی آگے بھیجے جانے کے نام پر لالچی توشہ رکھتے ہیں بلکہ ہم اپنے آقا و مولا نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے اس فرمان پر گہری نظر رکھتے ہیں "اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَاتٍ وَكُلُّ نَفْسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ فَهُوَ مَيِّت" جو سانس بھی یادِ الٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے بلکہ مردہ دل اور مردہ دین ہے۔

نیز آقا و مولیٰ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "اَلْفَقِيْرُ لَايَلْتَفِتُ اِلَى الدُّنْيَا وَلَايَرْضٰى بِالْعُقْبٰى يَكْفِي بِالْمَوْلٰى اِلَّا بِالْمَوْلٰى" ترجمہ: فقیر دنیا کی طرف التفات نہیں کرتا اور نہ عاقبت پر راضی رہتا ہے، اور وہ ماسویٰ اللہ کسی چیز پر کفایت نہیں کرتا۔ اور فرمان الٰہی "وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" (سورۃ طلاق، پ ۲۸، آیت ۳) جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ ہی اسے کافی ہے...... پر مکمل عمل کرتا ہے اور حدیث پاک "مَنْ لَهُ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلُّ" کی زندہ تصویر بن جاتا ہے، تاکہ اللہ کی محبت اور اس پر توکل کرنے کا تقاضہ پورا ہو جائے۔

جاننا چاہئے کہ دین و دنیا دو سگی بہنوں کی مانند ہیں شریعت محمدی ﷺ میں بیک وقت دو بہنوں کے ساتھ عقد جائز نہیں ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَاقَدْ سَلَفَ﴾ (سورۃ النساء، پ ۴) اور دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے مگر وہ معاملات جو گذر چکے) لہٰذا جس نے دنیا کو پسند کر لیا اس کے ہاتھ سے دین نکل

جاتا ہے اور جس نے دین کی پابندی کی اس پر دنیا کی زینت حرام ہو جاتی ہے۔

نیز آقا علیہ السلام کا فرمان ہے: "اَلدُّنْيَا حَرَامٌ عَلٰى طَالِبِ الْعُقْبٰى وَالْعُقْبٰى حَرَامٌ عَلٰى طَالِبِ الدُّنْيَا اَلدُّنْيَا وَالْعُقْبٰى حَرَامٌ عَلٰى طَالِبِ الْمَوْلٰى" دنیا حرام ہے عقبیٰ کے طالب پر اور عقبیٰ حرام ہے دنیا کے طالب پر دنیا اور عقبیٰ دونوں حرام ہیں مولیٰ کے طالب پر، یہ طلب اور یہ طالب یہ پیر یہ مرشد آج کے دورِ پرفتن میں جنت اور حوروں کی تسلیوں سے فریب کھائے بیٹھے ہیں۔ کیونکہ تمام کے تمام ناقص ہوسِ دنیا کے شکار ہیں۔ جب اللہ کی یاد آ گئی تو مسجد میں رسماً دل کو بہلانے کے لئے چلے جاتے ہیں، اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم بھی نمازی بن گئے، یہ خشک نمازی کیا جانیں؟ کہ جس کی جان میں عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے وہ بھوکے پیاسے خلوت میں اپنی جان محبوب کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ان کو کیا غرض کہ اللہ جل شانہ عرش پر جلوہ نما ہے یا خانۂ کعبہ میں موجود ہے؟ ایسے لوگ نہ اکتسابِ علم فیض میں خدا کو ڈھونڈتے ہیں نہ کتابوں کے انبار میں نشانِ امتیاز تلاش کرتے ہیں کیونکہ خدا مذکورہ مقامات میں کہیں بھی نہیں ملتا! اگر خدا ملتا ہے تو پیر کی توفیق سے حاصل کردہ دل میں ملتا ہے۔

مری جاں تو ہے میری آرزو تو
یہ میرا تن نہیں کعبہ ہے تیرا
میرے وہم وگماں سے دور ہے تو
مگر دل میں رخِ زیبا ہے تیرا

(عارفؔ القادری)

رَأَيْتُ رَبِّيْ فِيْ قَلْبِيْ :

اس حدیث پاک میں قلب اور دیدار خداوندی کا ذکر کیا گیا ہے اب جسے قلب کا پتہ ہی نہیں وہ بے چارہ زبانی اقرار میں، علم میں، نماز میں، روزہ میں، نیک اعمال میں، حج میں، کعبہ میں، طواف میں، مساجد میں، اذکار میں، افکار میں، اشغال میں، اعمال صالحہ میں، تلاوتِ کلام پاک میں،، عقل میں، نہ جانے کہاں کہاں خدا کو ڈھونڈتا ہے! اب خدا ملے تو کیسے اور کہاں ملے؟ ایک عام آدمی کی کیا بساط جب کے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم وجلیل القدر بزرگ نے فرمایا کہ ”میں مکمل تیس سال جنگل جنگل صحراء صحراء خدا کی تلاش میں بھٹکا مگر خدا کہیں بھی نہیں ملا۔ کیونکہ یہ تلاش خود سے باہر کی تھی۔

جاننا چاہئے کہ جب ماسوی اللہ کچھ بھی نہیں تھا جب وہی اول وہی آخر تھا وہی باطن وہی ظاہر تھا، اور جو کچھ ماسوی اللہ ہے یعنی اٹھارہ ہزار مخلوقات وہ کہاں تھے؟ اللہ ہی کے علمِ باطن میں تھے۔ اب، جب، تب، کیوں، کیا، کیسے، نہ علم، نہ عقل، نہ سوال، نہ جواب، یہ سب کچھ بھی نہیں تھا۔ تو اللہ ہی اللہ تھا اور وہ ظاہر تھا، اور جب مخلوقات کا اظہار ہوا تو اللہ باطن میں باطن ہو گیا کیوں کہ وہ ایسا ہے جسے غیر اللہ کا ظاہر دیکھ نہیں سکتا، اسی راز کی طرف حضور غوث الصمدانی حضرت میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جو شخص اپنے باطن میں سفر نہیں کرنا چاہتا اللہ اس کو ظاہر کے سفر میں الجھا کے رکھ دیتا ہے جیسے نماز روزہ زکوٰۃ وحج وغیرہ وغیرہ“۔

گر خواہی خدا را فاش بینی ☆ خودی را فاش تر دیدن بیاموز

اگر تو خدا کو بے حجاب دیکھنے کا مشتاق ☆ تو خودی کو بے حجاب دیکھنے کا ہنر سیکھ

ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر
یہ ذکر نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرور
تیری خودی کے نگہبان نہیں تو کچھ بھی نہیں

(علامہ اقبال)

عرفان ذات حق:

اے طالب اللہ! اگر تو عرفانِ ذات حق چاہتا ہے تو کسی عارف باللہ پیر کی محبت کاملہ اختیار کر تا کہ وہ تجھے وہ آنکھ عطا کرے جو ہر سانس میں اس کا دیدار کرتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ اگر تو نے عرفانِ حق سے محروم رہا تو دونوں جہان میں محروم رہا اور اگر تو عرفان حق حاصل کیا جو تیرا حق ہے تو تُو کامیاب رہا اور سمجھ لے تیری تخلیق کا منشاء پورا ہو چکا ”حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ افضل ترین عبادت کونسی ہے؟ تو فرمایا ہر دم اللہ کو نگاہ میں رکھنا“ (رسالہ قشیریہ ۴۵۵)

اے اللہ کے نیک بندے! موت تو زندگی کا دوسرا رخ ہے اس کو تو آنا ہی ہے جان کو جانا ہی ہے تو بازیٔ عشق کھیلنے میں تجھے عار کیوں ہے؟ اسے نادان غافل انسان! تو نیک نام، پرہیزگار، متقی، عرفی صالح ہوا تو کیا ہوا؟ تجھے ملا تو کیا ملا؟ ایک سستی شہرت! یہ تو ابلیس کا طرۂ امتیاز ہے جو اسے آسمانوں میں حاصل تھا! یہ وہی شہرت ہے جو مراتب

سے گرا کر ابلیس کو زمین پر لا ٹکایا۔ اصل کام تو معرفتِ ذاتِ حق حاصل کرنا ہے۔ اور اگر عین فرض سے رہ گیا تو یہ ذکر واذکار، یہ اوراد وظائف، یہ نماز، روزہ، محض نام ونمود اور کفایت رزق کا سبب بن جائیں گے۔ مکہ گیا، مدینہ گیا، کربلا گیا، پچاسوں حج کیا، معرفتِ حق حاصل کئے بغیر جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آ گیا تو یہ اسراف اور صرف سیر وتفریح ہے۔ حاجی صاحب کی سریلی اذانیں ممکن ہے امام مسجد کو پسند آ جائیں، مگر جاننے والے جان لیتے ہیں کہ سریلی آواز میں کیا نیت پوشیدہ ہے۔ چونکہ عالمِ ظاہر کی نظر انسان کی، ظاہری صورت اور اعمال پر ہوتی ہے اور اہلِ نظر کی نظر اس کے قلب و باطن پر ہوتی ہے۔ لہٰذا یہی وہ طبعی وقت اور عمر ہے جس میں کچھ کیا جاسکتا ہے۔ خانۂ دل پہ نظر کر معشوقِ معرفت کا فقط اک یہی مقام ہے۔

دیکھ لے باطن کو ظاہر، بند آنکھیں کھول کر
ہر طرف ہے اس کے جلوے آدمی انجان ہے
قلب اگر مردہ ہوا تو ذکر مردہ ہوگیا
رکھ نظر تو قلب پہ عارفؔ یہی ایمان ہے

اے طالب اللہ ! جانتا ہے "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" مرنے سے پہلے مرنا کیا ہے؟ بس "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" ہے۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے...... جیتے جی اس ظالم نفس کی چمڑی اُدھیڑ دے اور بری ہوجا کہ یہی عین حیات ہے، اور یہی عشق کا تقاضہ ہے کہ تو خود سے مردہ خدا سے زندہ ہوجا !

حیات اور موت کیا ہے؟

حیات کا دوسرا رخ موت ہے اور موت کا پہلا رخ حیات ہے اگر ان دونوں کو جدا کر دیا گیا تو انجام بھی جدا جدا ہوگا اس سے تو بہتر یہ ہے کہ حیات کو موت میں موت کو حیات میں تحلیل کیوں نہیں کر دیتا؟ کہ نہ زندگی کا تصور ہی رہے نہ موت کا خدشہ، یا حیات وموت کو ایک کر کے وہ کیوں نہیں حاصل کرنا چاہتا جسے حیاتِ ابدی کہتے ہیں۔

حصول حیات ابدی:

حیات ابدی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب جینا اور مرنا ایک ہوجائے! زندگی اور موت متحد ہوجائے یہ بات کس طرح حاصل ہوسکتی ہے؟ جاننا چاہیے کہ یہ مقام صرف اسمُ اللہِ ذات کے تصور سے حاصل ہوتا ہے۔

اسمُ اللہِ ذات کیا ہے؟

یہ وہی ہے جو شہہ رگ سے قریب تیرا اندکور ہے یہ شہہ رگ کیا ہے؟ وہی جو تجھے ہر لحہ نئی زندگی اور توانائی بخش رہی ہے! یہ زندگی کیا ہے؟ یہ زندگی وہی ہے جسے اسم اسمُ اللہِ ذات کا نور کہتے ہیں، اسمُ اللہ ذات کا نور کیا ہے؟ نعمتوں کا دسترخوان ہے جس پر تو بیٹھ کر لذائذ میں مبتلا ہے۔ اے طالب اللہ! موت اور حیات اس وقت ایک ہوجاتے ہیں جب پورے تصور کے ساتھ اسمُ اللہ کا ذکر کیا جائے۔

ذکر اللہ سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

ذکر اللہ اور تصور اسمُ اللہِ سے ذات انسانی کے نور کو تحریک ملتی ہے اور عشق

ذات انسانی کو عینِ ذات حق میں اس طرح تحلیل کرتا ہے جیسے شِیر میں شکر! شکر نظر بھی نہیں آتی اور دودھ کا ذائقہ بھی بدل دیتی ہے۔ اس مقام پر نہ راہ ہے، نہ منزل ہے، نہ وقوف ہے، نہ سکوت، نہ قرب ہے نہ بعد۔

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں
(علامہ اقبالؒ)

اقسام ذکر:

اقسام ذکر سات ہیں مگر دو مشہور ہیں، ایک جلی دوسرا خفی یعنی ایک لسانی دوسرا قلبی جب جلی اور خفی ایک ہوجاتے ہیں یا زبان قلب اور قلب زبان بن جائے تو اسم ھُوْ کی آگ سے عشق پیدا ہوتا ہے، اس راز کو مرشد کامل سے سمجھنا چاہیے ورنہ من مانی اپنی سی بے سود کوشش سے دماغ کی نسیں پھٹ کر دیوانہ پن یا موت واقع ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ عشق وہ ہوتا ہے جو عاشق کی جان میں شب و روز آگ جلائے رکھتا ہے یہ تپش ہی عاشق کی زندگی کی روح رواں ہوتی ہے۔

فصل چہارم

میرا مُرشِد

میرا مرشد شاہ ولی اللہ ابن شاہ محمد قادری ہمدانی ہے جو شاہوں کا شاہ ہے، میرا پیر دستگیر ہے، میرا پیر پیروں کے پیر حضرت میراں محی الدین جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے رازوں کا راز ہے، میرا پیر وہ ہے جسکی قبر بھی زندہ ہے! میرا پیر وہ ہے جو اپنے دربارِ قبر سے امانتیں تقسیم کرتا ہے! میرا پیر روحانی خضر ہے جو اپنے مریدوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ میرا پیر لاھوتی شہباز ہے جو خدا کے محبوب نبی ءکریم احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کے محبوب غلاموں میں سے ہے۔ (راقم الحروف فقیر عارف القادری کی ازلی تمنا ہے کہ وصالِ حبیب نصیب سے زیادہ میسر آئے)

میں یہاں پردیسی ہوں میرا دیس محبوب آباد ہے۔ مجھے وہاں جانا ہے جہاں میرا مرشد بستا ہے۔ میرا مرشد میرا ہادی و رہنماء ہے، میرے مرشد نے مجھے مسلمان بنایا اور کلمہ پڑھایا ہے کلمہ کیا پڑھایا کہ مجھے کلمہ بنا دیا۔

اے طالب اللہ! کیا تو نہیں جانتا ہے کہ ''مَنْ لَاشَیْخَ لَهٗ لَادِیْنَ لَهٗ لَادِیْنَ لَهٗ لَاعِرْفَانَ لَهٗ لَاعِرْفَانَ لَهٗ لَامَوْلٰی لَه'' جس کا پیر نہیں اس کا دین نہیں جس کا دین نہیں اس کو عرفان نہیں جس کو عرفان نہیں اس کا خدا ہی نہیں ۔

میرا مرشد باطنی سماعت اور بصارت عطا کرتا ہے میں بغیر کان کے سنتا ہوں، بغیر آنکھ کے دیکھتا ہوں میں کیا بتاؤں کہ میرا مرشد کیا ہے؟ وہ سامنے نہیں مگر میں اسے دیکھ رہا ہوں! وہ کچھ نہیں کہتا مگر میں اسے سن رہا ہوں کہ وہ مجھ سے بہت کچھ کہتا ہے! یہ بن دیکھے، یہ بن سنے، یہ کہنا سننا بھی عجیب کہنا سننا ہے اس راز کو اہل دل کے سوا کون جانتا ہے۔

نفس وشیطاں کے خبائث جاننا ہے گر تجھے
در پہ میرے پیر کے آ پیر میرا پیر ہے
پیر ہو سکتا نہیں ہر گز سخن کا مبتلا
کُـنْ سے ہے ہر بات جس کی وہ ہمارا پیر ہے

(عارفؔ القادری)

اے طالب اللہ! وہ زبان وہ آنکھیں وہ تن رکھنا چاہیے کہ ہر طرف مرشد ہی مرشد جلوہ آراء ہو۔ جانتے ہو میرا مرشد مجھے زندگی اور موت کے فرق والے فاصلے پر ملتا ہے، لیکن وہ میری جان میں رچ بس کر میری جان بن گیا ہے۔ میرے باہر وہ اوجھل ہے مگر میرے اندر جلوہ افروز ہے۔ میرے مرشد نے مجھے اِسمُ اللہ کی تعلیم صرف الف سے دی ہے۔ کہ میں صرف اور صرف عالمِ "الف" ہوں اور "با" سے بس کر چکا ہوں۔ یہ الف کیا ہے؟ راہِ معرفت کا اول اور آخری مقام ہے، میرے مرشد نے مجھے الف سے "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ" (سورۃ ق، پ۲۶، آیت ۱۶) ہم تیری

شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) کے راز سے آشنا کر کے تمام "من وتُو" کے جھگڑے نپٹا دیئے ہیں۔

مرشد مثل غسال ہے:

اے طالب اللہ! میں زناری تھا اور میرا اعناصر کا چوغا تین سو ساٹھ زناروں کے جال میں الجھ چکا تھا، یعنی میں ناپاک تھا میرے مرشد نے چن چن کر ایک ایک زنار توڑ کر مجھے آزاد اور پاک کیا ہے ! میرا مرشد میرا ظاہر نہیں میرا باطن ہے فھم من فھم ۔ میرے مرشد نے مجھے عشق کی آگ میں تپا کر بے عیب کندن بنا چکا ہے اب میں محبوب کے گلے کا ہار بننے کے لائق ہو چکا ہوں تا کہ محبوب سے کبھی جدا ہی نہ رہوں۔

مرشد بابِ رحمت ہے:

میرا مرشد میرے لئے بابِ رحمت ونعمت ہے۔ میرے مرشد کا دیدار لاکھوں کروڑں حجّوں سے افضل ہے ! میرے مرشد کا دیدار حجِ اکبر ہے اس لئے ہر دم میں اپنے مرشد کا دیدار کرتا رہتا ہوں۔ تا کہ میرا حج ہر گھڑی تازہ وتابندہ رہے میرے مرشد نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (سورۃ اعراف، پ۹ آیت ۱۷۲) کی آواز میرے دل میں سنا دی ہے کہ میری روح ہر دم قَالُوْا بلیٰ کے نعرے لگا رہی ہے۔ میرے مرشد نے مجھے سخن کُن فَیَکُون کی سماعت کے لئے دو باطنی کان عطا کئے ہیں۔ میرا مرشد میری رگِ جان سے قریب ہے، میرا مرشد میری جان کی جان ہے! میرا مرشد وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو! میرا مرشد وہ ہے جس کا تصور راہِ خدا میں شرک نہیں بلکہ عین ایمان ہے میرا مرشد میرے

باطن میں حیُّ القیومُ کا مظہر ہے ''عقل مندرا اشارہ کافیست'' وہی میرا مولا ہے وہی میرا خضر ہے۔ وہی میرا آقا ہے۔ وہی میرا کعبہ ہے، اور میں حاجی ہوں کہ ہر دم ہر لحظہ میرا حج ہوتا رہتا ہے! میں ازل سے اپنے مرشد کا طواف کرتا آ رہا ہوں مگر میرا طواف کرنا کسی کو نظر نہیں آتا، اور اگر میں طواف نہ کرتا تو میرا حج ہی کیسے ہوتا؟ اور میں حاجی کب بنتا؟ میرا مرشد وہ ہے جس کی حضوری میں رہ کر کوئی ایک سانس بھی لے تو ایک حج کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اے طالب اللہ! میرا مرشد وہ ہے جو میری جان بن چکا ہے پھر بھی میں وصال کی تمنا رکھتا ہوں یہ جنون نہیں تو اور کیا ہے؟ مرشد عینِ حیات ہے اور جو بدنصیب مرشد سے بچھڑ گیا وہ مردہ ہے۔

دل تو ہے دارُالامن میں جان ہے دیدار میں
اس مکاں سے لا مکاں تک سارا جلوہ پیر ہے
لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کس لئے چھوڑا جہاں
کر کے فانی سے جدا باقی میں لایا پیر نے

(عارفؔ القادری)

حصولِ راہِ فقر کس طرح ممکن ہے؟

مرشد کی اجازت اور رہبری کے بغیر جو فقر میں کوشش کرتا ہے وہ کفر اور طاغوت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بے مرشد، مرشد بننے کی تمنا رکھنا خود فریبی ہے یا اس کو مرشد تسلیم کرنا جو مریدوں کو رات بھر جاگنے کی تلقین کر کے خود غفلت کی نیند سو جائے وہ اہلِ رسم

اور راہِ حق کا رہزن ہے۔ ایسے کے ہاتھ پر بیعت کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں! افسوس کہ مرشدِ حقیقی یا مرشدِ ظاہر و باطن سے نا آشنا لوگ شیخ و مشائخ بن بیٹھے ہیں، اس دوڑ میں علماءِ ظاہر پرست بھی شامل ہو چکے ہیں ہاتھوں میں صد دانہ تسبیحیں اور دلوں میں درہم و دینار کے انگنت سپنے لئے خدا جانے یہ اور ایسے لوگ کس چیز کو معرفتِ خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں۔ رنگین ملبوسات میں ملبوس، سروں پر عورتوں کی مانند گھنے اور لمبی لمبی زلفوں والے اور اگر اتفاق سے ٹوپی پہنیں تو وہ بھی کلغی دار یا عمامہ باندھیں تو لچھے دار! بے چاروں کے علم کی انتہاء مسلمانوں کی داڑھیوں پر ہوتی ہے کہ داڑھی کی مقدار اتنی ہونی چاہئے! اس کو داڑھی کہیں یا اور کچھ؟ ان کی متجسس نظروں میں داڑھی کیا ہے؟ کہ بس اک پیمانہ ہے جس سے ہر مسلمان کا اسلام ناپا جاتا ہے۔ ان کے علم میں بس مقدار پر پوری اترنے والی داڑھی ہونا چاہیے کیونکہ وہ مسلمان ہے۔ اس کے اعمال خواہ شداد نمرود فرعون ھامان سے بھی گئے گذرے کیوں نہ ہوں، ان حضرات کی نگاہوں میں وہ داڑھی اور داڑھی والا دونوں جنتی ہیں۔

ان حضرات کی نگاہوں میں داڑھی پر انگلی رکھنے والا یا انگلی اٹھانے والا فوراً کافر ہو جاتا ہے کیوں کہ داڑھی سنتِ رسول ہے اور سنتِ رسول کی توہین کفر ہے! بیشک کفر ہے! ہم پوچھتے ہیں! کیا صرف داڑھی ہی سنتِ رسول ہے! کیا لباس سنتِ رسول نہیں؟ کیا جینا مرنا سنتِ رسول نہیں؟ یا خود بھوکا رہ کر اوروں کو کھلانا سنت رسول نہیں؟ کیا پیٹ پر پتھر باندھنا اور بغیر حیلے بہانے کے حلال رزق کا انتظار کرنا سنت رسول

نہیں؟ کیا اللہ پر کفایت کرنا سنت رسول نہیں؟ کیا تہجد کے لئے راتوں کو جاگنا سنتِ رسول نہیں؟ کیا گالیاں سن کر صبر کرنا اوران کے حق میں دعائیں کرنا سنتِ رسول نہیں؟ کیا فقیری اور درویشی کی زندگی گذارنا سنتِ رسول نہیں؟ کیا مظلوموں کی حمایت کرنا سنت رسول نہیں؟ کیا بیماروں کی عیادت کرنا سنتِ رسول نہیں؟ کیا یتیم بچوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ رکھنا سنت رسول نہیں؟ کیا نادار بیواؤں پہ رحم وکرم کرنا سنت رسول نہیں؟ کیا ٹوٹی چٹائی پر سونا سنتِ رسول نہیں؟ کیا آپسی بھائی چارگی، رحمدلی، ہمدردی، سچائی، وفاداری، حیاداری، اور عیوب پر ستر پوشی کرنا سنتِ رسول نہیں؟ آقا علیہ السلام کی محبوب دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے کہ آپ اکثر یہ دعا فرماتے ﴿اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًاوَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ﴾ اے اللہ مجھے مسکینوں میں زندہ رکھ، مسکینوں میں موت دے، اور مسکینوں میں میرا حشر فرما......

کیا اس طرح کی دعا کرنا اور مساکین سے محبت کرنا اوران کے ساتھ رہنے میں خوشی محسوس کرنا سنتِ رسول نہیں؟ حتیٰ کہ سراپا حضور علیہ السلام کی پوری زندگی کے معمولات سنت ہی ہیں۔ مگر اللہ نے انہیں سنن میں سے بعض کو فرض بنایا بعض کو واجب اور بعض کو سنت کا درجہ دیا ہزاروں سنتیں وواجبات سے دستبردار ہو کر صرف ایک ہی سنت کی ادائیگی میں اتنی شدت کیوں؟ ''کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے'' ہم پوچھتے ہیں معاشرے میں مسلمان بیٹیوں کو جہیز کی لعنت میں مبتلا دیکھ کر چشم پوشی کرنا کونسا نیک عمل ہے۔ اس وقت سنت رسول کیوں یاد نہیں آتی ایسی ہزاروں سنتیں ہیں جن سے

صرفِ نظر کرتے ہوئے تمام کی تمام تر توجہ کا مرکز داڑھی ہی کو قرار دیا جاتا ہے یہ کونسا انصاف ہے؟''

تسبیح کے ماہر نے ولی خود کو کہا ہے ☆ دیکھیں تو ذرا اس کا خدا کون بنا ہے
تسبیح میں سو طرح کے اذکار گن چکا ☆ دانہ تو تیرے دل کا گھما ہے نہ پھرا ہے
گذرا ہے بوڑھا وقت تیرا ذکر خدا میں ☆ دولت پہ تو فرعون کی مانند فدا ہے
سب کچھ ہے ترے دل میں مگر نام حق نہیں ☆ اب سوچ ترے دل کا خدا کون بنا ہے
تیرا خدا تو لا ہے الٰہ تو نہیں ہے ☆ افسوس کہ نمرود کو جنت کا نشہ ہے

(عارف القادری)

داڑھی کی اہمیت:

مومن متقی کی داڑھی انبیاء اتقیاء اور اولیاء کی سنت ہے اور یہ سنت اللہ کی رحمت ہے کہ متقی مسلمان کے داڑھی کے بالوں سے رحمت کے فرشتے جھولتے ہیں۔ گویا کہ یہ داڑھی کے بال نہیں بلکہ رحمت کے فرشتوں کے جھولے ہیں، داڑھی، مرد کے دین کا ثبوت فراہم کرتی ہے داڑھی مرد میں حیا، وفا اور غیرت، حمیت، ومروت لاتی ہے۔ داڑھی مومن کے ایمان کی حفاظت میں معاون ومددگار ہوتی ہے۔ کیونکہ داڑھی رکھنے کے بعد انسان ہر صغیرہ وکبیرہ گناہ سے حتی الامکان باز آجاتا ہے۔ داڑھی نبی کریم ﷺ کی سیرت پر مکمل عمل کرواتی ہے۔ داڑھی اگر کالی ہے تو جوان کو وفادار حیادار بنا دیتی ہے، اگر داڑھی سفید ہے تو مرد کو بزرگ اور قابل احترام بنا دیتی ہے۔ وہ داڑھی ہرگز چہرے پہ اچھی نہیں لگتی جو اپنی اپنی جماعت کی نشاندہی کی علامت بن چکی ہو اور جس سے

فرقہ پرستی کوشہ مل رہی ہو ! یادرکھیئے کہ داڑھی نبی کریم ﷺ کے غلاموں کی نشانی ہے، غداران نبی کے چہرے پہ کس طرح زیب دے سکتی ہے! داڑھی نبی کریم ﷺ کے وفادار علماء فقہاء اور صوفیاء کے چہروں کی زینت ہے، اگر ہر کس و ناکس نے اپنی اپنی جماعت کو تقویت پہنچانے کے لئے چہرے پہ داڑھی سجا بھی لیا تو فرقہ بندی، یا جماعت بندی کے الزام سے کس طرح بری ہوسکتا ہے۔ اگر داڑھی رکھنے کے بعد مذکورہ اوصاف سے مسلمان خالی ہے تو ایسے داڑھی والے کو کیا کہا جائے؟ کہیں یہ داڑھی کی آڑ میں بھولے بھالے مسلمانوں کے ساتھ کھلا فراڈ تو نہیں؟

اے بندۂ خدا عاشق بن:

اے طالب اللہ! عشق اچھا ہے کہ یہ ازلی دولت ہے جو نصیب سے میسر آتی ہے، مگر اس راہ میں مصائب برداشت کرنے ہوں گے، ورنہ بے موت مرجانے کے بعد لوگ اندھیری قبر کی کھائی میں سلا کر چلے جائیں گے، اور دوسرے دن قبر پر اور مٹی ڈال کر ایک اونچا ڈھیر بنا دیں گے۔ پھر کیا ہوگا قبر میں تو صرف نیک اعمال ہی کام آئیں گے اور وہ نیک اعمال کیا ہیں؟ وہی جس کو مذہبِ فقر میں معاملاتِ عشق کہتے ہیں، جس کی انتہاء معشوق حقیقی ہے نہ کہ ثواب و جنت!

عشق کی گرمی ہے معرکۂ کائنات
علم مقامِ صفات عشق تماشائے ذات
علم سکون و ثبات، عشق حیات و ممات

علم ہے پیدا سوال، عشق ہے پنہاں جواب
علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے ام الکتاب

(علامہ اقبال)

عقل و عشق:

عشق کیا ہے؟ راستہ ہے، رہبر ہے، منزل ہے! عقل کیا ہے؟ اک نور ہے۔ اے طالب اللہ! عقل کی مقدس روشنی میں تیرا سفر شروع ہوتا ہے اور اگر تو روشنی ہی پر اکتفاء کر کے بیٹھ گیا تو منزل سے رہ جائے گا۔ عقل سے تو اچھے برے کی تمیز کرسکتا ہے اور نیک و بد میں تفریق کرسکتا ہے۔ پڑھ سکتا ہے لکھ سکتا ہے مگر کیا لکھ سکتا ہے؟ فقہ اور فتویٰ وہ تو پہلے ہی لکھے جا چکے ہیں تو نے نیا کیا لکھا؟ کیا تو نے اسرارِ معرفت و توحید لکھا؟ نہیں! تیری سوچ اور تیرا خیال بھی مصنوعی ہے۔ یہ تیرا کاغذ اور قلم بھی مصنوعی ہے۔

اگر لکھنا ہی ہے تو قلم جبروتی اٹھا اور قرطاس ملکوتی پر لکھ! تاکہ عالم ناسوت پر اس لکھنے کا کچھ تو اثر مرتب ہوسکے۔ ورنہ جان لے کہ تو نے علم، عقل، وقت، کاغذ اور سیاہی کو اسرافاً ضائع کر دیا۔ وہ لکھنا بھی کیا لکھنا کہ جس سے قلم تو مطمئن ہو مگر قلب مضطرب ہو جائے۔ اس سے اسراف کا گناہ بھی لازم آیا اور تضیع اوقات کا الزام بھی تیرے نازک ترین سر پہ آ گیا۔ تو نے پڑھنا سیکھا! تو کیا سیکھا کاش کہ تو کاتبِ تقدیر کی تحریر کو پڑھنا سیکھا ہوتا؟ اے اللہ کے بندے تُو خوشنویس کا تب بنا تو کیا ہوا تجھکو اللہ

کے الف کو بھی صحیح معنوی میں لکھنا نہیں آیا۔،،

پیر کامل کی علامت:

اے طالب اللہ پیر کامل سے وابستہ ہو جا کہ یہی فرضِ عین کی ابتداء ہے کہ جس کے لئے تیری تخلیق ہوئی ہے۔ جانتا ہے مرشد یا پیر کامل کیا ہے؟ یہ صرف عناصر کا پیکر نہیں بلکہ اس کی سرشت عشق نور اور تجلیاتِ ربانی سے ہے۔ جب اللہ رب العزت نے اہل عشق کو پیدا فرمانا چاہا تو اپنی قدرتِ کاملہ سے خاکِ اہل عشق پر توجہ فرمایا تو رحمت الٰہی کے راز سے اس خاک میں اسرارِ معرفت ومحبت کے انوار کا ظہور ہوا تو خاکِ اہل عشق عالمِ محویت میں رقصاں وشاداں ہو کر یہ نعرہ بلند کرنے لگی ''اَنَا الْمُشْتَاقُ اِلَّا فِیْ لِقَائِکَ'' مجھے تیری ملاقات کا شوق ہے۔ اس لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے اس زمین پر عشق کو پیدا فرمایا! اور اہل عشق کو اپنی خلافت اور نیابت کا مستحق قرار دیا۔

خلافتِ خداوندی کیا ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا'' (سورۂ احزاب، پ۲۲، آیت ۷۲) ہم نے جب بارِ امانت ارض وسماوات پر اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے عجز کا اظہار کیا، مگر انسان نے اسکو اٹھا لیا بیشک یہ (انسان) ظالم اور جاہل ہے،...... یہ ہے وہ بارِ امانت جس کیلئے خلافتِ خداوندی وجود میں آئی اور اس بار امانت کو ابوالبشر حضرت

آدم علیہ السلام نے اٹھا لیا۔ لہٰذا آپ خلافتِ خداوندی کے مستحق قرار دیئے گئے۔ اس لئے آپ کو آدم خلیفۃ اللہ اور صفی اللہ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ اس اعزاز میں فرشتوں نے سجدہ ادا کر کے حضرت آدم کی خلافت ونیابت کی گواہی دی۔

میں فرشتوں کی خطا پر آج تک حیران ہوں
جو امانت کو اٹھایا میں وہی انسان ہوں
ہے صفات وذات کے اسرار میری خاک میں
نور میں بس حق ہی حق ہے اور میں پہچان ہوں

(عارفؔ القادری)

بارِ امانت کیا ہے؟

ایک بہت بھاری نوری بوجھ ہے جو حضرت انسان کے دل پر ڈال دیا گیا ہے۔ اور آج تک یہ حضرت آدم کی اولاد میں خلافت ونیابت کا سلسلہ چلا آرہا ہے، اسی بارِ امانت کے تعلق سے اللہ جل شانہ کی سنت ہے کہ اہلِ عشق مرشد جب اس کے اٹھانے کا متحمل ہوتا ہے تو اس کا مرشد بارِ امانت کو اپنے نائب میں منتقل کر کے سر پہ ایک خاص رنگ کے عمامہ کا بوجھ رکھ دیتا ہے۔ ہاں مگر دستور کے مطابق عمامہ باندھنے سے پہلے خرقۂ خلافت سے اپنے نائب کو آراستہ کیا جاتا ہے۔

خرقۂ خلافت کیا ہے؟

خرقۂ خلافت وہ ہے جو اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ

کُلَّهَا ‘‘(سورۂ بقرہ پ ۱، آیت ۳۱) اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام علوم سکھائے......کی شکل میں نعمت کبریٰ عطا کیا دراصل یہ علومِ معارف وزیبائش ہے اور اس کا اظہار خرقہ کی شکل میں کیا گیا ہے، یہی خرقہ حضرت آدم علیہ السلام سے ایک مستحق وقابل ونائب فرزند حضرتِ شیث علیہ السلام تک پہنچا تو آپ حضرت آدم علیہ السلام کے نائب وجانشین اوروصی قرار دیئے گئے۔ اور بدستور یہ سلسلۂ خلافت اللہ ذوالجلال سے چلا تو آج تک حضرت آدم علیہ السلام کی قابل، اہل عشق اولادوں میں جاری وساری ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک جاری رہے گا۔

یہاں پر خرقۂ خلافت کا راز ہم نے فاش کردیا۔۔۔۔اب رہا رازِ ’’ بـارِ امـانت ‘‘ یہاں جو حضرات، پیرو مرشد، شیخ ومشائخ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں اس قدر تو ضرور جاننا چاہیئے کہ سر پر عمامہ باندھنے میں کیا راز ہے؟ اور اگر واقعی یہ سر پر باندھا ہوا بوجھ ’’بارِ امانت ‘‘ کی طرف اشارہ کرتا ہے، تو وہ ’’بارِ امانت ‘‘ کیا ہے؟ اور کہاں ہے؟

عشق ازل کا راز ہر اک شئی میں چھپا ہے
ہر شئی خدا نہیں ہے مگر رازِ خدا ہے
اے عشق خوش مزاج تو فطرت کی دین ہے
مجنوں میں تو جنون ہے لیلیٰ میں تو ادا ہے

عارفؔ القادری

بار امانت عشق ازل کا راز یعنی رازِ ’’ اَلْعِشْقُ هُوَالنَّار ‘‘ ہے، ور یہ بارِ

امانت ’’ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ‘‘(سورۂ ق، پ ۲۶، آیت ۱۶) بیشک ہم بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں......کا راز ہے۔ یہ راز کیا ہے؟ اِسْمُ اللہ ذات ہے جو تیری سانسوں میں موت وحیات کا، نفی واثبات کا پیغام دے رہا ہے۔ اِسْمُ اللہ ذات وہ ہے جس کی ایک تجلّی کا بوجھ طور برداشت نہ کرسکا، مگر حضرت انسان نے اٹھالیا سبحان اللہ! مریدین وطالبین کو بھی چاہئے کہ کم از کم اپنے مرشد یا پیر سے اتنا علم ضرور حاصل کریں کہ وہ خرقہ ءخلافت اور عمامہ کیوں زیب تن کئے ہوئے ہیں؟ اور یہ ضرور جانچ پڑتال کرلیں کہ آیا پیر صاحب خرقہ وعمامہ کے حقیقی مستحق ہیں، یا رسماً پہنے اوڑھے بیٹھے ہیں، اور اگر رسمی پیر ہے تو پھر کسی کامل کی تلاش میں سرگرداں ہوجایئے۔

اللہ رب ذوالجلال فاطر السمٰوات والارض نے ہر چیز فطرت کے مطابق پیدا کی ہے، اور اگر اسکی تخلیقات عین فطرت کے مطابق نہ ہوتے تو آج کے سائنسی علوم وسائنسی علماء مذہب اسلام کو دقیانوسی خیالات کا مجموعہ قرار دیکر (OUT DATED) آوٹ ڈیٹیڈ، کرچکے ہوتے۔ لہٰذا رب العزت نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ ’’وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ‘‘(سورۂ زاریات، پ ۲۷، آیت ۴۹) ہر چیز کا ہم نے جوڑ پیدا کیا ......اس فطرت کی تائید میں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کا ہر حرف ہر آیت اپنا ظاہر وباطن رکھتی ہے۔ اور جب تک یہ ظاہر وباطن ایک نہیں ہوجاتے آپس میں تضادِ حقیقی برقرار رہے گا اور تضاد جب تک رہے گا یہ ایک دوسرے کی ضد کو ثابت کریگا۔ کمال کی بات یہ بھی ہے کہ کارخانہ قدرت میں اللہ کی

پہچان بھی ضدین کی وجہ سے ہی ہوتی ہے جس طرح دن رات کی پہچان خیر وشر کی پہچان حق وباطل کی پہچان وغیرہ وغیرہ۔

بارِامانت کی ضد کیا ہے؟

بارِامانت کی ضد طوقِ لعنت ہے اور یہ خلعت ابلیس لعین کو عطاء کر کے اللہ رب العزت نے "فَا خُرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ" (سورۂ ص، پ۲۳، آیت ۷۷) سے ملعون ومردودِ بارگاہ کردیا۔

طوقِ لعنت کیا ہے؟

طوقِ لعنت ......علم معرفت حق کی ضد ہے جسے دنیائے جہل اور علم جہل کہتے ہیں، یہ صرف اور صرف ابلیس کا طرۂ امتیاز ہے جو آج تک ابلیس کی خود ساختہ خلافت اور خلفاء میں بھی کبھی ظاہری کبھی باطنی طور پر جاری وساری ہے۔اور جب تک خلافت ابلیس جاری رہے گی جو باطل ہے، تب تک اللہ جل شانہٗ کی خلافت حضرت آدم علیہ السلام کی اولادوں میں خورشید عالم تاب کی طرح روشن رہے گی جو حق ہے اور اس طرح قیامت تک حق اور باطل میں امتیاز برابر قائم رہے گا۔

اور جب تک اللہ جل شانہٗ کے برحق خلفاء اس ظلمت کدۂ دنیا میں رہیں گے تب تک ابلیس لعین کے خلفاء بھی اپنی اپنی تبلیغ میں سرگرم عمل رہیں گے۔

ابلیس لعین کے چند مشہور خلفاء:

حضرتِ نوح علیہ السلام کا بیٹا جو باپ کے خلاف بغاوت کیا اور ہلاک ہوگیا، فرعون ھامان شداد نمرود اور ابوجہل ابولہب، عتبہ، شیبہ اور یزید وشمر وغیرہ وغیرہ یہ وہ انسان نما شیاطین ہیں ! جو ابلیس کے حقیقی خلفاء اور علماء جہل ہیں۔ جاننا چاہئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جو" خلافت اللہ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آپ کے توسل سے انشاء اللہ قیامت تک آپ کی امت میں جو جاری رہے گی یہ وہی خلافت اللہ، خلافتِ عظمیٰ یا خلافت حقہ ہے جو ابلیس کی خلافتِ باطلہ کی ضد ہے یعنی سراسر علوم اور معرفتِ ذات حق ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ﴾ (سورۂ فتح پ۲۶، آیت ۱۰) بیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے......اس لئے کامل مرشد کے ہاتھ کو یدُ اللہ کہا گیا ہے۔

اے طالب اللہ اگر کوئی پیر، مرشد، شیخ ومشائخ، اس خلافت حقہ کا استعمال اللہ رب العزت کے منشاء اور مراد کے مطابق نہ کرتے ہوئے باطل دنیا کمانے کے لئے کیا! یا خلافت حقہ کے وہ علوم ومعارف وہ عشق واستقلال، بارِامانت ومرتبۂ انسانیت سے مطلق محروم وجاہل رہا، اور اپنے آپ کو پیر یا شیخ کہا تو فوراً ایسا شخص ابلیس کے خلفاء میں داخل ہوجاتا ہے۔اور ابلیس علمِ جہل اور دنیائے جہل کے طوق میں فوراً جکڑ لیتا ہے۔" اَلدُّنۡیَا مَلۡعُوۡنَةٌ وَ بِمَا فِیۡهَا" دنیا اور سامان دنیا ملعون ہیں......جو اللہ سے فراق کا باعث بنتے ہیں دراصل یہی طوق لعنت ہے جو ابلیس کی گردن کا قلادہ بن

گیا ہے، ”قُلْ مَتَاعُ الدُّنیَا قَلِیْل“ (سورۂ نساء، پ۴، آیت ۷۷) اے حبیبِ مکرم فرما دیجئے کہ دنیا کا سرمایہ مختصر ہے...... جو ابلیس کے دام فریب میں جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے ”خُلِقَتِ الْحِمَارُ بِصُوْرَةِ الْبَشَرِ“ اللہ تعالیٰ نے انسانی شکل میں گدھے بھی پیدا کیے ہیں...... گدھے کا کام بوجھ اور مشقت اٹھانا ہے، ۔ لہٰذا پیری مرشدی اللہ کا ایک عظیم راز ہے کہ یہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں، بلکہ یہ منصبِ خلافت ہے لہٰذا اللہ کی توفیق سے اللہ کی منشاء و مراد کی تکمیل کے لئے مصروف ہو جانا چاہئے اور اللہ ربّ العزت کی امانت کو نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت اور عشق میں لپیٹ کر اللہ ربّ العزت ہی کو واپس لوٹا دینا یہ مردوں کا کام ہے اور یہ کام دنیا داروں سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ارشاد نبوی ﷺ ہے ”طَالِبُ الدُّنیَا مُخَنَّث“ یعنی دنیا کا طالب مخنث ہے۔ اور جب اللہ کی امانت اللہ کو واپس لوٹا دی جاتی ہے، تو یہاں ”کُلُّ شَیئٍ یَرْجِعُ اِلیٰ اَصْلِهٖ“ یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے...... کا تقاضہ پورا ہو جاتا ہے۔

کامل مرشد کیا کرتا ہے؟

کامل مرشد مرید کو کلمہ طیبہ کے آبِ حیات سے غسل دیتا ہے تا کہ مرید کے ہفت اندام پاک اور نور ہو جائیں، پھر درجہ بدرجہ مراتب سے گذار کر بحرِ توحید میں غوطہ لگواتا ہے، تا کہ اس کے اپنے نصیب کا گوہر مقصود ہاتھ آجائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ“ پ۴، پہلا صفحہ) تم اس وقت تک بھلائی نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی محبوب چیز راہِ خدا میں خرچ نہ کر دو۔

اے طالب اللہ! انسان کو سب سے زیادہ کونسی چیز محبوب اور پسندیدہ ہے؟ جس کو راہِ حق میں صرف کرنے کی اس آیتِ کریمہ میں دعوت دی گئی ہے؟ ہم جب تک اس راز کو نہیں سمجھ سکتے تب تک اللہ تک پہنچنا انتہائی دشوار ہو جاتا ہے۔ اک عام مرید یا مسلمان اس آیت کریمہ کے تقاضہ کو سمجھے تو کیا سمجھے؟ جاننا چاہئے! کہ انسان کی محبوب اور پسندیدہ چیز اسکی اپنی سانس ہے جس کو اللہ تبارک تعالیٰ دو چار منٹ کے لئے بھی روک لے تو بس انسان کا خاتمہ ہو جائے!

یہاں اک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ قرآن مقدس کو کتابٌ مبینٌ بھی کہتا ہے سمجھنے کے لئے تو یہ ایک سیدھا سادھا صاف وستھرا پیغام ہے مگر اس میں ہزاروں حکمتیں ایسی بھی پوشیدہ ہیں جنکا سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے کیوں ؟ کیونکہ اس کا عام فہم ظاہر مطالبہ عام مسلمانوں سے ہے اور قرآن میں پوشیدہ حکمتیں خواص کے لئے مخصوص ہیں، یعنی حکمتوں میں پوشیدہ راز اہل عشق و عرفان فقراء کے لئے ہے ۔ ”هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ“ وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول ﷺ کو بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھکر سناتے ہیں اور ان کے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بیشک وہ لوگ ان کے (تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

لہٰذا انسان کو گنتی کی سانسیں عطا کی گئی ہیں، اور سانسوں کے تعلق سے نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَاتٌ وَ کُلّ نَفَسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِاللّٰہِ فَھُوَ مَیِّت''، تمہیں گنتی کی سانسیں عطاء کی گئی ہیں اور جو سانس یادِ الٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے......

غور کرنا چاہئے! کہ مذکورہ آیت کریمہ میں انسان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ راہِ خدا میں اپنی محبوب چیز خرچ کرے اور یہ سوال تو زندہ انسان سے کیا گیا ہے نہ کہ مردہ سے! اللہ ربّ العزت انسان سے اپنی راہ میں سانسوں کے خرچ کرنے کی دعوت کیوں دے رہا ہے؟ جب کہ وہ گنتی کی سانسیں عطا کر چکا ہے۔ سانس اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے کہ جس میں وہ خود ظاہر بھی ہے اور باطن بھی! یہ وہی سانس ہے جو شہ رگ کی خبر دیتی ہے اور شہ رگ میں جائیں تو وہ خود جلوہ نما ہے اور یہیں سے وہ ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ '' (سورۂ ق، پ۲۶، آیت۱۷) بیشک ہم بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں......کی دعوت دے رہا ہے۔

درمیان کفر و ایماں راستہ مل جائیگا
دیکھ لے شہ رگ میں جاکر بس خدا مل جائیگا

(عارفؔ القادری)

جب طالب خود کو ٹھیک ٹھیک پہچان لیتا ہے تو اسی کی توفیق وہدایت، اسی کی مدد ونصرت سے اسی تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اللہ

وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ'' (سورۂ بقرہ، پ۳، آیت۲۵۲) اللہ مؤمنوں کا دوست ہے جو ظلمات (کفر) سے نکال کر نور (اسلام) کی طرف رہبری فرماتا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض پیر و مشائخ اپنے مریدوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ سانسوں پر تصور رکھنا چاہیے یا ناک کے بانسہ پر تصور رکھنا چاہیے، یہ کچھ ٹھیک طریقہ نہیں ہے کہ جس پر ایک سالک عمل کر کے خاطر خواہ نتیجہ حاصل کر سکے۔ ایسی باتوں پر پورا وثوق نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ صحیح طریقۂ تصور کامل پیر کی نگرانی میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

فصل پنجم

تصور کیا ہے؟

تصور کا لغوی معنیٰ کچھ اور ہوتا ہے مگر تصوف میں اسکا اصطلاحی معنیٰ کچھ اور ہوتا ہے! لہٰذا تصور کا ''تا'' جو ابتداء میں ہے اس کو آخر میں لگا دیا جائے تو لفظ تصور لفظِ صورت میں تبدیل ہو جائے گا، بس یہی وہ صورت ہے جس کو صوفیانِ کرام نے نا اہل اور بے عشق لوگوں سے چھپانے کیلئے الفاظ میں الٹ پھیر کر کے صورت کو تصور کر دیا۔

صورت کیا ہے؟

صورت کے معنیٰ نشانی یا شناخت کے ہیں۔ لہٰذا اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے ''سَنُرِیْهِمْ آیَاتِنَا فِیْ الآفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِهِمْ اَفَلاَ تُبْصِرُوْن '' (حٰم سجدہ، پ۲۴، آیت ۵۵) ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود ان کی جانوں میں دکھاتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے! نیز ارشاد فرماتا ہے: ''وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَیٰ الْقُلُوْبِ'' (سورۂ حج، پ۱۷، آیت ۲۳) اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی عظمت بجالاتا ہے تو اس سے دلوں کا تقویٰ حاصل ہوتا ہے......اے طالب اللہ! یہ تمام مراتب اسمُ اللہ ذات سے حاصل ہوتے ہیں اور اسم اللہ ذات اس وقت حاصل ہوتا ہے جب سالک قلبِ حقیقی

کی تحقیق کر لیتا ہے۔

شرح اسم اللہ ذات کیا ہے؟

''اسمُ اللہ ذات'' وہی ہے جو کلمہ طیبہ کی اصل ہے جس کو زاہدان خشک تسبیح کی مالا میں صبح شام پروتے رہتے ہیں، مگر فیض جاری نہیں ہوتا! کیوں کہ یہ مقدس کلمہ صرف زبان تک ہی محدود رہ جاتا ہے اور دل پر اس کا کچھ اثر مرتب نہیں ہوتا۔ یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جب زبان حاضر ہو جاتی ہے تو دل غائب ہو جاتا ہے یا ظاہر و باطن جب تک متحد نہیں ہوتے تب تک نہ قلب کا پتہ ملتا ہے، نہ اسم اللہ ذات سے اسم اعظم جاری ہوتا ہے۔

''اسمُ اللہ ذات'' وہ عظیم نعمت خداوندی ہے کہ جس سے قدرتِ الٰہی کا ہر خزانہ کھل سکتا ہے۔ اسم اللہ ذات وہی ہے جو انسان کی آتی جاتی سانسوں میں ایک حرفی ''ہُ'' ہے اور جس کی کھینچ تان سے واؤ کے پردے میں ''هُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' (سورۂ بقرہ پ۳ آیت ۲۵۵) ہے، جو حیات دائمی کی خبر دے رہا ہے، جاننا چاہئے کہ۔ **اللہ۔۔ا ل ل ا ہ۔۔ للہ۔۔ل ل ا ہ، لہ۔۔ل ہ۔ ''ہُ''** بس یہی اسم ذات ہے، وہ چار میں بھی ''ہُ'' ہے، وہ تین میں بھی ''ہُ'' ہے، وہ دو میں بھی ''**ھو**'' ہی ''ہُ'' ہے مگر وہ ایک ہے کیونکہ وہ ''وحدہ لاشریک لہ'' ہے۔ وہ واحد ہے اور ایک حرفی اسم ''ہُ'' اس کی وحدت کا مسمیّٰ ہے، اس کے ہزاروں ناموں میں سے یہ ایک حرفی ''ہُ'' اسکے جلال و جمال کے اظہار کا دیباچہ ہے۔ اسم

’’ہٗ‘‘ کو اپنے مسمیٰ کے لئے کسی اور حرف کے اشتراک کی مطلق ضرورت نہیں۔ مگر صفاتی اسماءِ گرامی حروفی اشتراک سے خالی نہیں ہوتے۔

آیئے اور ذرا تفصیل میں جاتے ہیں:

اسم اللہ ذات......**اللّٰہ** ہے،

اسم مفرد --- **ا ل ل ا ہ**،،

اسم مرکب --- **اللّٰہ** ’’

اثباتِ ’’ا‘‘ کے ساتھ **ا ل ل ا ہ** ، ۔ **اللّٰہُ**۔۔ مستعمل دلیل ۔۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (سورۂ بقرہ پ۳، آیت۲۵۶)

نفئی ’ا‘ کے ساتھ۔۔ **ل ل ا ہ** ۔۔ **لِلّٰہ**.. مستعمل دلیل۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

نفئی ’ل‘ کے ساتھ۔۔ **ل ہٗ** --- **لہ**۔۔ مستعمل دلیل ۔ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۂ حشر، پ۲۸، آیت۲۴)

نفئی ثانی ’ل‘ کے ساتھ۔۔ **ہٗ** ۔ **ھو**۔۔ مستعمل دلیل ۔۔ ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (ہٗ کے کھینچنے سے واؤ پیدا ہوئی)

معلوم ہوا کہ ’’**ا ل**‘‘ اور ’’**ل ا**‘‘ حروفِ تخصیص ہیں اور اسم ’’ہٗ‘‘ ہی اصل ہے۔ اے طالب اللہ ! ’’**ا ل** اور ’’**ل ا**‘‘ کے ساتھ ’’ہٗ‘‘ ہی ’’اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ مُحِیْطٌ‘‘ ہے ۔ اور ’’**ا ل**‘‘ کی تخصیص کے ساتھ اپنی ذات و صفات کا اظہار کیا ہے۔

’’اللّٰہ‘‘ --- **ا ل ل ا ہ** (حروفِ مکررہ)

’’**ا ل ہ**‘‘ (حروفِ غیر مکررہ)

اب کلمۂ طیبہ صرف ’’**لا الٰہ الاّ اللّٰہُ**‘‘ کو ملاحظہ فرمائیے۔

حروف مفردات --- **ل ا ا ل ا ہ ا ل ا ا ل ل ا ہ**

(حروفِ مکررہ)

ل ا ہ (حروفِ غیر مکررہ)

اللہ کے ’’**ا ل ہ**‘‘ اور کلمۂ طیبہ کے ’’**ل ا ہ**‘‘ میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے،

اسم اللہ سے حاصل شدہ غیر مکررہ حروف مفردات۔۔ ’’**ا ل ہ**‘‘ (حاصل اسم اللہ)

کلمۂ طیبہ سے حاصل شدہ غیر مکررہ حروف مفردات ’’**ل ا ہ**‘‘ (حاصل کلمہ)

اگر حاصل اسم اللہ سے ’’**ا ل**‘‘ اور حاصل کلمۂ سے ’’**ل ا ہ**‘‘ لیا جائے تو دونوں کی باہمی ترکیب سے ’’**ا ل ل ا ہ**‘‘ یعنی (**اللّٰہ**) اسم اللہ ہی ظاہر ہوتا ہے ۔

کلمۂ طیبہ ’’**لا الٰہ الا اَللّٰہُ مُحَمَّدٌ رسول اللّٰہِ** ﷺ‘‘

اس کلمہ میں دو ہی اسماء گرامی قابل توجہ ہیں ، ۔ کیونکہ حرف میم اپنے سر پر ’’ہٗ‘‘ کا حلقہ لئے ہوئے ہے اور میم کا سر ’’ہٗ‘‘ ہے جسم الف ہے۔

حروف مفردات،، **ا ل ل ا ہ ۔ م ح م د** ،،

کلمۂ طیبہ میں خصوصی اہمیت کے حامل دو ہی حروف مفردات ۔ ’’ہٗ‘‘ اور ’’م‘‘ ہیں۔

اسم اللہ (**ا ل ل ا ہ**) ’’ہٗ‘‘ نے جب ’’م‘‘ کی خصوصیت

اوراہمیت کوآشکار کرنا چاہاتو (ا ل ل ا ہ) (اللّٰہ) کے ابتدائی ''ا ل'' کے ساتھ اسم محمد کی ابتدائی م '' سے '' ا ل م'' (الٓمٓ) کے ساتھ قرآن مجید کوظاہر فرمایا۔

حروفِ تخصیص حروف مقطعات کی شکل میں نازل ہو چکے ہیں،، حتیٰ کہ سناتن دھرمیوں کے ویدوں میں لفظ ''اوم '' آیا ہے اور لفظ ''اوم '' کی اہمیت گایتری منتر (اُوَم بُھور بَھوَسّہُ) سے ظاہر ہے۔ لفظ ''اوم '' ایک حرفی نہیں ہے۔ لفظ ''اوم '' ھندی کی ماترا (اَ.. اُوُ..مَ ..) لفظ ''اوم '' یا اسم ''اوم '' میں (اَ.. اُوُ..) حروفِ تخصیص ہیں --- م اسم بمسمیٰ ہے جو ''ہ'' کے راز کا غماز ہے ''اوم '' (.. اَ .. اُوُ..مَ ..) کی حقیقت صرف اور صرف ' اَ ' سے اللہ ہے ۔(وَ) ''ا '' اور ''م '' کے درمیان نسبت ہے جو کھینچنے سے پیدا ہوئی یعنی ''م'' سے مراد اسم محمد ﷺ ہے۔ یہ ''اوم ''کیا ہے؟، اسم اللہ اور اسم محمد کا نور ہے، جس طرح لفظ ''اَنَا '' میں '' ا ن ا ' یعنی ''ا '' سے احد ''ن '' سے نور ،اور ''ا '' سے احمد ہے، بالکل اسی طرح ''اوم '' میں ''اَ '' اللہ کا نور ہے۔ '' وَ '' کی نسبت کے ساتھ '' م '' محمد ﷺ کا نور ہے۔ معلوم ہوا کہ '' اوم '' میں ' اَ '' کی ماترا اسم اللّٰہ کی صداقت کی گواہی دیتی ہے۔ '' اَ '' کو کھینچنے سے '' وَ '' کی نسبت کے ساتھ '' م ''کی ماترا (اسم) محمد رسول اللہ پر دلالت کرتی ہے، اور یہی دو اسماء گرامی کلمۂ طیب کا ماخذ و ما حصل ہیں۔ غور کریں گائیتری منتر کے علاوہ کلمۂ طیبہ کی تائید وید کے برہم سوتر سے بھی ہوتی ہے۔ برھم

سوتر ''ایکم برھما دوتیه ناسوتے ناسوتے نهنه ناسوتے کنچن '' ترجمہ: برھما ایک ہے دوسرا نہیں نہیں ذرا بھی نہیں......اور اس ایک کی خصوصیت واہمیت کو وید صاف صاف دوسرے ایک سوتر میں ظاہر کر رہا ہے جس کا معنی صرف اور صرف کلمۂ طیبہ نکلتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے "ایکم ایوکم ادویتم " ترجمہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی معنی کلمۂ شہادت کا درمیانی حصہ سے حاصل ہوتا ہے......

اب ذرا کلمہ طیبہ پہ غور کریں '' لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ''، اس کلمہ میں صرف دو ہی اسماء گرامی اللّٰہ جل جلالہ اور محمد ﷺ ہی انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ نعوذ باللہ! ہماری اس تحقیق کا منشاء ہرگز یہ نہیں کہ ''ا وم '' کلمہ طیبہ ہے یا کلمہ طیبہ ہی ''ا وم '' ہے، بلکہ ہم صرف اس حقیقت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں کہ ''اسم ''ا وم '' بھی اسم اللہ اور اسم محمد کی صداقت کی گواہی دے رہا ہے۔ مگر افسوس کہ اہل ہنود '' اوم '' کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ہم مسلمانوں نے بھی کبھی اس حقیقت کی صداقت کو پیش کرنے کی جسارت کی نہ کوشش کی! کہ ہمارے یہاں قرآن کی ابتداء ''ا ل م '' ہے اہل ہنود کے یہاں ویدوں کی اصل '' ا ، او ، م '' یعنی '' اوم '' ہے۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
(علامہ اقبالؔ)

اسلام مکمل آیا تھا ٹکڑوں میں ہمیں نے بانٹ دیا
نفرت ہے کسی کو شاخوں سے اور پیڑ کسی نے کاٹ دیا
(عارفؔ القادری)

پُرخلوص گذارش:

ہم اپنے ہندو بھائیوں سے ہی گذارش کرتے ہیں کہ آپ ہی ذرا اپنے برہمن پنڈتوں سے پوچھئے کہ مرنے والے کے کان میں وہ کیا "ان کہی" پڑھتے یا پھونکتے ہیں، جس کو ظاہر کرنا ان کے یہاں جائز نہیں! پڑھنے والے کا پڑھنا جائز! مرنے والے کا سننا جائز! مگر اس کا اظہار آخر کیوں ناجائز ہے؟

"ہم سے سنئے وہ "ان کہی" کیا ہے؟

وہ ان کہی یہ ہے-----

لَاالِہَ ھَرنِیٔ پَاپَنٗ اِلاَلمباپرَمُ پَدَمُ ☆ جَنَمُ بَیکُنٹھٗ پَرَاب ھُوتی تُوجَپے نَامِ مُحَمَّدَمُ " ترجمہ: لاالہ کہنے سے پاپ مٹ جاتے ہیں الااللہ کہنے سے پرم پدوی (امانت عالم) مل جاتی ہے۔ اگر ہمیشہ کی بہشت چاہتے ہو تو محمد ﷺ کا نام جپا کرو۔

مختصر "ان کہی" کیا ہے؟ "**ھَا ھُوْ ھِیْ**"----ہے۔ "**ھَا ھُوْ ھِیْ**" کیا ہے؟ یہ راز کلمہ طیبہ میں پوشیدہ ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحمد رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

لَااِلٰہ سے "**ھا**" لیا گیا

اِلاّ اللّٰہُ سے "**ھو**" لیا گیا

محمدٌ رَّسولُ اللّٰہِ سے "**ھی**" لیا گیا،

اب خود غور کریں آخر سناتن دھرمیوں میں "**ھَا ھُوْ ھِیْ**" کیا اور کیوں آیا ہے؟ یہ کیا اشارہ ہے؟ جو ہندو دھرم اپنے ماننے والوں کو دعوت دے رہا ہے۔ نیز ہم یہ بھی گذارش کرتے ہیں کہ ہندو بھائی اپنے برہمن پجاری سے یہ بھی ذرا ضرور پوچھیں کہ ان کی پوتر "ستیہ ناراینا" پوجا میں "محمد ائینَ مہا" کا منتر کیوں پڑھا جاتا ہے، کون ہیں یہ محمد! (ﷺ) اگر "محمد ائینَ مہا" نکال کر پڑھا جائے تو، کیا پوجا مکمل ہوگی یا ہوگی ہی نہیں؟ برہمن پنڈت کہے گا ہرگز نہیں ہوگی! آخر کیوں؟ اگر خود ہندو بھائی یہ جاننے کی کوشش کریں تو بہت سے تنازعات کا حل نکل آئے گا۔"

تو آیئے ہم اس ضمنی بحث کے بعد اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں، اسم "**ہ**" کے علاوہ اللہ کے جتنے بھی ذاتی اور صفاتی اسماء گرامی ہیں ان تماموں کے معنیٰ میں اسم "**ہ**" کا جلال و جمال، قدرت و کمال ہی جلوہ نما ہے۔ عربی کے قاعدہ کے مطابق "**ا ل**" حرف تخصیص ہے جس طرح قرآنِ مقدس کا آغاز "**ا ل م**" سے ہوتا ہے۔ "**ا**" اور "**ل**" حرفِ میم کی خصوصیت ظاہر کر رہے ہیں جیسے "اَلرَّحمٰنُ، اَلرَّحِیمُ، اَلْغَفَّارُ، اَلسَّتَّارُ، اَلْجَبَّارُ، اَلْقَھَّارُ، اَلرَّزَّاقُ وغیرہ صفاتی اسماء میں "**ا ل**" اسماء صفات کو مخصوص کر رہے ہیں، یہ اسماء صفاتی ہیں صفات کو ظاہر کرنے کے لئے صرف دو حرف "**ا ل**" کی خصوصیت کے ساتھ ظاہر کیا ہے جبکہ اسم ذات "**ہ**" کو ظاہر کرنا چاہا تو چار حروف "**ا ل ل ا**" کی خصوصیت سے ظاہر کیا! تو معلوم ہوا کہ اسم اللہ ذات "**ہ**" ہے جس کو کھینچنے سے واو پیدا ہوئی اور "**ھو**" ہوا،

یہ اسم ''ھو'' ہی اسم اعظم بھی ہے۔

سبحان اللہ! کس قدر پاکیزہ راز تھا جس کو فقیر نے اس دور کے علمی اور عرفانی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، ضروری سمجھا کہ یہ کلید اسمُ اللہ ذات مخلص طالبان خدا کے ہاتھوں تک ضرور پہنچے تا کہ وہ توفیق خداوندی کے سہارے ہر خزانہ قدرت کھول سکے اور اپنی منزلِ مقصود کا پتہ پا سکے۔

اس دورِ پرفتن میں جہاں من گھڑت افسانہ نگاری، قصہ خوانی کا نام پیری مریدی رکھ لیا گیا ہے، وہاں علمِ شریعت کے حصول کے لئے تعلیمی مراکز و مدارس کا انعقاد کیا گیا ہے، سبحان اللہ! علمِ شریعت کو اس قدر فروغ دیا گیا ہے کہ ایک عام مسلمان بھی آراستہ نظر آ رہا ہے علم ظاہر کو اس قدر عام اور عام فہم کیا جا رہا ہے کہ یہ روشنی ہر مسلمان کے گھر گھر تک پہنچے تا کہ ہر گھر سے صراطِ مستقیم کی ابتداء ہو جائے۔

وقت کی ستم ظریفی اک یہ بھی ہے کہ علم شریعت کی تبلیغ سے جہاں اصلاح معاشرہ ہو رہی ہے، وہیں اس کا غلط استعمال بھی ہو رہا ہے۔ (بے اعتدالی اور نفاق سے گریز کرنا چاہیئے) فی الزمانہ ہر مسلمان کا ظاہر شرعی اصلاح اور آراستگی حاصل کر چکا ہے، اب ہمارے علماء کرام کو علمِ معرفتِ حق سمجھنے سمجھانے اور عام کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ وہ علومِ معرفت و اسرار طریقت جو اسلام کی حقیقی روح رواں ہیں وہی مسلمانوں کی میراث سے غائب ہوتے جا رہے ہیں۔

لہٰذا تمام علماء کرام اور مشائخ عظام کا یہ فرض اولین ہے کہ ہم سب ملکر علم معرفت حق کے حصول کے لئے اک منظّم تحریک چلائیں، تا کہ ہر مسلمان کی روح کو

خوراک میسر آ جائے اور جس دن یہ کام ہوگا تو ایک ایسا مسلمان وجود میں آئے گا جو جسمانی اور روحانی طور پر کامل اور کامیاب ہوگا۔

اللہ ربّ العزت حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مراتب اور مدارج بلند فرمائے کہ آپ کی تصنیفات اک ایسے نازک وقت میں صدیوں بعد منظر عام پر آئیں کہ آج ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو پیر و مرشد کہتا تھا وہ سکتہ میں آ گیا کیوں کہ وہ سمجھ گیا کہ پیری مریدی وہ نہیں جو وہ خود سمجھ رکھا تھا بلکہ پیری مریدی خاص اللہ کا ایک راز ہے اور رازوں کا علم ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس علم و عمل والے کو پیر کہتے ہیں جو اللہ کی توفیق سے اللہ کے بندوں کی رہنمائی کرتا ہے۔

آج کے لاکھوں پیر و مشائخ یہ سمجھتے ہیں کہ پیری مریدی صرف بزرگوں کی حکایات و واقعات سنانے کا نام ہے، یہ ہرگز نہیں بلکہ ان حکایات کے رموز کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے، کئی سلاسل کے مریدین طالبین اور مرشدین حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی متبرک کتابیں یا کتابوں سے کچھ سوالات لئے اس فقیر کے پاس آتے ہیں اور پوچھتے ہیں اسم اللہ ذات کیا ہے؟ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کس طرح حاضر ہونا چاہیئے؟ عشق کیا ہے؟ علم کیا ہے؟ عرفان کیا ہے؟ اور ادب کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے یہ حقیر و فقیر چاہتا ہے کہ آج کے بے اطمینان دور کے غیر مطمئن مگر مخلص طالبانِ خدا جن کو وہ پیر میسر نہیں جو علم معرفتِ ذات حق رکھتا ہو تو! ایسوں کیلئے یہ کتاب ہی پیر کامل کا کام دے گی اور صراط مستقیم کی طرف رہبری کرے گی ''وما توفیقی الا باللہ'' (سورۂ ھود پ ۱۲، آیت ۸۸) اگر اللہ کی توفیق شامل حال رہی۔

برکات اسمُ اللہ ذات:

جو اللہ کا بندہ زبان اور قلب کو ایک کر کے یا دوئی کو مٹا کر کلمۂ طیبہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ ﷺ" پڑھتا ہے تو فیض و فضل اسم اللہ ذات جاری ہو جاتا ہے۔ حدیث قدسی ہے" اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری "بیشک میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں انکا علم میرے غیر کو نہیں ہوتا۔ جب ذاکر ذکر اللہ میں غرق ہو جاتا ہے تو اسمُ اللہ ہی ہادی و رہنما بن جاتا ہے اور بندہ "لَا یَحْتَاجُ اِلَّا اللہ" یعنی اللہ کے سوا کسی کا محتاج نہیں ہوتا...... کے مقام پر آجاتا ہے۔

اے طالب اللہ! اس زندگی کی چند ساعتوں میں تجھے وہ کام کرنا ہے جس سے تجھے تیرا ازلی مقام حاصل ہو جائے۔ تو کل پر نہ ٹال! جو کچھ کرنا ہے' مرنے سے پہلے مرکر' کرلے۔ کیوں اپنے باہر دربدر بھٹک رہا ہے جب کے تیرا باطن تیرا گھر ہے، اس کا دروازہ کھول! اندھیرا بہت ہے، چراغ عشق روشن کر اور یہ راز کسی پر ظاہر نہ کر، ہاں اگر کچھ کرنا چاہتا ہے، تو بچھڑے ہوؤں کو ان کے اپنے محبوب سے ملادے۔

اگر تو میرا نہیں بنتا نہ بن ، اپنا تو بن
اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر
(علامہ اقبالؔ)

فیضِ اسم اللہ ذات:

اسم اللہ ذات کلمۂ طیبہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ ﷺ" کی اصل ہے۔ جب کلمہ طیبہ ذاکر کے زبان وقلب سے ایک جان ہو کر نکلتا ہے تو اسم اللہ ذات سے وصل کر جاتا ہے اور ذاکر کے لئے فیض و کمال کا دریا جاری ہو جاتا ہے۔ اسمُ اللہ ذات تمام اسماء وصفات کی روح رواں ہے! اور جب کوئی اِسمُ اللہ ذات میں غرق ہو جاتا ہے تو! "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہ" اللہ کے اخلاق بمعنیٰ صفات کو پیدا کرو...... کے مقام پر آجاتا ہے اور یہاں اٹھارہ ہزار مخلوقات کے اسرار معلوم ہو سکتے ہیں۔

عالم کسے کہتے ہیں:

علم دو طرح کے ہوتے ہیں ایک علم ظاہر جو علم شریعت ہے، دوسرا علم باطن جو علم معرفتِ حق ہے، یا پہلے کو علم اللسان کہتے ہیں جو اقرار باللسان سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرے کو علم القلب جو تصدیق بالقلب سے تعلق رکھتا ہے۔ تو اقرار باللسان کیا ہے؟ کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ ہے۔ تصدیق بالقلب کیا ہے؟ یہ وہی ہے جو حالت نماز میں تشہد کے نام پر ہم کلمۂ شہادت ادا کرتے ہیں یعنی "اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں...... (یاد رہے! گواہی کا معنیٰ گواہ کا حاضر و ناظر رہنا ہے، عقلمند را اشارہ

کافیست) کلمۂ اقرار باللسان کا تعلق جسد عناصر سے ہے یعنی زبانی اور جسمانی ہے یعنی یہ کلمۂ جسمانی ہے جس کا اقرار جسم کرتا ہے یا زبان کرتی ہے، تصدیق بالقلب کا تعلق روحانی ہے یعنی یہ کلمہ روحانی ہے جس کا اقرار زبان قلب و روح سے کیا جاتا ہے کیونکہ روح اللہ عزوجل اور رسول خدا ﷺ کو عالم ازل سے پہچانتی ہے معلوم ہوا کہ حالتِ نماز میں روح کو عالم ازل یاد آ گیا اور بے ساختہ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" کا اقرار کر بیٹھی۔ جاننا چاہیے کہ! علم القلب سے علم الروح، علم سر، علم سر الاسرار، علم خفی، علم اخفیٰ کے حصول کے بعد نورٌ علیٰ نور کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ" (سورۂ علق، پ ۳۰، آیت ۵) ترجمہ: اللہ نے انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا ......ارشاد نبوی ﷺ "مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ لَذَّتُهٗ مَعَ الْخَلْقِ" جس کو معرفتِ حق حاصل ہے وہ مخلوق کے میل ملاپ سے لذت نہیں پاتا......

علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
مدرسے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو
خلوتِ کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں
(علامہ اقبالؔ)

فصلِ ششم

حصول معرفتِ حق:

طالب اللہ کی شہ رگ معرفت حق کا پہلا زینہ ہے، اس لئے سالک کو چاہیے کہ پہلے شہ رگ کی تحقیق کر لے، اسی تحقیق پر اللہ کی معرفت کا انحصار ہے، "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ" ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ" پس تم اللہ ہی کی طرف دوڑو...... یہ شہ رگ کیا ہے؟ **رگِ تنفس** ہے یعنی سانس کی ڈور ہے، یہی شہ رگ یا بادشاہ رگ ہے، جس کے سائے میں ہر رگ وریشہ، ہر نس ناڑی زندہ ہے، اگر یہ ختم ہو گئی تو حیات انسانی ختم ہو جائے گی! اسی لئے بعض بزرگوں نے اشارۃً کہا ہے کہ شہ رگ وہ ہے جو کاٹے سے کٹتی نہیں، چھونے سے محسوس نہیں ہوتی اور پکڑنے سے ملتی نہیں اور دیکھنے سے نظر نہیں آتی۔

توجہ کیا ہے؟

علم معرفتِ حق سے علم تصور اور علم تصور سے علم توجہ کا حصول ہوتا ہے، توجہ میں "تا" کیا ہے؟ "**وجہ**" کیا ہے؟ "تا" پردہ ہے "**وجہ**" چہرہ ہے۔ توجہ دینا یہ کام مرشدِ کامل کا ہے اگر وہ چاہے تو مرید کی صورت کو تصور میں لا کر اسکے باطن پہ قبضہ کر لیتا ہے، اور مرید کو "لا الٰـــہ" کی نفی میں مکمل فنا کر کے مقامِ اثبات تک پہنچا دیتا

ہے۔ یہاں مرید کے قلب وروح زندہ ہوجاتے ہیں، اور آواز اَلَستُ بِرَبِّکُم سنکر اس کی روح "قَالُوْا بَلیٰ" کے نعرے بلند کرتی ہے۔ ظاہری حواس بند ہوجاتے ہیں باطنی حواس کھل جاتے ہیں، اور مرید کا وجود پاک اور سراسر نور ہو کر مغفور ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ مرشد اسے تصرف میں لاکر بارگاہِ محمدی ﷺ میں پہنچا دیتا ہے۔ اور مرید کو "وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِناً" (سورۂ آل عمران، پ۴، آیت ۹۷) کا مقام حاصل ہوجاتا ہے۔ (یاد رہے! علم تصور کے بغیر مرید کو علم توجہ میں ہرگز کوشش نہیں کرنی چاہیے) جس طرح قرآن مقدس میں بارہا "وَجْهٗ" کا ذکر آیا ہے اور جس سے ذات باری مراد لیا جاتا ہے۔ فرمان ربی ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ (سورۂ رحمٰن پ۲۷، آیت ۲۷) جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ (تمام چیزیں) فنا ہوجائیں گی رب ذوالجلال کی ذات ہمیشہ باقی رہے گی)......﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللهِ﴾ (سورۂ روم، پ۲۱، آیت ۳۸) یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی ذات کا ارادہ رکھتے ہیں،،

رازِ تصور:

تصور کی صورت وہ ہے جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، یعنی اسم اللہ ذات ہے، پس اس صورت کا اس قدر تصور کریں کہ نہ خود ہو، نہ خیال ہو، نہ وہم ہو، نہ تصور ہو، فقط ایک صورت! اس کا طریقہ مرشدِ کامل سے سیکھنا چاہئے۔

رازِ توجہ:

مشقِ تصور سے اس خاص صورت کو پالینے کے بعد خود نہیں بس وہ صورت رہ جاتی ہے، جو توجہ کے لائق ہوتی ہے۔ بغیر حصولِ صورت کے توجہ میں کوشش نہیں کرنی چاہئے کہ یہ ایک انتہائی خطرناک مقام ہے۔ جب طالب اللہ مرشد کی توجہ سے مقام "وجہ" میں آجاتا ہے تو اس ارشاد ربانی کا جلوہ مشاہدے میں آتا ہے۔ "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ" (سورۂ حدید پ۲۷، آیت ۴) اور اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو...... نیز ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ﴾ (سورۂ بقرہ، پ ۱، آیت ۱۱۵) تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر رخِ الٰہی (جیسی اس کی شان) ہے۔

اے طالب خوش اخلاق! الف سے اللہ کا نام کافی ہے "با" کا باب کیوں پڑھ رہا ہے! تو ایسے کامل مرشد سے وابستہ ہوجا کہ وہ تیرے دل پر اسم اللہ کو نقش کردے تاکہ تو "لاالٰہ الّااللہ" کا راز پاسکے۔ "اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ بِمَافِيْهَا" دنیا اور دنیا کا جو کچھ ہے سب ملعون ہے...... دنیا اور سامانِ دنیا کو اس راہ میں نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ صراط مستقیم کے رہزن ہیں۔ دنیا اور دنیا کے رشتہ دار دونوں ملعون ہیں دونوں سے ترکِ تعلقات کرلے تاکہ تیرا انجام نیکوں کے ساتھ بخیر ہو۔ "وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ" (سورۂ توبہ، پ ۱۱، آیت ۱۱۹) اور تم سچوں کے ساتھ ہوجاؤ......

حدیث پاک "العلم نقطة"

"اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ وَكَثْرَتِهَا بِالْجُهَّالِ" علم ایک نقطہ ہے اور نقطہ کی کثرت

جہلاء کے پاس ہے۔ آیئے! ہم کثرت سے نکل کر اس نقطے کی وحدت کی طرف چلتے ہیں یا اس نقطے کی طرف چلتے ہیں جو ہر ظاہری اور باطنی علوم کی اصل ہے۔ اس حدیث پاک میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ نقطے کی وحدت کو علم اور علم کی کثرت کو جہل سے تعبیر کیا گیا ہے، سبحان اللہ! میرے آقا و مولیٰ ﷺ کے علوم پر قربان جاؤں کہ دورِ حاضر میں ہر طرف ظاہری علوم کی کثرت اور بہتات ہے مگر ان علوم کی کثرت کا ایک نتیجہ جو دیکھنے کو مل رہا ہے وہ سراسر جہل ہے کیوں کہ ہم نقطہ سے ہٹ چکے ہیں۔ اور ہمارے سامنے اس کا انجام اور نتیجہ موجود ہے کہ بنام اسلام تہتر فرقوں میں فرقۂ ناجیہ! صرف اور صرف اہل السنۃ والجماعۃ ہے، بقیہ تمام فرقے مطلق جہل اور باطل ہیں! اسلام ایک ہے جو وحدت کی دلیل ہے، فرقہ ہائے زائدہ کثرت کا ثبوت ہے اور کثرت کو جہل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہٰذا میرے آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا "مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجٰی" جو خموش رہا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا...... یعنی خموشی وحدت کی دلیل اور گویائی کثرت کی دلیل ہے۔

اس تقریر کے معنی ہر گز یہ نہیں کہ تمام وہ حضرات جو نقطے کی وحدت کا علم نہیں رکھتے وہ سب کے سب جاہل ہیں! نہیں! وہ سب کے سب عالم ہیں۔ اگر وہ اور انکا علم نقطے کی معرفت کے ساتھ نقطے کے محور پر رہ کر نقطے سے سرِ مُو بھی نہ ہٹتے ہوئے اگر برابر گردش کر رہا ہو تو وہ تمام کے تمام علماء کاملین قابل اتباع اور "صاحب امر" ہیں۔

اور وہ جو نقطے کی وحدت سے ہٹ گیا، یا نقطے کی وحدت کا انکار کیا، یا علم نقطہ کی وحدت اور ضرورت سے جاہل رہا، یا نقطے کی کثرت کے علم کو ملعون دنیا کے

کمانے کا ذریعہ سمجھا تو یقیناً وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہے اور جہل باطل ہے۔

"اَلآن کما کانَ"

وہ پہلے جیسا تھا آج بھی ویسا ہی ہے۔ وہ کون ہے؟ وہ جو ذات اللہ الصمد ہے اور ذات اللہ رب ذوالجلال ہر چیز سے بے نیاز ہے نام و نمود، علم و جہل، شعور لاشعور، گنتی اعداد، تعداد، مکان ولامکان سے پاک و مبراء ہے، وہ! وہ ہے جس کی طرف وہ کا اشارہ کرنا بھی محال ہے کیونکہ یہ اشارہ بھی اس کی طرف شرک کی گواہی دیتا ہے۔ کیا کریں کہ اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں! بیان کی وضاحت کے لئے انسان اگر الفاظ نہیں تو اشارہ کرتا ہے۔ تا کہ علم کے نور سے اس کو پہچان کر فنافی التوحید ہو جائے۔ وہ ذاتِ پاک جس کو ذات کے لفظ کی قید سے بیان کرنا بھی اسکی شایان شان نہیں خود ارشاد فرماتا ہے: "کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ" یں ایک چھپا ہو خزانہ تھا چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا،، کُنت کیا ہے؟ کنتُ وہ ذاتِ ھویت ہے جو اپنی ذات کے اظہار کے لئے "کُن" کو حرف "تا" کی اضافت کے ساتھ کُنتُ فرمایا اور مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو "کُن فیکون" کا جلوہ دکھایا یعنی "کُنتُ" سے اپنے علم کا اظہار فرمایا۔

ذاتِ ھویت کیا ہے؟

ھویت کے دو چشمے کیا ہیں کہ اس ذات پاک کے جلال و جمال کے سر چشمے

ہیں اس مقام عبرت کے راز وماہیت کو نہ کسی عقیل کی عقل پا سکتی ہے نہ کسی حکیم کی حکمت کی یہاں تک رسائی ممکن ہے۔

جس راز وماہیت تک عقل وحکمت کی رسائی نہیں وہاں صرف عشاق کا عشق ہی پہنچ سکتا ہے کیونکہ جناب عشق ہی وہ راز، ذاتِ رازاور رازِ ذات ہیں بلکہ خود وہ ذات ہیں جو حقیقت ومعرفت کے آسمانوں میں خود حقیقت بھی ہیں اور دونوں جہاں سے ماوریٰ تختِ قدرت پر جلوہ افروز بھی ہیں۔

اس حقیر فقیر کے روحانی مرشد کامل مجاہد ملت سیدنا شاہ محمد ولی اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''جواھر العرفان'' میں اس راز کو ایک ہی جملے میں فاش کردیا ''وہ خود عشق، خود عاشق اور خود معشوق ہے'' سبحان اللہ! کتنا پاکیزہ اور اچھوتا اندازِ افشاء ہے کہ سالکوں کے لئے تمام علوم کا نکتہ ایک ہی جملے میں بیان کردیا۔

ناگفتہ بہ حالات اور اس کا صحیح ترین علاج:

یا د رہے! آج کل علوم ظاہری کی ترقی اور ترویج پر اس شدت سے زور دیا جا رہا ہے کہ ایک عام مسلمان اس کو مکمل اسلام سمجھ کر مبلغ بنا ہوا ہے جبکہ اس اسلام کا اک دوسرا اور باطنی رخ بھی ہے جو روح کا درجہ رکھتا ہے جس کو اسلام اور ائمۂ اسلام نے علمِ معرفتِ ذات حق کہا ہے۔ تو از روئے انصاف خود ہی فیصلہ کرلیجئے باطنی روح یعنی معرفتِ ذاتِ حق کے بغیر صرف ظاہری تہذیب وآرائش سے جسم کس طرح زندہ رہ سکتا ہے؟ لہٰذا وقت کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ان اسرار ورموز کو فاش کرنے

پر مجبور ہوگئے جو آج تک ملفوظات ومکتوبات تصوف میں وہ معمے بنکر رہ گئے تھے کہ جن کے نام پر آج کل کے نام نہاد پیرانِ طریقت نے اپنی عقل اور پسند کے نتائج کی تبلیغ کو پیری اور مرشدی کا نام رکھ لیا ہے۔

اس دور میں ہر طرح کے جدید ترقی یافتہ سہولیات کے ساتھ میڈیائی تبلیغ کے نام پر ہر دھرم کے ادھیکاری اپنے اپنے دھرموں کے پرچار میں اس قدر سرگرمِ عمل ہیں کہ ساری دنیا ان حضرات کا ادھیاتمک منچ بن گئی ہے کہ جہاں سے ان دھرم گروؤں نے انسانی یکتا، فلاح وبہودی، تہذیب واخلاق، آپسی بھائی چارگی کا پیغام چیخ چیخ کردے رہے ہیں اور اعلانیہ کہہ رہے ہیں کہ اگر اس دنیا کو شانت اور پرسکون سورگ کے مانند بنانا ہے تو انسان کو ادھیاتم کے شرن میں آکر خود کا اور خدا کا گیان حاصل کرنا ہوگا! اور اگر یہ گیان حاصل کرنا ہے تو تمہیں مادی دنیا سے نکل کر آتما کی دنیا یعنی روحانی دنیا میں آنا ہوگا کہ جہاں آتم گیان اور پرماتما گیان کی پرسکون زندگی میسر آتی ہے۔

اس کے برعکس اب ہم اہل اسلام ہیں جن کے اسلام کا معنیٰ ہی سلامتی اور شانتی ہے مگر افسوس ہمارے پاس نہ آتما گیان ہے نہ پرماتما گیان! نہ خود شناسی نہ خدا شناسی کا علم ہے، نہ ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ'' کا علم ہے نہ عرفان! نہ ہمیں شہ رگ کا پتہ معلوم ہے نہ اللہ کی پہچان حاصل ہے ''وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ'' (سورۂ زاریات، پ۲۶، آیت ۲۱) وہ تمہاری جانوں میں موجود ہے مگر تم دیکھتے کیوں نہیں

......افسوس نہ ہمیں اپنی جان کا علم ہے نہ پہچان ہے کہ ہم اس کو دیکھ سکیں۔

"مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا" (سورۂ بنی اسرائیل، پ ۱۵، آیت ۷۲) جو اس دنیا میں اندھا ہے، وہ آخرت میں اندھا ہی رہے گا (یعنی اللہ کو دیکھنے سے اندھا مراد ہے) کیونکہ وہ راستے سے بھٹکا ہوا یعنی گمراہ ہے...... گمراہی جہل ہے اور جہل باطل ہے، تو گویا کیا ہم سب باطل پرست ہیں؟ نعوذ باللہ نہیں! تو ہمارے پاس وہ ایسا کیا پیمانہ ہے یا وہ ایسا کون رہبر ہے جو ہمیں ان راز و رموز سے آشنا کروا کر اس دنیا میں ہمیں اللہ کا صحیح معنوں میں بندہ بنا دے اور ہمیں آخرت کے سہانے خواب کی تعبیر بتا کر گمراہی سے محفوظ فرمائے۔

اے "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" کا کلمہ پڑھنے والو ذرا غور کرو! اِس کلمہ مقدسہ کے معنیٰ پر، بغیر کسی تاویل کے اس کے یہی معنیٰ ہوں گے کہ اللہ ایک ہے جس کو میں نے دیکھا ہے۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ برحق بندے ہیں اور رسول بھی ہیں، جن کو میں نے دیکھا ہے۔ گویا اس کلمہ مقدسہ کو پڑھنے والا قاری شعوری یا لاشعوری طور پر برجستہ گواہی دے رہا ہے اور یاد رہے گواہ اسے کہتے ہیں جو حاضر بھی ہو ناظر بھی ہو، تو ہر مسلمان جو یہ کلمہ پڑھتا ہے کیا وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر گواہی دے رہا ہے؟

ایسا کیوں ہے؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کہ مسلمان ان اسرار و رموز کو سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا تا کہ وہ بھی دنیا کے منچ پر کھڑے ہو کر "اسلامک ادھیاتم"

یا معرفتِ حق کی دعوت دے سکے اور یہ ثابت کر سکے کہ اسلام صرف خوشنما اور دلکش نعروں کا ہی نام نہیں...... بلکہ اسلام میں ان نعروں کی حقیقت بھی ہے اسلام صرف نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شانِ اقدس میں نعتیں پڑھنے کا ہی نام نہیں...... ان نعتوں کے تقاضوں اور معنوں پر پورا اتر کر نبی ﷺ کے عشق میں جان نچھاور کرنے کا نام بھی ہے۔ اسلام صرف جھوم جھوم کر درود پاک پڑھنے اور پڑھانے کا ہی نام نہیں...... بلکہ درود پاک کے توسل سے بارگاہِ محمدی ﷺ تک رسائی حاصل کرنے کا نام ہے۔ اسلام صرف "مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" جس نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا وہ جنتی ہے کا ہی نام نہیں...... بلکہ اسلام جنت کے مالک تک پہنچانے کا بھی نام ہے۔"

کلمہ طیبہ سے متعلق فرائض:

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سے متعلق دو فرائض ہیں (۱) اقرار باللسان (۲) تصدیق بالقلب۔

تو! ماں نے کلمہ طیبہ پڑھوا کر اقرار باللسان کا فرض تو ادا کر کے ہمیں جسمانی مسلمان بنایا، اب تصدیق بالقلب یعنی قلب کے ساتھ تصدیق و تحقیق کر کے ہمیں کامل روحانی مسلمان کون بنائے گا؟ وہ کون ہے جو قلب کو پہچانتا ہے؟ وہ کون ہے جو قلب کی زبان کھلوا سکتا ہے؟ وہ کون ہے جو قلب کا عالم ہے۔ یہ وہی ہے جس کو اہل قلب اہلِ عشق مرشد کامل کہتے ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اسلام کا ظاہر اقرار باللسان ہے، اسلام کا باطن تصدیق بالقلب ہے ورنہ صرف اقرار باللسان سے مسلمان کا ظاہر مسلمان ہوگا اور تصدیق بالقلب سے باطن مسلمان اور مؤمن ہو جائے گا تو آج کل اسلام کے نام پر، تبلیغ اسلام کے نام پر صرف اقرار باللسان کے نام پر اسلام کا ایک رخ پیش کر کے اپنی ہی پیٹھ تھپ تھپا کر یہ دعویٰ کرنا کہ ہم جنتی ہو گئے یہ کہاں کی عقلمندی ہے جبکہ ابھی ہمیں مکمل اسلام میسر آیا ہی نہیں کہ تصدیق بالقلب ابھی باقی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اسی طرف اشارہ فرما رہا ہے ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ﴾ (سورۂ بقرہ، پ۲، آیت ۲۰۸) اے ایمان والو تم اسلام میں پوری طرح (یقین کے ساتھ) داخل ہو جاؤ...... معنی جسم قلب وروح کے ساتھ مسلمان ہونا ہے اور نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے: ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْآ آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ (سورۂ نساء، پ۵، آیت ۱۳۶) اے ایمان والو! تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر...... ان دونوں آیاتِ مقدسہ میں ایمان کامل یعنی تصدیق بالقلبی کے ساتھ اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ورنہ ایمان والوں سے ایمان کا مطالبہ کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

اب تک ہم صرف اسلام کے ایک رخ کو علمی شکل میں پیش کرنے میں کامیاب ہیں جبکہ دوسرا رخ تصدیق بالقلب کے ساتھ ابھی تک پوشیدہ ہے کہ جس کو ہم نے نہ جاننے کی کوشش کی ہے نہ سمجھنے کی!

آخر ہمیں ایک رخہ اور آدھا اسلام یا کلمہ پیش کرنے سے کیا ہاتھ آئے گا جو صرف جسم کی مانند ہے۔ اسلام یا کلمہ کا دوسرا رخ پیش کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے جو عین سے ہے اور عین ہے اور عین اسلام وکلمہ ہے اور یہ تصدیق بالقلب کے ساتھ اسلام وکلمہ روح کی مانند ہے، روح کے بغیر جسم کس طرح زندہ رہ سکتا ہے؟ بے روح جسم کو سجایا، سنوارا، معطر کیا تو کیا کیا؟ ویسے بھی بے روح جسم کا ٹھکانہ قبر کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ سچ کہا امام المحققین حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسلمانی در کتاب ومسلمان در گور'' مسلمانی کتابوں میں ہے اور مسلمان قبروں میں ہیں۔

اے اللہ کے نیک بندو! اللہ کے لئے غور کرو! اللہ کے رسول ﷺ کے لئے کچھ تو سوچو، سمجھو اور از روئے انصاف فیصلہ کر کے بتاؤ کہ کیا ہمارے پاس یا ہمارے دین میں وہ روحانی اثاثہ نہیں ہے؟ جسے ادھیاتم گیان کہتے ہیں یا معرفتِ حق کہتے ہیں۔ اگر آج اس کی ضرورت ہے تو ہم اس کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہم بھی دنیا کے منچ سے اسلام کی حقانیت، روحانیت، صداقت، نفاست، تہذیب وکردار، علم وعرفان، اخلاق وعادات، مداوات واصلاحات، خلافت وامامت، علم الاجسام اور علم الارواح کو معرفتِ حق کے ساتھ تصوف کی شکل میں اسلامک ادھیاتم کیوں نہیں پیش کر سکتے؟

کیوں ہم ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ'' کا گیان دھیان دے نہیں سکتے؟ کیوں ہم شہ رگ کا پتہ بتانے کی یا جاننے کی کوشش نہیں کر سکتے؟ کیوں ہم اسلام کے جسم ظاہر کے پرستار ہو چکے ہیں جبکہ اسلام کی روح گھٹ گھٹ کر سسک رہی

ہے! کیا ہمارے پاس علمِ تصوف یا علمِ ادھیاتم کی کمی ہے؟ کیا ہمارے پاس گیان دھیان کے وہ تمام ذرائع ختم ہو چکے ہیں جو خدا تک پہنچنے میں مددگار و معاون تھے؟

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی ☆ برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں روح بلالی نہ رہی ☆ فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے
(علامہ اقبالؔ)

نہیں آج بھی وہ تمام اصول وضوابط وہ طریقے وہ مراقبے وہ تقویٰ وطہارت وہ علوم ومعارف وہ اثاثہ وہ خزانہ جو ہمیں حضور علیہ السلام کی باطنی سیرت واخلاق سے ملے ہیں، صحابۂ کرام اور اسلاف عظام کی مقدس زندگیوں سے میسر آئے ہیں نیز جو حضور غوث الصمدانی ہیکلِ ہمدانی حضرت میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل ہوئے ہیں، الحمد للہ! آج بھی وہ تمام ذخائر زندہ وتابندہ ہیں۔ وہ اسلام کا روحانی سرچشموں کا چشمہ جو ہمیں خواجۂ خواجگاں ہند الولی عطائے رسول حضرت معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا ہے وہ موجود ہے! بس ذرا سی تشنگی چاہئے! بس ذرا سا علم وشعور چاہئے! بس ذرا سی عقل وہوش اور قلب کی بیداری کا ثبوت چاہئے! بس ذرا سا عشقِ رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم چاہئے! ورنہ ہماری منزل ہمارے دلوں سے بہت ہی قریب ہے کہ ہم ساری دنیا کی روحانی رہبری کر سکتے ہیں۔ پھر دیکھنا

کہ آئینِ قرآن ہمیں اس دنیا کو جنت کا نمونہ بنانے کے لئے کس قدر معاون ومددگار ثابت ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ: (سورۂ بقرہ، پ ۱، آیت ۳) قرآن ان متقین کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں...... انشاء اللہ ہمارے قلوب کی آنکھیں کھل جائیں گی تو ہم سے کوئی شئی مخفی نہیں رہے گی اور ہماری دور بینی دور اندیشی اور دور نظری کو دنیا سلام کریگی! ارشادِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ''مَنْ عَرَفَ اللهَ لَا يَخْفىٰ عَلَيْهِ شَيْئٌ'' جس نے معرفتِ حق حاصل کر لی اس کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّ اللهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ'' (سورۂ توبہ، پ ۱۱، آیت ۱۲۰) بیشک اللہ ربّ العزت نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

لہٰذا اے ایمان دار بزرگو اور دوستو! یہ نیکی کر لو کہ اسلام کی حقانیت کو پورے اخلاص کے ساتھ دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچانے کی کوشش کرو! یہ جو بڑے بڑے اجتماعات وکانفرنسیں کر کے جہاں اسلام کے ایک رخ کو پیش کر رہے ہو، وہاں اسلام کے روحانی دروس ودعوت کو پیش کرو! اور دیکھو کہ اللہ اس امتِ مرحومہ پر کیا کیا احسانات وانعامات کا نزول کرے گا۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ''رَأَيْتُ رَبِّيْ فِيْ قَلْبِيْ'' میں نے اپنے رب کو اپنے قلب میں دیکھا...... اٹھو اس حدیث پاک پر عمل کرو اور قلب کی تلاش کرو! اللہ جل شانہ کا مشاہدہ کرو اور کرواؤ! تا کہ اسلام کی حقانیت ثابت ہو جائے! محض زبانی دعوے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا! ہمارا دین خدا تک پہنچنے کا ایک واحد ذریعہ

ہے جس کو نہ سمجھ کر ہم نے فرقوں میں بانٹ دیا، اٹھو اور یہ ثابت کردو کہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو سلامتی کی طرف بلاتا ہے اور دہشت گردی کو انسانیت سوز جرم اور کفر سمجھتا ہے۔ نیز قرآن پاک ہمارے لئے رہبر و رہنما ہے اس میں یہ ضابطۂ حیات ہے کہ ﴿ اَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً ط وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً ط﴾ (سورۃ المائدہ ۳۲) جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد پھیلانے (یعنی خونریزی اور ڈاکہ زنی وغیر کی سزا) کے بغیر (ناحق) قتل کردیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کرڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا......

وقت اور حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو انگلینڈ، افریقہ، آسٹریلیا، امریکہ انڈونیشا کو تبلیغی جماعتیں بھیجنے سے کچھ نہیں حاصل ہوسکتا! پورے سو سال سے مسلمانوں کا اربوں کھربوں روپیہ برباد ہوگیا، کیا ہاتھ آیا سو یہ روپیہ قوم کی اور انسانیت کی تعمیر میں خرچ ہوتا تو کیا ہماری قوم کی یہ حالت ہوتی! جو آج ہے؟ آج نہ ہمارا کوئی قائد ہے نہ کوئی پرسانِ حال ہے! ہماری قوم معاشرتی اور عصری تعلیمی معیار سے انتہائی زوال پذیر ہوچکی ہے جہاں سے نکلنا اب جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ نکل کیوں نہیں سکتے؟ یقیناً نکل سکتے ہیں اگر ہم سب مل کر ایک اللہ ایک رسول اور ایک جماعت حقہ پر اتفاق واتحاد کرکے عزم محکم کے ساتھ اسلام کے روحانی پیغامات کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی اگر ویسی کوشش کریں جیسی دیگر مذاہب کے رہنما کررہے ہیں۔ لیکن

افسوس ہمارا حال بالکل مختلف ہے کہ ہم نعرے بازی، فتویٰ بازی اور ایک دوسرے پر الزام تراشی، دشنام طرازی، بغض وحسد، کے مہلک مرض میں مبتلاء ہوچکے ہیں، کاش کہ ہم سب ملکر ان تمام گھٹیا اور اوچھے کاموں سے گریز کرکے اسلام کے روحانی پیغامات، وتعلیمات کی تبلیغ کرتے اور یہ ثابت کرتے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو سلامتی کی طرف دعوت دیتا ہے۔

ہم سب کو مل کر پورے اتفاق واخلاص کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اس قوم کے جینے کا انداز تلاش کرنا ہوگا ! اس کتاب حق میں غور وفکر وتدبر کرنا ہوگا تا کہ ہر زاویئے سے، ہر نظریئے سے، ہماری قوم اور ہمارا مستقبل محفوظ ہوجائے۔ اور یہ انقلاب صرف اور صرف باتوں سے، گھر بیٹھے سہانے خواب دیکھنے سے نہیں آئے گا! اس کے لئے منظّم کاوشیں اور عزم مصمم، استقلال واستقامت کی بے حد ضرورت ہے۔ جیسا کہ اللہ ربّ ذوالجلال کا فرمان عالیشان ہے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ﴾ (سورۂ رعد، پ۱۳، آیت ۱۱) جس کی ترجمانی علامہ اقبالؔ اپنے نرالے انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہیں ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

کتاب اللہ کیا ہے؟

کتاب اللہ لوح محفوظ کی تشریح ہے وہ کونسا ایسا دین ودنیا کا علم ہے جو قرآن

مقدس میں موجود نہیں؟ وہ کونسی ایسی سائنس ہے جو قرآن مقدس میں نہیں؟ یہی وہ کتاب ہے جس کو پڑھ پڑھ کر یوروپین ممالک کے دانشوران و سائنسدان دنیا کو جدید ایجادات کا تحفہ دے رہے ہیں، ہم جسے علم تصور، یا تصور شیخ کہتے ہیں، اس تصور پر امریکیوں نے ریسرچ کر کے دوسری جنگ عظیم کے دوران میں کچھ ایسے اشخاص تیار کر لئے تھے کہ وہ امریکہ میں رہ کر آنکھ بند کر کے جو اپنے تصور کو جاپان پر مرکوز کر سکے اور ان کی جنگی طاقت اور خفیہ ٹھکانوں کا پتہ لگا سکے۔

اور ایسا امریکی تصور کے ماہروں نے کیا بھی اور بتایا بھی کہ جاپان کی جنگی پوزیشن، حکمت عملی اور خفیہ ٹھکانے کہاں کہاں موجود ہیں۔ آج بھی کئی ایسے ممالک ہیں جہاں علم تصور کے ذریعہ دشمن کے ارادوں کا پتہ لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے، بعض سائنس دان تو اس علم تصور کو باقاعدہ ایک سائنس قرار دے چکے ہیں اور اس کو ٹیلی پیتھی اور ریموٹ ویوَر کا نام عطا کر چکے ہیں اور مستقبل میں ان کا بہت بڑا پروگرام ہے کہ اس ٹیلی پیتھی اور ریموٹ ویوَر والی تکنیک اور سائنس کے ذریعہ زمین تو زمین ستاروں سے آگے تصور کو بھیجنا چاہتے ہیں تا کہ وہ خلائی اور آسمان کی خبریں حاصل کر سکیں! اور اسی نظریئے کو مشنری طور پر استعمال کر کے سٹلائٹ ایجاد کر لیا گیا۔،،

غور کرنے کا مقام ہے! کہ یہ تصور کیا ہے؟ یہ علم تصور کیا ہے؟ اس کا موجد کون ہے؟ یہ وہی تو ہیں جن کو ہم اور ہمارے اسلاف صوفیانِ کرام کہتے ہیں۔ مگر افسوس ہم مسلمان اپنی روحانی میراث سے دستبردار ہو گئے تو ہمارے پاس نہ وہ روحانی تصور

رہا، نہ علم تصور رہا، نہ علمِ توجہ رہا۔

لہٰذا اس حقیر فقیر نے ان گہرے اور پر اسرار رازوں کے افشاء کا ارادہ کیا جو صوفیانِ کرام کی کتابوں میں آج تک راز ہی رہ گئے تھے جن کو نہ سمجھ کر آج کل کے پیروں نے کچھ کا کچھ بیان کرنا شروع کر دیا۔ آیئے اک طویل اور ضمنی تقریر کے بعد ہم پھر اسی عنوان پر آتے ہیں کہ............!

☆☆☆

فصل ہفتم

ذاتِ ہُویت اورتختِ کُنتُ:

وہ ذاتِ ہُویت جب تختِ کُنت پر جلوہ فگن ہوئی تو نورِ صمدیت سرِّ احدیت نے وحدت کی خلوت گاہ سے کثرت کے کارخانے پر خود کو ظاہر کیا، تو اسکے نورِ حسن وجمال پر دونوں عالم کی ہر چیز فریفتہ وشیدا ہوگئی اور خود میم احمدی کا لبادہ اوڑھ کر خود کو مقام کَنْزاً سے ہوکر ظاہر کیا۔ اور یہاں مقام ''اِذَاتَمَّ الْفَقْرُفَھُوَاللہ'' جب فقر تمام ہوجاتا ہے تو وہی اللہ ہے......کا مقام بھی ظاہر کیا تاکہ پہنچنے والا یہاں پہنچ کر ''اَلْفَقِیْرُ لَایَحْتَاجُ اِلٰی رَبِّہٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِہٖ'' یعنی فقیر نہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے نہ ماسوا اللہ کا...... کے مقامِ فقر پر آجائے۔

علم کنتُ کیا ہے:؟

علم کنت اسم اللہ ذاتِ ھو ''ہ'' کا نقطہ ہے جو اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ اول وآخر ہونے کا ثبوت پیش کررہا ہے۔ جو اول ہے وہ باطن ہے اور جو آخر ہے وہ ظاہر ہے۔ یعنی مکمل طور پر اسم اللہ ھو ''ہ'' اپنے نقطے کے علوم کے ساتھ ''ہ'' ھو الاول ''ہ'' ھو الآخر ''ہ'' ھو الظاھر ''ہ''، ھو الباطن ہے۔ بس اسی

نقطے میں جانے کا نام علم اور عالم ہے اور یہاں پہنچ کر عارف فقیر خود علم، خود عالم، خود معلوم کے مقام پر آجاتا ہے۔

نوٹ: اسمِ ''ہ'' کے حلقہ پر غور کریں کہ یہاں وہ نقطہ ہے جو اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ علم ظاہر و باطن کی شرح کررہا ہے۔

تمام علم صرف ایک نقطہ میں ہے:

یہ نقطہ ہمارے اندر کہاں ہے؟ بس اسی نقطے کے راز کو فاش کرنے سے بڑے بڑے حکماء وعقلاء نے عجز کا اظہار کیا ہے! کیونکہ یہ نقطہ ہر کس وناکس کے ہاتھ نہ لگ جائے تاکہ وہ اس دنیا کے بازار میں سستے داموں پر بیچ نہ ڈالے اس لئے اس نقطے کو پیر کامل کی خاص نشست میں بیٹھ کر حاصل کر کے عمل کرنا چاہیئے۔ ورنہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو انسان علم یعنی علمِ دین کو دنیا کمانے کے لئے بیچ دیا وہ جہنمی ہے۔

پھر بھی ہم ازلی سعید اور اہل عشق حضرات کے لئے وقت کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اشارۃً بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ جنہیں پیر کامل فی الزمانہ میسر نہیں وہ کچھ تو سمجھ کر اللہ کی توفیق سے اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہوجائے۔

وہ نقطہ کہاں ہے؟

وہ نکتہ شہ رگ سے قریب تر ہے۔ نہیں! نہیں!! بلکہ وہ خود شہ رگ کی جان ہے، یہ راز صرف ازلی سمجھدار کے لئے ہے کہ وہ سانسوں کی اصل ہے اور اصل سے وصل حاصل ہوتا ہے۔ نقطہ کا راز کچھ اس طرح ہے کہ وہ نقطہ ''ہ'' ہے جو اپنا ظاہر

وباطن رکھتا ہے ایک حرفی اسم "ہ" سے حرف خصوصیت یعنی "ا" (الف) میں پوشیدہ ہوا اور اسم اللہ میں اول وآخر ہوا، اور جب اللہ نے اپنے جلال وجمال کو ظاہر کرنا چاہا تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کا اظہار کیا اور نقطہ "ہ" بھی متواتر "ا" الف سے گذر کر "با" میں منتقل ہوا۔

اسی لئے ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ بایزید کون ہے؟ جواباً آپ نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم تحریر کر کے خط بھیج دیا، حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام آسمانی کتابوں کا مفہوم قرآن میں ہے، تمام قرآن پاک کا مفہوم سورۂ فاتحہ میں ہے، سورۂ فاتحہ کا مفہوم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم میں ہے، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کا مفہوم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے "با" کے نقطہ میں ہے اور قسم ہے رب ذوالجلال کی کہ وہ نقطہ میں ہی ہوں۔ ازیں قبل صفحات میں ہم اختصاراً بیان کر چکے ہیں، تھوڑا گہری نظر سے مطالعہ فرمالیں تا کہ آپ کو وہ ازلی حصہ حاصل ہوجائے جو اپنے پیر ومرشد سے حاصل نہ ہوسکا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ یہ کتاب یقیناً ایک پیر کامل کا کام دے گی (خود پڑھیئے اور اپنے احباب کو پڑھنے کی ترغیب دیجئے) اور آخر میں اس ناچیز فقیر کی روحانی تحریک اور اس کے وابستگان کے لئے اپنی نیم شبی کی خلوت میں یا جلوت میں دعائے خیر کے ساتھ یاد فرمایئے اور پھر ہم شہ رگ کے تعلق سے انشاء اللہ اپنی آنے والی کتاب "اسرار تصوف" میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں انتظار کریں بہت جلد

منظر عام پر آنے والی ہے۔

دم سے آدم اور آدم سے ہے یہ جملہ جہان
دم یہاں ہے دم وہاں ہے دم مکاں دم لامکاں
(عارفؔ القادری)

کنتُ کے بعد کنزاً کیا ہے؟

کنزاً لاھوت ہے جس کو لاالہ الاھو میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔ مقام لاھوت قادر قدرت کی قدرت کا ارادہ ہے کہ وہ جب چاہا کن فیکون فرمادیا اور خلقت کا اظہار کیا وہ خود ارادہ خود مرید خود مراد ہے۔

اس مقام کنزاً میں اللہ ربّ العزت نے چاہا کہ خود کو خلقت میں ظاہر کرے تو اپنی قدرت کاملہ کے علم سے اسم اللہ کو ظاہر فرمایا، اسم اللہ کو عشق ومحبت سے دیکھا تو وہ سراسر نور بن گیا اور اس نور کا نام پاک محمد رسول اللہ رکھا! اور اس نور سے کلمۂ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم" کو پیدا فرمایا اور کلمہ طیبہ کیلئے عرش معلیٰ کو پیدا کیا! عرش معلیٰ کے لئے فرشتوں اور ملائکہ کو پیدا کیا! ملائکہ کیلئے آسمانوں کو پیدا کیا، آسمانوں کے لئے جنتیں پیدا کیا! اور آسمانوں کے لئے زمینیں پیدا فرمایا ان تمام حالات ومعلومات کے علوم رقم کرنے کے لئے لوح محفوظ پیدا فرمایا! لوح محفوظ کے لئے قرآن مقدس کو پیدا فرمایا، قرآن مقدس کی تائید کے لئے دیگر صحائف اور کتب آسمانی کو پیدا فرمایا!

صحائف اور رسائلِ سماوی کے ارسال کے لئے انبیاء اور مرسلین کو پیدا فرمایا انبیاء اور مرسلین کے لئے دین اور دنیا بنایا، دین اور دنیا کے لئے تمام مخلوقات ارضی کو پیدا فرمایا اور کنت کنزاً کے علم وارادے سے اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ'' (سورۂ نحل، پ۱۴، آیت ۱۲۵) اے محبوب اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو بلایئے حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ...... اس انسانوں کی دنیا میں انبیاء کرام کو بھیجا تاکہ اسکے پیدا کئے ہوئے انسان کو اپنا وعدہ ازلی قالوا بلیٰ کو وفا کر کے انبیاء کرام کی مکمل اتباع سے وہیں لوٹ جائیں جہاں انکا اپنا ازلی ٹھکانہ ہے!

نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِه'' ہر چیز اپنی اصل کی جانب لوٹ جاتی ہے...... لہٰذا اے نادان انسان! جب تک تو اپنے آپ کو اور اپنی اصل کو نہیں پہچان لیتا تب تک تجھے صراطِ مستقیم کس طرح میسر آسکتی ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ'' (سورۂ الحجر، پ۱۴، آیت ۹۹) آخر دم تک اپنے رب کی عبادت کر...... اے طالب اللہ! دم اول، دم آخر، کو کیوں ضائع کرتا ہے، جب تک دم میں دم ہے، علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین تک کیوں نہیں پہنچ جاتا؟ اور اصطلاح تصوف میں یقین کے معنی دم ہی کے تو ہیں! اور دم کے تعلق سے نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ''اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَاتٍ وَکُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ

ذِکْرِ اللهِ فَهُوَ مَیِّت'' تمہیں گنتی کی سانسیں عطا کی گئی ہیں اور جو سانس یادِ الٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے...... کیوں سانسوں کو رائیگاں کرتا ہے؟ سمجھتا کیوں نہیں؟ کہ سانسوں کی اصل دم ہے اور دم سے آدم ہے۔

کیا ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (سورۂ اعراف، پ۹، آیت ۱۷۲) اور ''قَالُوْا بَلٰی'' کے قول سے یہ حکم نہیں نکلتا! ارشاد باری ہے: ''فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ'' (سورۂ شوریٰ، پ۲۵، آیت ۱۵) ترجمہ: جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہیے!

کس حکم پر قائم رہیں:

وہ خود حکم کے ساتھ حکیم اور حاکم ہے! اس راز کو سمجھ کر اس صورت کو یاد کر، کہ تو عین اسی کی صورت ہے یعنی صورت آدم علیہ السلام............ جو ھُو بھُو اللہ کی صورت ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے ''نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ فَقْرِ الْمُکِبِّ'' منہ کے بل گرا دینے والے فقر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں! یہ منہ کے بل گرا دینے والا فقر کون ہے؟ یہ باطل اور ماسویٰ اللہ ہے! اور اس فقر کا وعدہ ابلیس کرتا ہے اور فقر مکب میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔

جاننا چاہئے! کہ جب یہ کائنات بن چکی تو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اسی کائنات میں ابلیس اور نفس بھی آگئے تاکہ حضرت آدم کی نسلوں کو راہِ حق سے روک سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا'' آدم علیہ السلام کو اللہ نے تمام علوم سکھائے...... اے طالب اللہ! تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے، کیا تجھے باپ کا ترکہ

اوراثاثہ حاصل نہیں؟ اگر حاصل نہیں تو وہ علوم کا اثاثہ جو تیرے باپ کو حاصل تھا وہ حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا؟ تاکہ تجھے نفس اور ابلیس کی حقیقت سے آگہی حاصل ہو جائے۔اور اگر تجھے باپ کی میراث میں سے (جو ازلی نعمتوں پر مشتمل ہے) کچھ بھی حاصل نہیں تو تُف ہے ایسے جینے پر کہ تو صورتاً تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے معناً ہرگز نہیں!

باپ کا علم اگر بیٹے کو نہ ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیوں کر ہو

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اَتَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالبِرِّوَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ'' (سورۂ بقرہ، پ۱، آیت۴۴) کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو جبکہ تم کتاب کے عالم وقاری ہو......تو مولوی، عالم، فاضل، مفتی، محقق، فلسفی، منطقی، حاجی، نمازی، ہوا! تو کیا ہوا! جب تک تجھے خود کی اور خدا کی معرفت حاصل نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقی میراث ہے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا! کیونکہ تیری تخلیق ہی معرفتِ الٰہی کے لئے ہوئی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿وَمَاخَلَقْتُ الْجِنّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ (سورۂ زاریات، پ۲۷، آیت۵۶) اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے...... بقول حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ''عبادت سے مراد معرفتِ الٰہی ہے''

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
عمل در تو نیست نا دانی

(سعدیؔ)

ترجمہ: علم چاہے تم جتنا زیادہ حاصل کرلو اگر تم میں عمل نہیں ہے تو یہ نادانی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَاَوْفُوا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ وَاِیَایَ فَارْھَبُوْنِ'' (سورۂ بقرہ، پ۱، آیت۴۰) تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور مجھی سے ڈرتے رہو!

عہد کیا ہے؟

یہ عہد اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (سورۂ اعراف، پ۹، آیت۱۷۲) اور قَالُوابَلٰی ہے اگر تم اس عہد کو پورا کرنے میں ناکام رہ گئے تو انجام کیا ہوگا؟ انسان خدا کا باغی قرار دیا جائے گا! اور خدا کا باغی کافر ہے اور دراصل خدا سے بغاوت کرنے کا نام ہی کفر ہے! اللہ کا فرمان ہے ''فَفِرُّوْااِلَی اللّٰہِ'' کہ تم اللہ کی طرف دوڑو......

☆☆☆

﴿حقیقتِ کفر واسلام﴾

کفر ''فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰہ'' ہے یعنی اللہ سے فراریت اختیار کرنے کا نام ہے اور یہ بغاوت ہے۔اور ''فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہ'' (سورۂ زاریات، پ۲۷، آیت ۵۰) کہ تم اللہ کی طرف دوڑو ...... یہ اسلام ہے اور یہ جو عرف عام میں شرعاً کفر ہے اس کی قید صرف ظاہر پر لگتی ہیں تا کہ مسلمان کا ظاہر بھی مسلمان ہوجائے۔جاننا چاہیے کہ اگر صرف ظاہر مسلمان ہے اور باطن کافر ہے تو'' وہ ''فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰہِ'' کے زمرے میں آجاتا ہے اور یہ شدید کفر ہے اور اس پر خود اللہ گواہ ہوجاتا ہے، نعوذ باللہ من ذالک،، اللہ تبارک تعالیٰ اس باطنی کفر سے محفوظ فرمائے! ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ کَرِیْمٌ '' ترجمہ: بیشک جو لوگ اللہ سے غائبانہ ڈرتے ہیں انہیں کے لئے مغفرت اور اجر کریم ہے (سورۂ ملک پ۲۹) نیز کلام الٰہی میں فرمان عالیشان ہے۔﴿فَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ﴾ (سورۂ حج ۵۰) پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے مغفرت ہے اور (مزید) بزرگی والی عطا ہے......

مغفرت اور اجر کریم کیا ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا سہل ترین جواب تو علماءِ کرام فقہ کی روشنی میں دیگر خود کو تسلی تو دے لیتے ہیں لیکن پھر بھی یہ سوال اپنے آپ میں اک خاص اہمیت کا حامل ہے۔جس کے افشاء کے بعد ممکن ہے اس کے فاش کرنے والے کے خلاف تمام

مفتیوں کے انقلابی قلم گردش میں آجائیں۔اس لئے مغفرت یا نجات آخر کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟ یہ اپنے پیر سے ہی پوچھ لینا چاہئے تا کہ مرید اس راز کو پاکر اور عمل کر کے کرم کا حقدار بن جائے۔اے طالبان خدا! آیئے! ہم باب مغفرت کے تعلق سے اشارۃً ہی سہی کچھ بیان کرتے چلیں!

تو مغفرت کیا ہے؟

جس نے مغفرت حاصل کیا وہ مغفور ہوا اور مغفور وہ ہے جس پر صفتِ غفور کا فیض وفضل ہے، ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ'' اللہ کے اخلاق یعنی صفات کو پیدا کرو ......اسی طرف اشارہ ہے۔اور جو ان صفاتِ کاملہ کا مظہر بن گیا وہ شیخ کامل یا پیر کامل کے مقام پر فائز ہوگیا، جو خود بھی مغفور ہے اور اپنے مریدوں کو مقبول اور مغفور بنا سکتا ہے ورنہ آپ خود فیصلہ کرلیں کہ جو پیر، مرشد، شیخ، مشائخ، کامل واکمل ہونے کا دعوی کرے اور خود صفتِ اسم غفور کا مظہر نہ بن چکا ہو، تو مرید کو کیسے مغفرت دلواسکتا ہے؟ مغفرت کے معنیٰ نجات کے ہیں نجات کیا ہے؟ نجات کیوں؟ نجات کس چیز سے؟ یہ اور ایسے کئی سوالات ہیں جن کے جوابات صرف اپنے مرشد کامل سے حاصل کرنا چاہئے؟ ورنہ اگر ہم اس پر اسرار بحث میں جائیں تو ممکن ہے مفتی دین کا قلم ہماری شان میں کفر کے عنوان سے کئی قصائد لکھ ڈالے اور عوام میں ہم کافر کے نام سے مشہور ہوجائیں۔

یہ مراتب ''مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی'' (سورۂ نجم، پ۲۷) کے ہیں جس کو پیر کامل سے سمجھنا چاہئے ارشاد گرامی ہے: ''طَلَبُ الرِّزْقِ اَشَدُّ مِنْ طَلَبِ اَجَلِہٖ''

رزق کی طلب موت کی طلب سے زیادہ شدید ہے۔ رزق دو طرح کا ہوتا ہے ایک رزق حیات ایک رزق دیدار، یہاں رزق سے مراد رزقِ دیدار ہے اور اس مقام پر ہمارے آقا و مولیٰ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اِنِّی لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ" میں تم لوگوں سے مختلف ہوں، میں اپنے رب کی بارگاہ میں رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّکَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتیٰ" (سورۂ نمل، پ۲۰، آیت ۸۰) بیشک آپ مردوں کو (سماعِ قبول سے) نہیں سنا سکتے...... کیوں؟ کیونکہ یہ ابلیس لعین اور نفس کے مارے ہیں جو فنا فی الابلیس یا فنا فی النفس ہوتے ہیں نیز ارشاد پاک ہے: "صُمٌّ بُکْمٌ عمیٌ فھُمْ لایَرجِعُونَ۔ ترجمہ: وہ لوگ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں پس وہ (راہ راست کی طرف) نہیں لوٹیں گے! کیونکہ ان کی ظاہری زبان پر ابلیس کا غلبہ ہوتا ہے، اس لئے یہ تیز و طرار تو ہوتے ہیں لیکن زبانِ قلب سے تو گونگے ہی رہتے ہیں کیونکہ ایسے لوگ علم القلب سے جاہل رہتے ہیں اور علمِ زبان کے عالم ہوتے ہیں اور اگر علم القلب ہی نہیں تو زبانِ قلب بھی نہیں تو زبان قلب کس طرح کھل سکتی ہے؟ یہ بہرے ہیں اس لئے کہ ان لوگوں کی باطنی سماعت پر تالے پڑے ہوئے ہیں اور یہ صرف ظاہری آواز اور خوش بیانی کو سن سکتے ہیں نہ کہ باطنی آواز پر **لبّیک اللّٰھم لبیک** کہہ سکتے ہیں۔

اسی مفہوم کو قرآن پاک کی زبان سے سنیے ﴿ **فَاِنَّھَا لَاتَعْمَی الْاَبْصَارَ**

وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبَ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴾ (سورۃ الحج آیت ۴۶) تو حقیقت یہ ہے کہ (ایسوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں...... قوت سماعت حواسِ ظاہر سے تعلق رکھتی ہے اور یہ مطلق ظاہر پرست ہوتی ہے "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی" (سورۂ نجم، پ۲۷، آیت ۳) تو وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے ......اس طرح کے بے خواہش کلام کو وہ لوگ کس طرح سن سکتے ہیں جن کی سماعت پر ابلیس مسلط ہے۔ وہ اندھے ہیں اس لئے کہ یہ صرف ظاہری آنکھ رکھتے ہیں اور ماسویٰ اللہ جو ظاہر ہے اسی کو دیکھتے ہیں اور ایسی آنکھیں تو جانور اور چرند پرند بھی رکھتے ہیں مگر افسوس کہ نادان انسان اپنی باطنی آنکھ پر خود پردہ بن کر پڑا ہوا ہے، اور چشمِ قلب تو اندھی ہی رہ گئی۔ "رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ قَلْبِیْ" میں نے میرے رب کو اپنے قلب میں دیکھا ......کی حقیقت کا عین بعین قلب سے کیسے مشاہدہ کر سکتے ہیں؟

متقی دل سے بڑا کس نے یہاں دیکھا ہے
جسم کی شرع میں ایماں کی حقیقت ہے دل
ایک ہی دم میں چلا جاتا ہے یہ رب کے حضور
میں نے مانا کہ یہ قادر نہیں قدرت ہے دل
جس نے دیکھا ہی نہیں دل میں خدا کا جلوہ
ایسے اندھے کی عقیدت پہ مصیبت ہے دل

(عارفؔ القادری)

مراقبہ میں ارض وسماوات کے عجائبات کا نظارہ ہوتا ہے:

مراقبہ موت کی مانند ہوتا ہے یعنی تمام حواس ظاہری کو مرنے سے پہلے مار کے خود کو مردہ تصور کرنا اس قدر مضبوط کرلیں کہ تم موت کی نیند میں جا رہے ہو! اور تمہیں شہ رگ میں اتر جانا ہے جس کو کبیر صاحب ''سُشر تا ناڑی'' کہتے ہیں! اس شہ رگ یا ''سُشر تا ناڑی'' میں اتر جانے کے بعد تم خود کو...... ''سَنُرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ'' (سورۂ حٰم سجدہ، پ۲۴، آیت ۵۳) عنقریب ہم تمہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی جانوں میں دکھائیں گے کیا تم نہیں دیکھتے ...... کے مقام پر پاؤ گے۔ اس روحانی سفر میں ایک اور مقام آتا ہے جہاں تم خود ہو گے نہ شہ رگ ہوگی فقط وہ اک ذاتِ حق ہوگی۔ بندے میں تمام کثائف کے باوجود لطائف کا ظہور ہوتا ہے، اس کے اندر خدائی صفات رونما ہوتے ہیں تو اس پر تجلیات الٰہی کے حجابات رفتہ رفتہ چاک ہوتے جاتے ہیں اس وقت وہ اپنی باطنی آنکھ سے مغیبات کا مشاہدہ کرنے میں غرق ہو جاتا ہے۔ بس اس سے زیادہ اس راز کو فقیر فاش نہیں کر سکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ...... نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ'' (سورۂ ق، پ ۲۶، آیت ۱۶) بیشک ہم بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں...... سالک راہِ خدا کو جاننا چاہیئے کہ شہ رگ میں جانا کوئی معمولی کام نہیں کہ ہر کس و ناکس طبع آزمائی کرنے لگ جائے! خبردار اس کام میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ لہٰذا یہ کام خشوع وخضوع کے ساتھ عشق رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں ہونا چاہیئے۔ اور اگر

سالک اپنی من مانی کرتے ہوئے جا بھی رہا ہے تو ابلیس لعین راہ مار لیتا ہے، اس لئے ابلیس اور نفس کی مکمل شناخت کے بعد ہی اس کام کا ارادہ کرنا چاہیئے۔

حقیقتِ ابلیس:

ابلیس کا دوسرا نام شیطان ہے اور لفظِ شیطان کا مادہ شطن ہے، شطن کا معنیٰ، ایک ایسا دھاگا جو دراز ہی ہوتا جاتا ہے یہی وہ ازلی دھاگہ ہے جو زنار بن کر انسان کے گلے میں پڑا ہوا ہے کہ جس کو توڑنے سے بڑے بڑے جواں مرد عاجز آ گئے۔ محض توفیق خداوندی سے اس زنار کو توڑا جا سکتا ہے ورنہ یہ کام انتہائی مشکل ہے۔

یہ زنار کیا ہے؟

اگر سمٹ جائے تو یہ ایک صورت ہے جس کو دیکھ کر بڑے بڑے گیانی، دھیانی دھوکہ کھا کر اسی کو صورتِ حق سمجھ لیتے ہیں اور اس پلید کی تبلیغ کو مقصد حیات سمجھ لیتے ہیں، اللہ ایسی گمراہی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے آمین! ہمارے پیروں کے پیر حضرت میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ سے شیطان نے کہا کہ یا غوث اعظم میں آپ کی عبادات سے خوش ہوں اور میں تمہارا خدا ہوں۔ لہٰذا آج سے آپ پر نماز معاف کی جاتی ہے، آپ اب جو چاہے وہ کر سکتے ہیں کوئی مواخذہ نہ ہوگا!

قربان جائیں نگاہِ غوث اعظم پر کہ آپ نے فرمایا اے ملعون! کیا میں تجھے نہیں پہچانتا کہ تو ابلیس لعین ہے ابلیس نے مسکرا کر کہا آپ نے مجھے کس طرح پہچانا؟ سرکار نے جواب دیا کہ اے ملعون! نماز جو میرے اور میرے نانا کے دین کی اساس

ہے وہ میرے نانا نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کو معاف نہ رہی تو میری کیا بساط ہے جو میرے لئے معاف ہو! یہ سنکر ابلیس نے دوسرا حربہ استعمال کیا اور کہا! یاغوث آپ کو آپ کے علم نے بچالیا! اس قول کو سن کر حضرت غوث اعظم نے فرمایا! اے ملعون مجھے میرے علم نے نہیں اللہ کی توفیق نے بچالیا، ابلیس نے سرکارِ غوث سے برجستہ کہا! اۓ غوث میں نے اس حربہ کے استعمال سے چالیس یا ستر اغواث کوانکے اپنے مقام غوثیت سے گرا کر ہلاک کردیا ہے۔

کونسی نماز بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہے:

''اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ'' نماز مومنوں کی معراج ہے......معراج عروج سے اور مومن حالتِ نماز میں وہاں تک عروج حاصل کرلیتا ہے جہاں خدا کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے، گویا نماز مومن کو قال سے نکال کر وہ حال عطا کرتی ہے جس میں دیدارِ الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ مومن حالتِ نماز میں خود سے نکل کر خود کو خدا تک پہنچا دیتا ہے۔ جس طرح حضرت جبرئیل امین حضور ﷺ سے ایمان اور اسلام کا سوال کرنے کے بعد عرض کرتے ہیں ''اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ'' (متفق علیہ) یارسول اللہ احسان (اخلاص) کے بارے میں بتایئے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ حالت نہ ہو تو اس طرح تصور کرو کہ وہ رب قدیر تمہیں دیکھ رہا ہے، اصطلاح تصوف میں اس پہلی حالت کو مشاہدہ اور دوسری حالت

کو مراقبہ کہتے ہیں۔ یہی نماز معراج کہلاتی ہے ورنہ ورزش جسمانی بن جاتی ہے، جس کا روح اور قلب و باطن سے کچھ بھی تعلق نہیں رہتا، اس لئے حضور پاک صاحب لولاک ﷺ فرماتے ہیں ''لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ'' حضور قلب کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، یہ اصول طریقت ہے، اور ''لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِالْوُضُوْءِ'' یا ''لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ'' وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی یا سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، یہ اصول شریعت ہے، جو ظاہری حالت کی صحت و درستگی کا تقاضہ کرتی ہے اور طریقت باطنی حالت کے صحت و درستگی کا تقاضہ کرتی ہے جو ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں، علامہ اقبال کیا خوب فرماتے ہیں:

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور
ایسے امام سے گذر ایسی نماز سے گذر

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیر ادل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَعَلٰی نُوْرٍمِّنْ رَّبِّہٖ''، ترجمہ: بھلا اللہ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر (فائز) ہوجاتا ہے۔ (سورۃ الزمر آیت ۲۲) اس آیتِ کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان دو الگ الگ مقامات رکھتے ہیں، اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ اپنے سینے کو پاک وصاف رکھے تاکہ اللہ جل وشانہٗ اپنے نور کو نمودار کرسکے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' ہر کوئی مسلمان تو ہوسکتا ہے مگر مؤمن نہیں

کیونکہ اسلام پہلے آتا ہے اور ایمان بعد آتا ہے،، یعنی اسلام ظاہر ہے اور ایمان باطن ہے۔ یہی وہ نور ہے جو صاحب نور مؤمن کو ایسی نماز کا حال عطا کرتا ہے جس سے قربِ خداوندی کا حصول ہوتا ہے، اور نماز مومن کی معراج ہے...... کا تقاضہ پورا ہو جاتا ہے ۔ ورنہ نماز محض رسم و نقل اور بے روح ہو کر رہ جاتی ہے کہ اصل سے وصل میسر نہیں آتا ! نہ ہی ''الصَّلٰوۃ معراجُ المؤمِنِیْنَ'' کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو راز با نماز، اور نماز با راز کا علم اور عملِ صالح حاصل کرنا چاہئے۔

یاد رہے! نماز اور حالت نماز ایک پاکیزہ و پوشیدہ راز ہے کہ نفس اور ابلیس اس راز کے افشاء ہونے سے پہلے ہی قال میں الجھا کر حال کی طرف ترقی کرنے سے روک دیتے ہیں۔

حقیقتِ نفس:

نفس جو دشمنِ الٰہی ہے، اس سے مراد نفس امارہ ہے جو ہمیشہ راہِ خدا سے ہٹا کر ماسویٰ اللہ میں اُلجھا کر فضول کاموں میں مشغول کر دیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ﴾ (سورۂ یوسف، پ۱۳، آیت ۵۳) بیشک نفس ہمیشہ برائی کا ہی حکم دیتا ہے...... نفس کی اصل آگ ہے اور یہ آگ ہی کی طرف رہبری کر کے انسان کو آتش دوزخ کا ایندھن بنا دیتا ہے، نفس کیا ہے؟ یہ تیری خوبصورت کھال میں سرگرم ہے جو آگ کی حرارت سے انسان کو اپنے اشاروں پر متحرک رکھتا ہے، نفس کیا ہے؟ ایک سرد مگر گرم آگ ہے جو نفس پرست کو بہت مرغوب ہوتی ہے۔

نفس کیا ہے؟

اللہ جل شانہٗ کی قدرتِ قہر کا ایک نمونہ ہے جو آگ سے ہے مگر ہوا پانی اور مٹی کو اپنے کرشمہ سے اپنی اصل یعنی آگ کو ظاہر کرتا ہے لہٰذا تیز و تند ہوا کی گردش سے آگ حاصل کی جاسکتی ہے ! مٹی یعنی زمین کے اندر بہتے ہوئے سیال مادہ میں آگ پوشیدہ ہے اور پانی سے آتش بجلی حاصل کی جاتی ہے۔ نفس خود آتشی ہونے کے باوجود تنِ انسانی کے ہر عنصر کے باطن سے علاقہ رکھتا ہے،۔۔۔اس لئے وہ تمام انسانی عناصر پر اپنی حکومت اور تسلط کو برقرار رکھتا ہے، اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ قادرِ قدرت نے اسکو اسی ترکیب سے مرکب کیا ہے، اور اس قہری مخلوق یعنی نفس کو بھی ظاہری اور باطنی صورتیں عطا کر کے اولادِ حضرتِ آدم علیہ السلام پر مسلط کر دیا ہے۔،،

نفس کی باطنی صورت کیا ہے؟

سگِ سیاہ کی مانند، ظلمت و تاریک ہے جیسے آگ کے دھواں سے اپھارہ ہوا کاجل یا زمین میں دبا ہوا کالا کوئلہ جو جلنے کے کام آتا ہے، گویا یہ ایندھنِ جہنم ہے اور یہ جس کو چھو لیتا یا جو اسے چھو لیتا ہے وہ اسی کی مانند سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ نفس باطن دُزدِ باطن ہو کر انسان کے سینے میں بائیں طرف دل کی آڑ میں سمٹ کر بیٹھا ہے۔،،

نفس کی ظاہری صورت کیا ہے؟

جیسا کہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں وہ تیری ظاہری خوبصورت اور گرم کھال

میں جلوہ گر ہے جو تجھے مرض حسی یعنی خواہشات میں مبتلاء کر دیتا ہے، جسکی وجہ سے انسان نفسانی خواہشات میں مقید ہو جاتا ہے، اور حسین کھالوں اور گرم گوشت پوست والے جسموں کی خواہش اور پرستش میں مبتلاء ہو کر خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ اَرَاَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ ﴾ (سورۂ جاثیہ، پ۲۵، آیت ۲۳) کیا آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا ہے...... نفس کی اس ظاہری صورت کو صرف خواہشات عطا کی گئی ہیں، جس کو عرفِ عام میں صوفیان کرام نے عقلِ نفس سے تعبیر کیا ہے! درحقیقت یہ عقل نہیں کیونکہ عقل اللہ کا اک خالص نور ہے جو صرف قلب کو عطا کیا گیا ہے اور یہ عقل نہ فرشتوں کو حاصل ہے نہ اور کسی مخلوق کو! عقل نفسانی یا خواہش نفسانی انسان کے قالب کو عطا کی گئی ہے قلب اس سے آزاد اور پاک ہے کیوں کہ عقل حقیقی جو عظیم نعمتِ خداوندی ہے صرف قلب کو عطا کی گئی ہے، جس سے علوم اور معارفِ قلب جاری ہوتے ہیں۔

عقل نفسانی کی کرشمہ سازی:

آج انسان اکیسویں صدی کی جدید ترقیات سے مسحور، مشہور، اور مسرور، نظر آرہا ہے یہ تمام سحر انگیزیاں خواہش نفسانی یا عقل نفسانی کی مرہون منت ہیں! یہ ترقیات عقل حقیقی کا کرشمہ نہیں بلکہ خواہشات کی وہ خوبصورت کرشمہ سازیاں ہیں، جس میں پھنس کر انسان! انسان نہیں انسان نما جانور بن جاتا ہے۔ عقل نفسانی یا خواہشِ نفسانی کا جال اس قدر دلفریب ہوتا ہے کہ جس میں ترقی کے نام پر ہزاروں رہبرانِ

قوم وملت بھی عقل حقیقی سے بھٹک کر عقل نفسانی سے حاصل شدہ علوم کی تبلیغ اور تشہیر کو خدمت قوم وملت کا نام دے لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم دین کے نام پر چار چھے چاند لگا چکے!

عقل کیا ہے؟

عقل ایک نور ہے جو صرف اور صرف اس کو عطا ہوتی ہے جو مرتبۂ انسانیت پر فائز ہو کر انسان کہلائے نہ کہ عرفِ عام میں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اَلْعَقْلُ فِی الْاِنْسَــان'' عقل انسان میں ہوتی ہے اور انسان اہل قلب وقالب ہوتے ہیں جو صرف اہلِ قالب ہے اہلِ قلب نہیں تو برائے نام انسان ہے۔،، عقل کیا ہے؟ عقل وہ نور ہے جو حضرت جبرئیل امین کی طرح وجود اور پرواز رکھتی ہے مگر اپنی حدود کے دائرہ میں۔ یہی وہ عقل کا نور ہے جو کُنْتُ کَنْزاً کے خزانے سے نکل کر قلب میں مخفی رہتا ہے۔ یہی وہ عقل ہے جو علمِ معرفت کے ساتھ علمِ شریعت یا علمِ شریعت کے ساتھ علم معرفت عطا کرتی ہے۔ یہی وہ عقل ہے جو انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنا کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کرتی ہے۔ یہی وہ عقل ہے جو نبی کریم ﷺ کی عقل کُل کا جز ہے اور یہ جز عقل کل کی طرف رہبری کرتی ہے کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے ''کُلُّ شَئِیٍ یُرْجِعُ اِلٰی اَصْلِه'' ہر چیز اپنی اصل کی جانب رجوع کرتی ہے...... یہی وہ عقل ہے جو انسان کو عشق کے دروازے پر لا کھڑا کرتی ہے اور یہاں سے سفرِ باطن شروع ہو جاتا ہے۔

اسی نورِ عقل سے شریعت اور معرفت کے علوم سیکھے جاتے ہیں اور اسی عقل کو عقلِ نبی کا پرتَو کہتے ہیں، جو نبی کریم ﷺ کو ظاہراً و باطناً پہچان لیتی ہے اسی نورِ عقل کی وجہ سے انسان فرشتوں سے ممتاز ہے۔

ظلمت خاکی میں باطن ہے صفات حق کا نور
نور میں بس حق ہی حق ہے اور میں پہچان ہوں
ہائے عارفؔ کیوں فرشتے مجھ سے برہم تھے کبھی
مجھ کو کیوں الزام دیتے جانتے گر میرا حال

جاننا چاہئے! کہ انسان کا ہر وہ کام خواہ دینی ہو یا دنیوی اگر عقلِ حقیقی اسکے پیچھے کارفرما نہیں تو وہ سراسر خواہش نفسانی ہے! انسان کا ہر وہ علم خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی اگر اس کام کی روحِ رواں عقلِ حقیقی نہیں تو وہ علم سراسر خواہش نفسانی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

فصل ہشتم

کامل پیر کسے کہتے ہیں؟

کامل پیر وہ ہوتا ہے، جو اپنے مریدوں کو ابلیس اور نفس جیسے ازلی دشمنوں پر فتح عطا کر کے ہدایت کی طرف رہبری کرتا ہے، اور مقامات عطا کرواتا ہے ارشادِ نبوی ﷺ ہے ''اَلشَّیْخُ یُحْیِ الْقَلْبُ وَیُمِیْتُ النَّفْس'' ترجمہ: شیخ یعنی کامل پیر قلب کو زندہ اور نفس کو مردہ کرتا ہے...... اس حدیث پاک میں قلب و نفس کا تذکرہ کر کے واضح کیا گیا ہے کہ نفس کسے کہتے ہیں نیز کامل پیر کی حقیقی پوزیشن کو صاف اور اجاگر کیا گیا ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''اَلطَّالِبُ عِنْدَالْمُرْشِدِ کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدَیْ الْغَاسِلِ '' مرشد کے ہاتھ میں طالب اس طرح ہوتا ہے جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھوں میں۔ مرید کو چاہئے کہ پیر کی خدمت میں خود کو مردہ بنا کر پیش کرے تا کہ مرشد اسکو غسل بکمال دیکر پاک وصاف کر سکے۔ جس نامراد مرید کو پیر کی خدمت میسر آئے اور وہ خود کو زندہ سمجھے، تو پیر کا کام ہے مردے کو غسل دینا اور زندے کو پیر موت کا غسل کس طرح دے سکتا ہے؟ ان رموز کو اپنے پیر سے سمجھنا چاہئے۔

آیئے ہم اس پیر و مرشد نامی معمے کو ایک حد تک حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ امتِ مرحومہ خوش آئند غلط فہمیوں سے محفوظ ہو جائے!

کامل پیر کے کمال کا راز:

آج تک تصوف کی تالیفات وتصنیفات میں جس کامل پیر کی ضرورت کو عین دین کا تقاضہ اور وسیلہ قرار دیا گیا ہے، یہ وہ پیر نہیں جس کو ہم آج کل پیر ومرشد سمجھ بیٹھے ہیں کہ جس کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کے بعد سمجھ لیتے ہیں کہ جنت کا فاصلہ بس دو چار گز رہ گیا ہے۔ بیعت کے کئی اقسام ہیں جن میں مشہور دو طرح کی بیعت ہے، ایک ظاہری بیعت، دوسری باطنی بیعت، ظاہری بیعت ظاہری پیر کے ہاتھ پر کی جاتی ہے اور باطنی بیعت ظاہری پیر کے کمال کے وسیلے سے باطنی پیر کے ہاتھ پر کی جاتی ہے۔

کامل پیر کے اوصافِ خاصہ:

اِسـمُ اللهِ ذات کے فیوض وکمال سے جو مالا مال ہے اسے صاحب کمال کہتے ہیں، جو اپنے مریدوں کو چند ہی نشستوں میں مرتبۂ کمال تک پہنچا سکتا ہے اگر یہ کمال نہیں رکھتا تو وہ ناقص محض قصہ خواں ہے۔

مرید کامل کب ہوتا ہے؟

جو بیعت کے بعد ماسوا اللہ سے توبہ اور عزم صمیم کر کے خود کو اپنے پیر کے حوالے کر دے اور دنیائے مردار سے اس طرح اجتناب کرے کہ جس طرح مؤمن کفر سے کرتا ہے۔ ایسا شخص جب مقامِ مریدی پر آتا ہے تو اس کا پہلا ہی قدم صراط مستقیم

پر ہوتا ہے۔

ارشادگرامی ہے: ”اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ “ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا......حدیث پاک ہے: ”لَافَرقَ بَيْنَ الْحَيْوَانِ وَالْإِنْسَانِ إِلَّا الْعِلْم“ انسان اور حیوان میں صرف علم ہی کا فرق ہے۔ علم سے مراد، علم معرفتِ ذات حق ہے، ”اَلْعِلْمُ الْعِرْفَان“ علم عرفان ہی ہے......جو اس علم کا منکر ہے وہ حیوان ہے، خواہ عوام میں وہ عالم وفاضل کی حیثیت سے ہی کیوں نہ مقبول ہو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابیں لدی ہوں۔۔۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا “ اُس گدھے جیسا جو بوجھ اٹھاتا ہے......جو معرفت حق کا منکر ہے وہ مطلق حیوان ہے۔ ارشادگرامی ہے: ”خُلِقَتِ الْحِمَارُ بِصُوْرَةِ الْبَشَرِ“ یعنی انسان کی صورت میں اللہ نے گدھے بھی پیدا کیے ہیں بمعنیٰ حیوان بھی پیدا کیے ہیں۔

ظاہری پیر کی حقیقت کا انکشاف:

ظاہری پیر وہ ہوتا ہے جو سراپا نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کے اخلاق اور اوصاف سے متصف ہو، اور شریعت مطہرہ وسیرتِ مصطفیٰ ﷺ سے سر مو بھی ہٹا ہوا نہ ہو۔ شریعتِ مطہرہ کیا ہے؟ یہ ظاہر وجودِ محمدی ﷺ ہے اور وجودِ محمدی ﷺ سے غفلت یا لاپرواہی سراسر کفر اور گمراہی ہے۔ جس طرح مذہبِ اسلام اپنی ظاہری اور باطنی حقیقت رکھتا ہے اس طرح نبی کریم ﷺ کے دو حقیقتیں ہیں ایک ظاہری حقیقت جو مکمل شریعتِ مطہرہ ہے، دوسری باطنی حقیقت جو معرفت الٰہیہ ہے گویا یہ دونوں

حقیقتیں جسم اور روح کے مانند ہوتے ہیں۔اسی طرح کامل پیر کی دو حقیقتیں ہوتی ہیں اور جب پیر کے ظاہر و باطن ایک ہوجاتے ہیں،تو پیر مرتبہءکمال پر آجاتا ہے۔،،

ظاہری پیر کیا ہے:

آیئے! اس راز کو زرا اور کھول کر بیان کرتے ہیں ! ظاہری پیر وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ پر ہم ماسوئ اللہ سے توبہ کرکے عہدِ وفا کے ساتھ بیعت کرتے ہیں اور یہ پیر مرید کو ظاہرِ محمدی یعنی شریعتِ مطہرہ کا نوری لبادہ پہنا کر اس باطنی پیر کے حوالے کردیتا ہے جس کا تصور راہِ سلوک الیٰ اللہ میں ہرگز شرک نہیں بلکہ عین ایمان کا تقاضہ ہے ورنہ اس راہِ فنا میں جب کہ سالک خود کو فنا تک پہنچا کر خود کی فنا میں جانے کا مکمل ارادہ کرچکا ہے،اس صورت میں غیر اللہ کی نفی اور اللہ کا اثبات شرط ہے!تو یہاں غیر اللہ یعنی اپنے ظاہری پیر کا تصور شرک نہیں تو اور کیا ہے؟

باطنی پیر کیا ہے ؟

ائے مرید صادق! تیرا باطنی پیر تیرے ہی اندر تیرے باطن میں ”اِنَّ اللہ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ“ بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا......کی شکل میں موجود ہے جس کا تصور راہ سلوک الیٰ اللہ میں عین عبادت یا اصل عبادت ہے۔یہ مخلوق میں غیر مخلوق کی مانند ہوتا ہے! یہ تیری اپنی جان کی جان ہے!یہ تیری شہ رگ کی شہ رگ ہے! تیرا جسم اگر اسلام کی مانند ہے تو تیرا باطنی پیر ایمان کی مانند ہے! ائے طالب اللہ! تیرا باطنی پیر”وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَاتُبْصِرُوْنَ“ (سورۂ زاریات،پ۲۶،آیت

۱۶) وہ تمہاری جانوں میں موجود ہے تم دیکھتے کیوں نہیں......کا راز ہے۔

دل تو ہے دارالامن میں روح ہے دیدار میں
اس مکاں سے لامکاں تک سارا جلوہ پیر ہے
پیر کا در چھوڑ کے جائیں کہاں عارفؔ بتا
دونوں عالم میں اگر ہے تو سہارا پیر ہے

ائے اللہ کے بندے! ذرا دل کی آنکھ کھول،اور دیکھ تیرا باطنی پیر روزِ ازل سے تیرے ساتھ ہے اور جس کو تو ظاہری پیر سمجھا ہے وہ اگر ھُو بھُو تیرے باطنی پیر کا عکس ہے تو اسے بھی قبول کرتا کہ وہ تجھے تیرے باطنی پیر کے حوالے کردے۔یاد رہے تیرا ظاہری پیر بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح معالج وطبیب ہونا چاہئے ورنہ تو اس راہ میں اگر بیمار ہوگا تو راستہ کس طرح طے کرے گا؟ جانتا ہے تیرا باطنی پیر تیری شہ رگ سے قریب تیرے مذکور کا ہمراز ہے۔

ظاہری پیر کیا کرتا ہے؟:

ائے طالب اللہ! ظاہری پیر اگر وہ تیرے باطنی پیر کا ہمراز وہم رنگ ہے، تو وہ تجھے تیرے باطنی پیر سے روشناس کرادیتا ہے تاکہ تیرا باطنی پیر تجھے تیرا ازلی نصیبہ دلائے۔باطنی پیر کیا ہے؟ وہ خود طلب،خود طالب،خود مطلوب ہے!باطنی پیر کیا ہے؟ وہ خود عشق،خود عاشق،خود معشوق ہے! اللہ رب ذوالجلال نے حضرت غوث پاک میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الہام فرمایا: یاغوث بہترین طالب میں

ہوں اور بہترین مطلوب تم ہو! اللہ اکبر کتنا پاکیزہ راز ہے، سمجھدار کو اشارہ کافی ہے،،

پیر ہوسکتا نہیں ہرگز سخن کا مبتلا ☆ کُنْ سے ہے ہر بات جسکی وہ ہمارا پیر ہے

مرشد کامل کے کمال کا راز:

مرشد کامل وہ تیرا ظاہری پیر ہے جو تیرے باطنی پیر کی ھُو بھُو تصویر ہے۔

مرشد کامل وہ ہوتا ہے جس کا باطن تیرے باطنی پیر کا ہم شکل ہو۔ جاننا چاہئے کہ ہر مسلمان کا باطنی نور نبی کریم ﷺ کے باطنی آئینے کا آئینہ ہے کہ جس میں معرفت الٰہی کا حصول و دیدار ہوتا ہے۔

مرشد کامل وہ ہوتا ہے جس کے ظاہر و باطن میں تضاد نہ ہو! مرشد کامل کا ظاہر، باطن اور باطن، ظاہر ہو جاتا ہے اور یہی ظاہر و باطن ہر شخص رکھتا ہے، گویا مرشد کامل جس مرید کو چاہتا ہے اس کے ظاہر کا ظاہر بن جاتا ہے اور باطن کا باطن بن جاتا ہے اور مرید کا مرتبہ اپنے مرتبے کے برابر کر لیتا ہے تو مرید فنافی الشیخ کے درجے پر آجاتا ہے۔

عطائے پیر ہی توفیقِ حق کی شرط اول ہے
اگر تو پیر کا جاسوس ہے خود کا خدا ہوگا

قلب کی تصدیق سے کلمہ پڑھایا پیر نے
کلمۂ طیب سے میرا دل بنایا پیر نے
(عارفؔ القادری)

اے طالب اللہ! اگر ایسا۔۔۔۔ پیر جس کا ظاہر و باطن مظہرِ خدا نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے؟ ایسے پیر کو کامل نہ تصور کرتے ہوئے عزت و احترام کے ساتھ جدا ہو کر اپنی ذات کو جو تیرا ازلی پیر ہے اُسی کو اللہ کی توفیق سے رہبر و پیشواء سمجھ کر تلمیذ الرحمٰن کے مرتبہ پر چلا جانا چاہئے! کامل پیر اس ذات کو کہتے ہیں جو ہر مرید کے باطن کا ظاہر ہو اور ظاہر کا باطن ہو۔

ان اہم ترین رازوں کو بزرگانِ دین نے پوشیدہ رکھا کیوں کہ امت مسلمہ کہیں پیر کی ضرورت سے ہی انکار نہ کر دے، اور اظہار کی ضرورت بھی نہیں تھی اسلئے کہ ہمارے صالحین اسلاف ظاہراً و باطناً مظہرِ خدا ہوتے تھے اور ظاہری و باطنی تضاد نام کی ہر چیز کو فنا کر کے مرتبۂ مرشدی پر فائز رہتے تھے۔

مگر آج کا دور صرف ظاہر پرستی کا دور ہے معرفت الٰہیہ کی ضرورت کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں کہ بس رسم نبھائی اور پیری کر لی۔ اس لئے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس فقیر نے ضروری سمجھا کہ اس راز سے پردہ اٹھا ہی دوں جس کی ضرورت راہِ سلوک الیٰ اللہ کا پہلا زینہ ہے کیونکہ پیر ہی غلط یا ظاہر پرست ہے تو معرفتِ الٰہیہ کا تقاضہ کب پورا ہو سکتا ہے۔ نبی کریم روف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے "اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ "پیر اپنے مریدوں کے درمیان ایسا ہے جیسے نبی ﷺ اپنی امت کے درمیان......سبحان اللہ! اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پیر کا ظاہر ظاہرِ محمدی ﷺ اور باطن باطنِ محمدی ﷺ کا پرتو ہونا چاہئے۔

پیر کو کامل یوں ہی نہیں کہتے ، بلکہ وہ انبیاء اولیاء اللہ کا ہم جلیس اور کامل انسان ہوتا ہے اور یہ مرتبہ ء انسانیت انتہائی عظیم ہے ۔ وہ جو اس مرتبہ تک نہیں پہنچا ،، نہ وہ پیر ہوسکتا ہے نہ انسان !

فرمانِ الٰہی ہے: " اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا " (سورۃ اعراف، پ ۹، آیت ۱۷۹) یہ لوگ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ اور بھی زیادہ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں......اے طالب اللہ! تیرا پیـــــرِ باطن ہزاروں ظاہری پیروں کا پیر ہے کیونکہ یہ تیرا پیر تیری ذاتِ حقیقی کا وہ نکتہ ہے جس پر اسم اللہ (ہُ) " ھُو " محیط ہے جو ازل سے ہی فنافی اللہ ہے جس کا تجھے علم نہیں اور یہ علم " من عرف نفسہٗ " کے بعد (ہُ) " ھُو " سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہی علم حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کے عشق میں حاصل تھا اور اس علم کی اصل بھی نبی کریم ﷺ کا عشق ہے۔

اے طالب اللہ! اگر تیرا ظاہری پیر متقی و کامل ہے تو تیرا باطنی پیر ہی پیرِ ظاہر کی شکل میں متشکل ہو کر تجھے مقام عطا کرواتا ہے یا ظاہری پیر کامل چاہیے، تو باطنی پیر کی شکل اختیار کر کے تیری رہبری کر سکتا ہے۔ لہٰذا اپنے ظاہری پیر کامل کو اپنی ذات اور جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے کیونکہ ان میں دوئی نہیں ہوتی! بلکہ یہ دونوں ہم رنگ اور ایک دوسرے کا ظاہر و باطن ہوتے ہیں، یہ وہی صورت ہے جس کو تصوف کی اصطلاح میں سرّ یا راز کہتے ہیں اور یہ صورت مرید کے ہر حال میں پیر ظاہری اور باطنی کیفیت پر مطلع رہتی ہے۔ وہ مرید کو لغزشوں سے روکتی ہے اور گناہوں سے پاک کر کے مقام

عطا کرواتی ہے۔ اسی صورت کو " اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ " بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا........... کا مظہر کہتے ہیں، اور یہی صورت بارِ امانت کے اٹھانے کی استطاعت رکھتی ہے، ورنہ تضاد کے مجموعہ کو یا ایک رخہ پیر کو حقیقی پیر نہیں کہتے بلکہ عرفِ عام میں بس پیر کہتے ہیں۔

ظاہری پیر کامل، ظاہری جلال اور باطنی جمال کا مظہر ہوتا ہے اور مرید کو ذکر **اِسْـــمِ ھُوْ** عطا کر کے فنافی اللہ کے استغراق میں فنا کر کے توحید کا اثبات کراتا ہے۔ اگر پیر یا مرشد کا دعویٰ کرنے والا ظاہری جلال اور باطنی جمال کا مظہر نہ ہو تو وہ برائے نام پیر ہے جس سے پیری مریدی کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اللہ حرص و خواہش نفسانی کی پیری اور تصوف سے محفوظ رکھے!

فرمانِ الٰہی ہے: " اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ " (سورۃ جاثیہ، پ ۲۵، آیت ۲۳) ترجمہ: کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو معبود بنائے ہوئے ہے۔

پیر کامل وہ ہوتا ہے جو کُنتُ کنزاً سے کنز یعنی خزانہ عطا کرے اور مخفی کے اسرار مرید پر ظاہر کرے۔

اگر کامل پیر میسر نہیں تو طالبِ حق کیا کرے؟

حضرت پیران پیر روشن ضمیر محبوب سبحانی قطب ربانی شہباز لامکانی پیر لاثانی رضی اللہ عنہ سے کسی بزرگ نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو آپ کی طرف

منسوب کرے لیکن بیعت نہ کرے اور نہ آپ کے ہاتھ سے خرقہ پہنے تو وہ آپ کے مریدوں میں شمار اور ان جیسے فضائل حاصل کرنے والا ہوگا یا نہیں؟ سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص خود کو میری طرف منسوب کرے اور مجھ سے عقیدت رکھے تو حق تعالیٰ اسے قبول فرمالے گا اور اس پر رحمت فرمائے گا۔ اگرچہ اسکا طریق مکروہ ہوا سے توفیق بخشے گا۔ ایسا شخص میرے مریدوں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں، سلسلہ والوں، میرے طریق کا اتباع کرنے والوں، اور میرے عقیدتمندوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، نیز مشائخ کی ایک جماعت فرماتی ہے کہ: حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے قیامت تک اپنے مریدوں کے سلسلے میں اس بات کی ذمہ داری لی ہے کہ ہر ایک کی موت توبہ پر آئے گی۔ (اخبار الاخیار ص ۴۸)۔ لہٰذا کئی صوفیان کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غائبانہ بیعت کی جاسکتی ہے اور کسی بھی کامل پیر کی طرف خود کو منسوب کیا جاسکتا ہے اگرچہ وہ پیر بظاہر بقید حیات بھی نہ ہو۔ اے طالبان راہ خدا اگر کامل و عارف پیر (جس کی شرائط پر ہم نے بحث کیا) میسر نہیں تو اسے اس طریق کے مطابق حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مکمل اخلاص وعقیدت کے ساتھ منسوب ہو جانا چاہیے، انشاء اللہ العزیز پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیشک دستگیری فرمائیں گے۔ قادریہ اصول وتعلیمات کے لئے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تصنیفات مثلاً رسالۂ غوثیہ، الفتح الربانی، اور سرالاسرار مایحتاج الیہ الابرار، کا مطالعہ مکمل عشق وعقیدت کے ساتھ اتنی بار کرے کہ آپ کی تصنیفات کامل پیر کا حق

ادا کرتے ہوئے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی مجلس کی طرف رہبری کرے، یا قادریہ سلسلہ کے فقراء کرام کی تصنیفات وتالیفات کو خوش عقیدگی کے ساتھ بار بار پڑھیں تاکہ ہر معمہ نما تحریر خود جواب بن کر سامنے آجائے، یا خانوادۂ شاہ ولی ء اللہیہ کی تصنیفات وتالیفات کے مطالعہ کو اپنا معمول بنا کر علم معرفت حاصل کرنے کی سعی کریں۔ انشاء اللہ اس خانوادہ کی ہر عرفانی تصنیف ایک کامل پیر کی حیثیت رکھتی ہوئی ملی گی اور علم عرفان سے آشنا کرے گی۔

کنت ُکنزاً کے بعد مخفیاً کی وضاحت؟

مقام مَخْفِیاً لاھوت ہے جو الا ھو سے ماخوذ ہے یہ مقام حیات ہے یہ ایک ایسا موتی ہے، جو ماسویٰ اللہ کسی سمندر میں نہیں پایا جاتا کہ یہ مقام حی القیوم ہے اور اسی مقام کے تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات النبی کا اعزاز حاصل ہے، اسی کو چشمۂ حیواں بھی کہتے ہیں، اور حضرت خضر علیہ السلام کو اسی مقام پر آبِ حیات نصیب ہوا۔ نادان، حق ناشناس، علمِ معرفت کے دعویداروں نے گمراہ کن کتابوں میں لکھ دیا کہ نجس آبِ منی کو آبِ حیات کہتے ہیں اور یہ آبِ منی دنیائے رہزن کی ماں ہے۔

الغرض انسان کے قالب کو حیات نہیں حیات کا عکس ملا ہے، جو ایک مدت معینہ تک برقرار رہتا ہے اور حیات تو خالص قلب کے لئے مخصوص ہے کہ جس قلب کو یہ میسر آگئی وہ زندہ اور قالب مردہ ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہئے! قالب کی حرکت قلب پر موقوف ہے اور اس مقام پر سالک کو "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ"

کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔

اصطلاح تصوف میں حیات کسے کہتے ہیں؟

اسم اللہ حَیُّ الْقَیُّوْمُ کی ایک تجلّی ہے جو سعید عارفانِ ازل کو حاصل ہوتی ہے، اور یہ تجلّی سالکانِ راہ خدا کو متجلیٰ تک پہنچنے میں معاون و مددگار ہوتی ہے۔ حیات سے مہلت اور وقت پیدا ہوتا ہے۔!

وقت سے مراد کیا لیا جاتا ہے؟

وقت بھی اللہ کا اک راز ہے! وقت وہ نہیں جسے ہم دن رات کی ساعتوں کی شکل میں دیکھ رہے ہیں بلکہ یہ وقت کی مثال ہے، تو وقت کیا ہے؟ وقت عبادت ہے، وقت حیات کا سرمایہ ہے، وقت اللہ اور بندے کے درمیان کا فاصلہ ہے، جس کو طئے کرنے کے بعد بندہ وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں نہ وقت ہے، نہ دن رات ہیں، نہ ارض وسمٰوٰت ہیں، حدیث پاک میں ہے "اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ" وقت ایک کاٹنے والی تلوار ہے......یعنی سالک جب اس مقام پر آتا ہے تو ماسوئ اللہ تمام تعلقات منقطع ہوجاتے ہیں! نیز ارشادِ گرامی ہے "لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَایَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَانَبِیٌّ مُرْسَلٌ" خدا کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت آتا ہے جہاں نہ مقرب فرشتہ ہوتا ہے اور نہ کوئی نبیٔ مرسل ہوتے ہیں......سبحان اللہ وقت کس قدر عظیم نعمت ہے۔ اس مقام پر جو پہنچتا ہے وہ صفات حی القیوم کا مظہر بن جاتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں "نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" (سورۂ حجر، پ۱۴، آیت ۲۹) ہم نے اپنی جانب سے

اس میں روح پھونکی......کے راز کا مشاہدہ کرتا ہے۔

مقامِ مَخْفِیاً کا حصول:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اُدْعُوْا ربَّکم تَضَرُّعاً وَّخفیةً" (سورۂ اعراف، پ ۸، آیت ۵۵) ترجمہ: اپنے رب سے پورے عجز کے ساتھ خفیہ دعا مانگو......مقامِ خفیہ وہ ہے جہاں سالک پر "اَنَا اَنْتَ، اَنْتَ اَنَا" کا جلوہ روشن ہوجاتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی علیہ السلام جب اس مقام پر آئے تو "سبحانی مااعظم شانی" کا نعرہ لگایا اور حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے "انا الحق" کا اعلان کر کے سرِّ خفیہ کو فاش کرنے کی کوشش کی اور انجام تک پہنچ گئے۔

اس مقام کے مرد کو سیاحِ لاھوت کہتے ہیں، اور شہبازیت کے ظاہری و باطنی یعنی جلالی اور جمالی دو پر عطا ہوتے ہیں جس سے خواہ وہ مقام جلال میں پرواز کرے یا مقام جمال میں! اور یہ مقام "وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَانَسِیْتَ" (سورۂ کہف، پ۱۵، آیت ۲۴) یعنی جب تو (خود کو) بھول جائے تو اپنے رب کو یاد کر...... سے حاصل ہوتا ہے۔

اس مقامِ خفیہ میں تمام مخفی اشیاء کی ماہیت اور مخفی مخلوقات کا انکشاف ہوتا ہے! مقامِ خفیہ میں انسان پر انسان کا باطن ظاہر ہوجاتا ہے، جس سے ذکر خفی، فکر، فنائے نفس، مراقبہ، مشاہدہ اور مکاشفہ حاصل ہوتا ہے اور سالک اً لآ اللہ کی معرفت میں غرق ہوکر یا غسل توحید کر کے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوجاتا ہے۔

مقامِ خفیہ کے حالات واسرار اہلِ دل وعشق ہی جانتے ہیں۔ جو بظاہر زندہ ہیں، وہ عشق میں مرنے والوں کی موت کا مزہ چکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ عشق ہی ہے جو درسِ ازل پڑھا کر لوحِ دل عطا کرتا ہے اور دل تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ سالک راہِ عشق میں ماسویٰ اللہ ہر چیز سے بے خوف ہو جاتا ہے، انہیں نفوسِ قدسیہ کے لئے ہی قرآن پاک میں وارد ہوا ہے ﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ (سورۃ یونس، پ۱۱، آیت ۶۲) یاد رکھو! بیشک اللہ کے محبوبوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کسی چیز کا رنج (کسی چیز کے ملنے سے خوش ہوتے ہیں نہ اسکے فوت ہونے سے ناراض)۔

وہ خوش نصیب ہیں جو توحید کا سبق ہر سانس میں پڑھتے ہیں، اور قربِ خداوندی حاصل کرتے ہیں، عاشق جہاں سجدہ کرتا ہے وہیں سر کو قربان کر کے بے سر ہو جاتا ہے۔ تاکہ نہ نمازِ راز کا راز فاش ہو نہ شرابِ عشق کا سرور ظاہر ہو۔۔۔۔۔ اے طالب اللہ! اگر جیتے جی مرنے کی تمنا ہے تو چھیتڑوں میں ملبوس بھوکے فقیروں میں ننگے سر بیٹھ جانا چاہئے اور کسی کی دشنام طرازی سے دل برداشتہ نہ ہو کر مکمل ادب وانکساری سے پیش آنا چاہئے! ذلتِ دنیا رسوائیاں طعن وتشنیع خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہئے، تاکہ نفس ذلیل ہو کر عشق زندہ ہو سکے۔ جس طرح اصحابِ صفہ نے اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کی صحبت میں وہ تمام مراحل طے کرنے کی کوشش کئے جس پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام گامزن تھے، فقر وفاقہ انکا شعار تھا، ایک وقت کھالینا اور دوسرے

وقت صبر کر لینا انکا معمول تھا، فقیری، درویشی، عجز وانکساری، وفاداری وجاں نثاری ان کا شیوہ تھا، آیاتِ مقدسہ احادیث کریمہ اور تعلیم اخلاق حسنہ سماعت کر کے اس کی تبلیغ کرنا ان کا وطیرہ تھا ایک ہی لباس میں یا یوں کہیے کہ ایک ہی چادر پر اکتفاء کرنا ان کا طرۂ امتیاز تھا مگر کبھی وہ حضرات اپنی زبان پر حرفِ شکایت نہ لاتے، مسلسل حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت رہکر آپ کی تعلیمات سے بہرور ہوتے، اے طالب اللہ اگر تجھے "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" مرنے سے پہلے مرجاؤ...... کے مقامِ فناء کی تمنا ہے، اور بارگاہِ الٰہی میں باریابی کی خواہش ہے تو تُو اصحابِ صفہ کے اخلاق پیدا کرتا کہ تو غناء، ستر پوشی، حیاداری، اخلاص، ترکِ خواہشات وغیرہ کا مجموعہ بن جائے اور انشاء اللہ کامل پیر کی رہبری میں تجھے تیرا گمشدہ اثاثہ ہاتھ آ جائے اور "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی" (سورۃ اعلیٰ، پ۳۰، آیت ۱۴) بیشک وہ فلاح پایا جس نے تزکیہ حاصل کر لیا...... کی منزل مل جائے۔

مراقبہ برائے حصول مقامِ خفیا:

بے آواز بے حرکت مردہ نما تنہائی میں پورے شرائط کے ساتھ ماسویٰ اللہ سے توبہ کر کے بیٹھ جانا چاہئے، اور بیٹھنے میں آسان نشست یا سرل آسن اختیار کر کے ۔۔۔۔حواسِ خمسہ ظاہرہ سے خود کو مردہ تصور کرنا چاہئے اور خوب آنکھیں بند کر کے "اسم اللہ ذات ھُوْ کا پورے حضورِ قلب کے ساتھ تصور کریں۔ قلب وہی ہے جو اسم اللہ ذات کا تختِ عظمت ہے اور اس کا ٹھکانہ ناف کے نیچے سے مغزِ دماغ تک ہے بس یہی مراقبۂ ذات ہے جو پیر کامل کی رہبری میں کیا جاتا ہے، اور کامیاب سالک کا مراقبہ

مشہودِ حقیقی کے مشاہدے کے ساتھ ہوتا ہے۔ مراقبہء ذات اس عالم وکامل کو مبارک ہو جو علم کی عین سے علم حق الیقین حاصل کر چکا ہو کیونکہ یہی علم حقیقی اور خاص ہے، باقی قیل وقال زبانی فال سب کچھ بکواس ہے۔ جس سے سوائے دنیائے ملعون کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ علم حق الیقین سے اس قلب صنوبری کا حصول ہوتا ہے جو معرفتِ الٰہیہ کا گنجینہ ہے اور یہ راز خاموشی میں مخفی ہے۔

مقام مخفیا کیا ہے؟

یہ ایک سرالاسرار ہے یعنی رازوں کا راز ہے، حضرت جبرئیل امین سے نبی کریم روف الرحیم احمد مجتبیٰ ﷺ نے پوچھا اے جبرئیل آپ کی عمر کتنی ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا۔۔۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے میری عمر کا ٹھیک ٹھیک اندازہ تو نہیں البتہ میں نے آسمانوں میں ایک تارہ چمکتا ہوا دیکھا ہے، جو ستر ہزار سال میں ایک بار طلوع ہوتا ہے، اُس تارے کو میں نے بہتر۷۲ ہزار مرتبہ دیکھا ہے!۔۔۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ اپنی جبینِ نور کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں اے جبرئیل کیا اُس تارے کو پہچانتے ہو؟ سُبْحَانَ اللّٰه ! حضرتِ جبرئیل برجستہ فرماتے ہیں! ہاں یارسول اللہ یہ وہی تارا ہے۔

جانتے ہو یہ تارے کا راز کیا ہے؟ یہ حقیقت کی حقیقت ہے، معرفت کی معرفت ہے ملاحظہ کیجئے۔

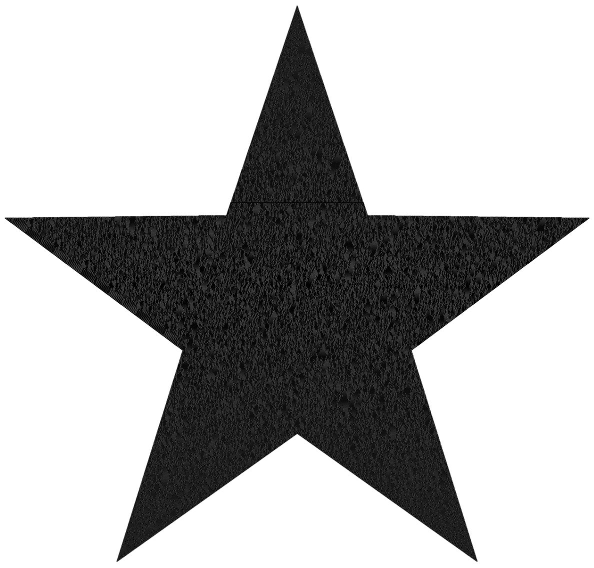

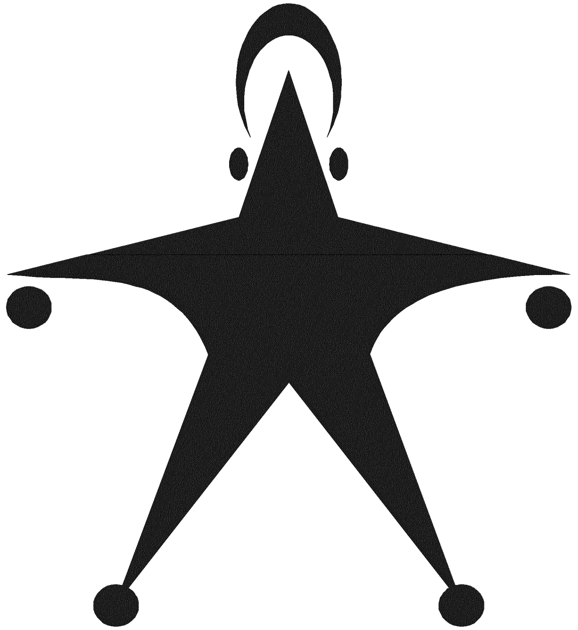

یہ تارہ جسد انسان کامل یعنی نبی کریم ﷺ کے جسدِ اطہر کی مانند ہے۔ یہ تارے کے سر پر ایک تاج اور کانوں میں دو بالیاں ہیں، کمر میں کمر بند ہے اور خود تارا ہے بلکہ یہ تارہ نہیں پنجتن پاک کا مظہر وجود ہے۔ یہاں تاج سے مراد حضرت علی شیر خدا مشکل کشا ہیں، جو جسد انسانی میں دم یعنی اسم اللہ 'ہ' کا مظہر ہیں۔ بالیوں کے حلقوں سے مراد حضرت امام حسن اور امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ عنھما ہیں جو اسم اللہ 'ہ' کے جلال و جمال کے مظاہر ہیں اور کمر بند سے مراد حضرت فاطمۃ الزھریٰ رضی اللہ عنہا ہیں جو اسم اللہ 'ہ' جمال کا مظہر ہیں۔

اے سالکان راہ خدا! بس اس تارے کی معرفت پر غور کرنا چاہئے کہ یہ تارہ پانچ تنوں کا مظہر یا وجود پنجتن ہے اور یہ پانچ تن نبی کریم ﷺ کے پانچ نوری عناصر کی مانند ہیں، اس تارے کا ظاہر جسم آدم ہے، اس تارے کا باطن حقیقت آدم علیہ السلام کی مانند ہے، اسم محمد ﷺ کیا ہے؟ اس مبارک و متبرک تارے کا نقشہ ہے اگر اسم محمد ﷺ کو ذرا سا کھول دیتے ہیں تو وہی تارہ نمودار ہوگا جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے: "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِ اسْمِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَرَاسُہٗ کَالْمِیْمِ وَالْحَاءِ کَالْیَدَیْنِ وَالْمِیْمِ کَالْبَطْنِ وَالرُّجَلَانِ کَالدَّالِ"

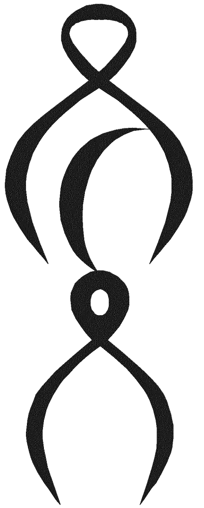

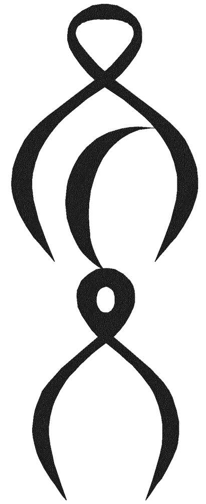

سبحان اللہ کس قدر پاکیزہ اور پوشیدہ راز ہے کہ آپ کا باطن مخفیہ نور اور اسرار الٰہیہ کا مظہر اور تارہ ہے، آپ کا ظاہر آپ کے اسم محمد ﷺ کی طرح پرنور تارہ ہے آپ کا ظاہر آپ کے باطنی اسرار کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

مقامِ مخفیا کی مزید تشریح:

یہ مقام فقر ہے! جب فقیر اس مقام پر آجاتا ہے تو نبی کریم ﷺ اس فقیر پر فخر فرماتے ہیں: ارشاد نبوی ﷺ ہے "اَلْفِقْرُ فَخْرِیْ وَالْفِقْرُ مِنِّیْ"، فقیری میرا فخر ہے اور فقیری مجھ سے ہے، سبحان اللہ! ایسا فقر آپ کے کرم اور عطا سے "اِذَاتَمَّ الْفِقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ" جب فقر تمام ہوجاتا ہے وہی اللہ ہے...... کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے۔ ایسے فقیر کا وجود مسعود نبی کریم ﷺ کے نور کا آئینہ ہوجاتا ہے اور آئینے سے سیاہ وسپید کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ مقام خفیہ کے راز دار کو ولی اللہ کہتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے "وَمَاتَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ" (سورۂ ھود، پ۱۲، آیت ۸۸) اللہ کی توفیق سے ہی سب کچھ ہوتا ہے...... اسی مقام سے فقیر کو توفیق اور ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَایَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارِ اِلٰی دَارٍ" بیشک اللہ کے دوست مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوجاتے ہیں...... سبحان اللہ! یہ تمام مراتب فقیر کو مقام خفیہ میں حاصل ہوتے ہیں! اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: "مَنْ کَانَ لِلّٰهِ کَانَ اللّٰهُ لَهٗ" جو شخص اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے ...... پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا "مَنْ لَهُ الْمَوْلٰی فَلَهُ الْکُلُّ" جو اللہ

کا ہوگیا سب کچھ اسی کا ہے...... نیز حدیث پاک ہے: "مَنْ سَعِدَ سَعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَمَنْ شَقٰی شَقٰی فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ" جو سعید و نیک بخت ہے وہ ماں کی پیٹ سے ہی نیک ہے، جو شقی ہے وہ بھی ماں کے پیٹ سے ہی شقی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے! ان مراتب کے اسرار کو صوفیان کرام نے تصوف کہا ہے اور تصوف کا منکر شقی اور بدبخت ہے۔

کُنْتُ کَنْزاً مخفیاً کے بعد فَاَحْبَبْتُ کی وضاحت؟

گذشتہ بحث میں ہم بیان کرچکے ہیں کہ 'کُنْتُ' علم ہے 'کنزاً' ارادہ ہے اور "مخفیاً" قدرت ہے "فَاَحْبَبْتُ" حیات ہے یہ چاروں صفاتِ سبع میں سے ہیں جن کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔

یہ مقام حیات ہے! یہ مقام عجائبات وغرائبات اور قدرت کاملہ کا ایک مخفی کارخانہ ہے! ہر چیز کی اصل اور ماہیت یہیں پوشیدہ ہے، اسی مقام پر لوح وقلم کا راز ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وہ نازک مقام ہے جہاں ایک سالک کو کامل پیر کی رہبری کی اشد ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہاں تک شیطان کی رسائی رہتی ہے اور سالک کی راہ مار لیتا ہے نتیجتاً سالک مجذوب، پاگل دیوانہ ہوکر ہلاک ہوجاتا ہے۔ یہ چاہتوں کا مقام ہے اور یہاں پہنچ کر سالک اپنے آپ کو جو چاہا سمجھ لیتا ہے جس طرح سلطان العارفین سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کا ایک مرید لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ وہ کامل ولی اللہ ہے کہ جس پر جنت سے خوان اُترتے ہیں اور لوگوں کا جم غفیر ہے کہ اس فقیر کے دسترخوان پر نعمتیں تناول کررہے ہیں۔ اتفاقاً یہ بات سلطان العارفین سید الطائفہ

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ تک پہنچی تو آپ اپنے اس مرید کی خبر لینے جا پہنچے اور پوچھا اے فلاں یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ بے چارے مرید نے جواب دیا حضور آپ بجا سن رہے ہیں کہ مجھ پر جنت سے خوان اترتے ہیں اور اللہ کی مخلوق اس سے فیضیاب ہو رہی ہے! سلطان العارفین سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے فرمایا: اب کہ جب خوان اترے تو اس پر آیت الکرسی پڑھ کر دم کر دینا۔ لہٰذا جب خوان اُترے تو خوان پر اس مرید نے حسب حکمِ مرشد آیت الکرسی پڑھ کر دم کر دیا پھر خوان کو دیکھا تو خوان میں نعمتیں نہیں مردہ جانوروں کی ہڈیاں تھی۔ طالبانِ خدا! کو چاہئے کہ اس مقام پر کامل پیر کا دامن ہرگز نہ چھوڑے۔

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

عقل کیا ہے؟

عقل مقامِ "فَاَحْبَبْتُ" کا نور ہے اور بس عقل کی رسائی یہاں تک ممکن ہے کیونکہ شیطان کا دخل اور دفیعہ کا علاج بھی عقل ہی سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ منزل پُر خطر ہے۔ یاد رکھنا چاہئے! کہ شیطان غیر عالم نہیں بلکہ وہ عالم ہے! اس مقام کا علم عقل کا محتاج ہے اور قفلِ عقل کلید کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" سے کھلتا ہے۔

جاننا چاہئے! کہ سالک کو نفی اثبات کی ضرورت بھی اسی مقام تک پیش آتی

ہے، جب وہ آگے نکل جاتا ہے توفیق خداوندی سالک کی رفیق ہوتی ہے۔ ارشاد گرامی ہے "قَائِلُوْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَثِيْرٌ وَالْمُخْلِصُوْنَ قَلِيْلٌ" زبانی کلمہ پڑھنے والے تو کثیر تعداد میں ہیں مگر مخلصانہ کلمہ پڑھنے والے تھوڑے ہیں...... پیرانِ طریقت کو جاننا چاہئے! کہ اگر وہ کچھ اسرار حق جانتے ہیں تو اپنے لائق و فائق مریدوں پر فاش کر دینا چاہئے تاکہ مزید منازل کی طرف پیش قدمی کا شعور بیدار ہو یا اگر وہ نہیں جانتے ہیں یا صرف رسمی پیری مریدی کر رہے ہیں تو ہماری اس کتاب مستطاب سے سمجھ کر مفاہیم اخذ کر کے مریدوں کی تربیت کرنی چاہئے۔

یاد رہے! اگر ہم یہ کہہ کر کہ یہ اسرارِ خداوندی ہیں جس کو ہم فاش نہیں کر سکتے، یا ہمارے سلف صالحین و صوفیانِ کرام نے افشاء سے منع فرمایا ہے یا یہ کہ یہ مضامین ایک عام انسان کی سمجھ سے بالاتر ہیں وغیرہ وغیرہ کا سہارا لے کر جو کچھ جانتے ہیں ان سے بھی چشم پوشی کرنا کہاں کی عقلمندی ہے کہ جس سے ہزاروں ازلی سعید محروم رہ جائیں۔ اگر ہم راہِ سلوک میں درپیش آنے والے معاملات کو یہ علم ناسوت ہے یہ علمِ ملکوت ہے! یہ علمِ جبروت ہے! یہ علمِ لاھوت و لامکان ہے! ان علوم کا سمجھنا ہر عام فہم کے بس کی بات نہیں ہے، کا اپاہج سہارا لے کر ٹال مٹول سے کام لیں! تو بہت ممکن ہے کہ مستقبل میں یوروپین سائنسدان اس علم کو باضابطہ اک نئی سائنس بنا کر پیش کر کے خود موجد نہ بن جائیں۔

کیا ہوا اگر وہ لاھوت اور لامکان تک نہیں پہنچے آج کل جسے ہم ہپناٹیزم

یا مسمیر یزم کے نام سے اک انوکھی سائنس کا نام سن رہے ہیں، وہ کیا ہے ناسوت سے ملکوت کی طرف اپنی جانب سے پیش قدمی ہی تو ہے، یہ الگ بات ہے کہ وہ بغیر ذکر وفکر کے اپنی الگ تکنیک اور میکینزم کے ذریعہ ایک سوسالہ بوڑھے کو پانچ سال کی عمر کی یادداشت تک پہنچادیتے ہیں اور اس یادداشت کو پانچ سے چار تین، دو ایک یا صفر تک لے جاتے ہیں، بس صفر کے آگے ملکوت اسفل تک پہنچادیتے ہیں اور یادرہے "اَلْمَلَكُوْتُ وَالْجَبَرُوْتُ شَیْطَانَانِ" ملکوت وجبروت یہ دونوں شیطان ہیں۔

اے اللہ کے بندو! ہم نام نہاد پیرانِ طریقت ایک زبان ہوکر چاہے جتنی بھی تردید کرلیں مگر علمِ سائنس اپنے آپ کو منوانے میں کامیاب ہے اور ہورہا ہے آج کے اس سائنس اور ٹکنالوجی کے دور میں اس علمِ تصوف اور مراقبہ جات کو عام فہم بنانے کی کوشش نہ کریں تو! کہیں ایسا نہ ہو کہ اسلام کی حقانیت کو آج کی سائنس کل کاردی فارمولا نہ قرار دے، افسوس جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا اور سلف صالحین اور خصوصاً صوفیان کرام نے جن تعلیمات کو اپنا شعار بنایا۔ آج کل بعض مسلم مفکر بھی کہنے لگے ہیں کہ تصوف ایک ایسا فن ہے جو آگے چل کر ایک سائنس کی شکل اختیار کرکے سپر نیچرل قوتوں سے فطرت کا تقاضہ پورا کرنے کا ذریعہ بن رہا ہے۔

بیشک یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان ناسوت سے ملکوت جبروت اور لاھوت ولامکاں کی سیر کسی سائنسی تکنیک کے سہارے کرسکے گا؟ ہرگز نہیں کرسکتا، کیوں کہ یہاں کسی سائنس، کسی علم، کسی انسان کی کوشش اور کسی تدبیر کے لئے کوئی

گنجائش ہی نہیں کیونکہ یہ ورثۂ اسلام اور روحِ اسلام ہے اور یہ اسلام ہی کے لئے خاص ہے۔ ہاں البتہ یہ ناسوت سے ملکوت اور جبروت تک سائنسی تکنیک کے سہارے ایک حد تک تو جاسکتے ہیں کیونکہ یہ بالکل ادنیٰ مقامات ہیں اور یہاں تک کے سفر میں خود ابلیس بھی رہنمائی کرتا ہے اور ہلاک کرکے رکھ دیتا ہے۔ اور اگر کچھ حاصل ہوتا بھی ہے تو وہ استدراج ہے۔

اے بندۂ خدا! اس ارشاد باری تعالیٰ پر غور کر کہ خدا تجھ سے کیا مطالبہ کررہا ہے "وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا" (سورۂ فرقان، پ۱۹، آیت ۶۳) اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر عجز کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں......

اے رحمٰن کے بندو! اے جہلاء کے خطاب پر سلام کہنے والو! اٹھو اور علم سے عاری لوگوں میں راہ سلامتی کے اسرار بتا کر انہیں شعور بخشو! مشہور ہے کہ "فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَةِ" دانا حکیم کا قول دانائی سے خالی نہیں ہوتا۔

اے اللہ کے نیک بندو حکمت اللہ کا وہ خزانہ ہے، جو حضرت لقمان کو حاصل ہوا، کیا اس میں امتِ سیدالانبیاء کا کوئی حصہ نہیں ہے؟ ضرور ہے! تو یہ قوم حکمت سے کیوں خالی ہوتی جارہی ہے۔ اگر اس قوم سے علم حکمت اٹھالیا جائے تو سمجھو کہ ایمان زوال پذیر ہوگیا۔ فرمان الٰہی ہے: "یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ

اَلْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا" (سورۃ بقرہ، پ۳، آیت ۲۶۹) اللہ جسے چاہے علمِ حکمت عطاء فرماتا ہے اور جس شخص کو حکمت عطاء کی گئی تو (سمجھو) اسے بہت زیادہ بھلائی عطا کی گئی......حدیث پاک میں وارد ہے کہ "اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ" حکمت مؤمن کا گمشدہ اَثاثہ ہے......حکمت کیا ہے؟ ایمان کا نور ہے اور اگر نور ہی نہ ہو تو ایمان بے نور ہو جائے گا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے "اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ" ایمان خوف و رجاء کے درمیان میں ہے......

جاننا چاہئے! ایمان کو تقویت توبہ سے نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا توبہ کے پانی سے ایمان کو سینچنا چاہئے یہاں تک کے ایمان کا نور مسلمان کے وجود سے ظاہر ہونے لگے۔ اے طالب اللہ! معرفت الٰہی حاصل کر ورنہ افسوس ہوگا کہ زندگی رائیگاں گئی زندگی کی قیمت دنیا کے بازار میں نہیں لگائی جا سکتی۔ ہاں! مگر شیخ کامل کی محبت میں زندگی کی صحیح قیمت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ مرشد کامل موت سے پہلے موت عطا کر کے مرید کو حیات جاودانی عطا کرتا ہے۔

میری اس بات کو وہ عارف باللہ ہی سمجھ سکتا ہے جسکو نیند کے بدلے بیداری اور بیداری کے بدلے حیرانی نصیب ہوتی ہے۔ حیرانی اس حالت کو کہتے ہیں کہ اللہ کا عارف رات بھر خوب روتا ہے، اور دن کو غمِ حبیب سے تسلیاں دے لیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے جسم کے خلوت کدے میں عشق بزبانِ حال کلمہ توحید پڑھتا رہتا ہے اور عشق یہی ہے کہ عشق کی سولی پر سر کو لٹکا کر خود کو ماسویٰ اللہ سے فراغت حاصل کر لی جائے۔

جانتے ہو عاشق میدان کارزارِ عشق میں کیوں قدم رکھتے ہیں؟ تا کہ خود کو اس راہ میں ذبح کر دیا جائے جس طرح حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ راہ عشق میں خود کو مع اپنے خاندان ذبح کر دیا۔ کیونکہ یہ راہ فقر اور فخر محمدی ﷺ ہے یہاں سر کے ساتھ جایا نہیں جا سکتا اور نمازِ عشق کے پہلے سجدے میں ہی سر کو قربان کر کے بے سر جانا ہوتا ہے۔

یہ بے سری کیا ہے؟

تصوف کی اصطلاح میں سر دے دینا کا معنیٰ یہ ہے کہ عقل انسانی کو خود سے جدا کرنا ہے۔ کیونکہ عقل کا مسکن سر ہی تو ہے اور راہ فقر میں قدم رکھنا عقل کا کام نہیں عشق کا کام ہے، راہِ فقر عقل سے بعید ہے اس لئے کہ عقل سے علم ہے، علم دلیل و ثبوت کا محتاج ہوتا ہے، مگر خدا کو بے دلیل جانا پہچانا جاتا ہے، جس طرح ابلیس لعین کے سوال کے جواب میں حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نے جواب دیا" کہ میں خدا کو بے دلیل واحد مانتا ہوں! فھم من فھم!

اس مقام میں علم کام نہیں آتا نہ ہی پڑھنا پڑھانا کام آتا ہے، نہ مسائل کام آتے ہیں نہ بزرگوں کے قصے اور حکایات کام آتے ہیں۔ لہٰذا اے طالب اللہ! دنیا کو سب سے بڑا بت اور دنیا پرستوں کو بت پرست سمجھنا چاہیے افسوس کہ بت پرستوں کو جنت اور نعمتوں کی تمنا ہے۔ کیا ہوا اگر ظاہر خوشنما دیندار کی مانند رہا، مگر باطن غافل و جاہل ہی رہا تو کیا حاصل! فقیر بن کر فقیری کی موت کو اس بتِ دنیا کی زندگی پر سو بار

ترجیح دینا چاہئے اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو کسی کامل پیر کے عطا کردہ پیالے کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے" کیونکہ بت پرست کے ہاتھ میں یہ پیالہ اچھا نہیں لگتا" اگر درویشی اختیار کرنی ہے تو دنیا کے بت کو اس طرح توڑ دینا چاہئے جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ مشرکوں کے بتوں پر کلہاڑے برسا کر توڑ ڈالے تھے۔

اے طالب اللہ! تو جسے معمولی پیالہ سمجھ کر پیر کے ہاتھوں پی رہا ہے، وہ در اصل دریائے وحدت ہے جس کو ایک پیالے میں سمو کر پیر پلا رہا ہے۔ یاد رکھ اگر یہ پیالہ کامل ہے تو آنکھوں سے خون بہے گا اور سانسوں میں آگ جلے گی اس پالہ کے نوش کرنے کے بعد، روزہ، نفلی نماز اور تقویٰ ظاہری، وغیرہ اعمال طہارت باطنی کے بغیر موجب حیرت نظر آتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام اعمال اس وقت تک مقبول نہیں ہو سکتے جب تک کہ اسے باطنی طہارت نصیب نہ ہو جائے، فنا کے بعد بقا، یا مقام بقا حاصل ہے تو سمجھ لو کہ نجات حاصل ہوگئی، اور نجات اس وقت تک ہرگز حاصل نہیں سکتی جب تک آدمی "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" یعنی مرنے سے پہلے مر کر بقائے دوام حاصل نہیں کر لیتا، یہ وہ نجات نہیں جس کو عرفِ عام میں نجات کہتے ہیں کیونکہ نجات اللہ کا ایک عظیم راز ہے، اور یہ راز اُس پر فاش ہوتا ہے جس کو ازلی سعید کہتے ہیں۔

آیئے اس ضمنی بحث کے بعد اپنے اصل موضوع فَاَحْبَبْتُ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جس طرح کُنْتُ کی تشریح کَنْزاً، کَنْزاً کی تشریح مَخْفِیاً ہے اسی طرح مَخْفِیاً کی تشریح فَاَحْبَبْتُ ہے، فَاَحْبَبْتُ کی تشریح "اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ

الْخَلْقَ" ہے، فَاَحْبَبْتُ یعنی پس میں نے چاہا یہ چاہت کیا ہے؟ ملکوت ہے اور ملکوت ملکی قوتوں کا مقام ہے اور یہ سالک کا دوسرا زینہ ہے یہاں پہنچ کر اکثر سالکین بھٹک کر گمراہ یا مجذوب ہو جاتے ہیں۔ اس مقام میں ملکی قوتیں حاصل ہوتے ہیں، اور اپنی ہی ملکی صورت میں وہ شیخ کو دیکھتا ہے کیوں کی شیخ و مرید ایک دوسرے کا آئینہ ہوتے ہیں اور یہ مقام دو صورتوں پر منقسم ہوتا ہے ملکوت اسفل اور ملکوتِ اعلیٰ اور یہ عالم ساری ناسوتی دنیا پر قابض ہے۔

سالک کا یہ پہلا مقام ہے جہاں وہ مکمل متبعِ شریعت ہو کر قلب کا صحیح صحیح پتہ حاصل کرتا ہے، اس مقام میں پہنچ کر انسان کو حال ماضی اور مستقبل کے حالات معلوم ہوتے ہیں، پیر با توفیق کی رہبری حاصل رہی تو سالک یہ ایک نہیں ہر خطرناک مقام سے کامیاب گذر جاتا ہے، ورنہ ایک عام انسان یا اہل سائنس بھی ایک حد تک یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں مگر ملکی اور عقلی قوتوں کے عوض انہیں شیطانی قوت اور مدد ملتی ہے، جس سے وہ استدراج کے مقام پر آجاتے ہیں اور یہ کام یکسوئی یا صرف تصور سے ممکن ہے، جسے انگریزی میں **consentration** کہتے ہیں اور اس استدراج کا نام آج کی سائنس نے ٹیلی پیتھی اور ریموٹ ویور رکھا ہے جس کی مدد سے کسی بھی چیز یا کسی بھی انسان کے خفیہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یاد رہے ایک طالب اللہ جب مقام ملکوت میں آتا یا جاتا ہے تو اس کی منزل کی طرف رہبری کے لئے اللہ کی توفیق سے روحانی عقلی اور ملکی قوتوں کا حصول اور

مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تاکہ سالک قدرتِ کاملہ کے مشاہدے کے ساتھ مزید روحانی شعور حاصل کر کے اپنی منزل کی طرف گامزن ہو سکے۔اس کے برخلاف جب دنیادار تصور کے یا consentration کے عقلی گھوڑے meditation کے نام پر پر دوڑا کر اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل تو کر لیتے ہیں مگر منزل مقصود سے رہ جاتے ہیں کیونکہ یہ استدراج ہے۔

ملکوت کیا ہے؟

یہ عالم لوح کی مانند اور جبروت، قلم کی مانند ہے، کیوں کہ ملکوت جبروتی احکام کی تعمیل میں ہر وقت چوکنا رہتا ہے۔کیونکہ جبروت عالم قویٰ سے اور ملکوت عالم عقول سے تعلق رکھتا ہے۔

ارشادنبوی ﷺ ہے "اَلْاِسْتَقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ" استقامت کرامت سے افضل ہے......لہٰذا سالک کو اس مقام میں کرامت پر توجہ نہ دیتے ہوئے استقامت پر عمل کرنا چاہیے کہ استقامت صراط مستقیم کی اصل ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے"وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ" (سورۂ شوریٰ پ۲۵، آیت ۱۵) جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسی پر قائم رہو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

اے طالب اللہ! جہاں تیری طاقت جواب دے جائے وہاں توبہ واستغفار میں مشغول رہ کر عقلی اور ملکی قوتوں کو حاصل کر کے خموشی سے اس راہ کو طے کرنا چاہیے۔ یہاں عقل کا نورانی چراغ روشن کر اور نعمت الٰہی کا نظارہ دیکھ، اور بالکل عقل کے

دوسرے کنارے پر رہبر عشق تیرا منتظر کھڑا ہے، فجر کی اذان کے ساتھ عقل وخرد کے بیڑے کو غرق کر دے۔"فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (سورۂ بقرہ، پ۲، آیت ۱۱۵) تم جس طرف رخ کرو گے اس طرف رخ الٰہی ہے۔

وہ عابد! وہ زاہد! وہ متقی! جو نیکیاں کماتے کماتے تھک چکے ہیں عشق کے چوکھٹ پر سرنگوں ملیں گے کیونکہ عشق وہ ہے جو تجھے بے سر کر کے دریائے وحدت میں غرق کر دیتا ہے۔ بھلا شہباز اور پدّی کا کیا مقابلہ! عشق کا شہباز بن اور صاحبِ راز و نیاز بن تا کہ تجھے قرب محمدی ﷺ حاصل ہو جائے، صرف اقرار باللسان کو عین اسلام سمجھ کر تصدیق بالقلب سے محروم حضرات سے ایسے بھاگ جیسے شیطان آوازِ اذان سے بھاگتا ہے۔کیونکہ زبانی کلمہ گو میں اور قلبی کلمہ گو میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

جانتا ہے جب دل کلمہ پڑھتا ہے تو زبان منسوخ ہو جاتی ہے، کیونکہ زبان نسخ پذیر ہے دل نسخ پذیر نہیں مجھے میرے پیر نے کلمہ کی رمز سے آشنا کر کے کلمہ پڑھایا ہے میری ظاہری حالت پر نہ جا کہ میں دیوانہ ہوں لیکن بباطن سیانہ ہوں۔

دیوانہ کو دیوانہ نہ کہنا لوگوں
دیوانہ بہت سوچ کے دیوانہ بنا ہے

اے طالب اللہ! کلمہ طیبہ میں دو جملے ہیں پہلا "لا الٰہ الا اللہ" دوسرا جملہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" ہے پہلا جملہ عالم باطن سے تعلق رکھتا ہے جو سراسر توحید ہے۔دوسرا جملہ عالم ظاہر سے تعلق رکھتا ہے جو مکمل رسالت ہے اور اس کلمہ

مقدسہ کو سمجھ کر پڑھنے والے کا باطن توحید پر مطلع ہوجاتا ہے اور ظاہر مکمل طور پر متبعِ رسالتِ محمدی ﷺ ہوجاتا ہے۔

اور اگر ''لَآاِلٰهَ اِلَّااللهُ'' کے اقرار سے توحید ظاہر نہ ہو یا ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ'' کے اقرار سے رسالتِ محمدی ﷺ کا تقاضہ پورا نہ ہو تو یہ محض رسماً اقرار باللسان ہو کر رہ جاتا ہے، اور اس کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا، اس لئے جس طرح اقرار باللسان کے لئے بچہ کو معلم کی ضرورت ہے اسی طرح تصدیق بالقلب کے لئے صاحبِ قلب اور عالمِ قلب کی ضرورت پیش آتی ہے، کامل پیر جب مرید کو کلمہ پڑھاتا ہے تو وہ ''وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ'' (سورۂ نجم، پ۲۷، آیت۳) وہ اپنی خواہش سے کچھ کلام نہیں کرتے...... کا مقام و منصب دلاتا ہے۔ جب کامل پیر کلمہ پڑھاتا ہے تو مرید پر توحید اور اسرارِ توحید ظاہر ہوجاتے ہیں کہ یہاں لَآاِلٰــهَ اِلَّااللهُ کا تقاضہ پورا ہو کر تصدیق بالقلب کا پہلا راز فاش ہوجاتا ہے۔ جب لَآاِلٰـهَ اِلَّااللهُ کی نفی و اثبات کے ساتھ جب پیر مرید کو مقام محمد رسول اللہ ﷺ میں لے جاتا ہے تو مرید مقبول اور مغفور ہو کر مجلس محمدی ﷺ میں حاضر ہونے کے قابل ہوجاتا ہے اور محمد رسول اللہ کے اسرارِ سربستہ اس پر منکشف ہوجاتے ہیں۔

غور طلب نکتہ:

کلمہ طیبہ کے دو جملوں میں سے جملۂ اول لَآاِلٰــهَ اِلَّااللهُ کے آخر میں ''اسم اللہ'' آیا ہے اور جملہ ءثانی کے آخر میں بھی ''اسم اللہ'' آیا ہے۔ دونوں جملوں

میں ''اسم اللہ'' کے آنے میں کیا راز ہے۔ اس کو فی الحال جاننا ہے تو اپنے پیروں سے جان لیں ورنہ ہماری زیرِ طبع کتاب '' **اَسرارِ تصوف** '' کا انتظار کریں۔

اے طالب اللہ! جاننا چاہیے کہ زبانی کلمہ اقرار باللسان سے انسان متقی پرہیزگار بن کر صفتِ مومن کا مظہر تو بن سکتا ہے لیکن مرتبۂ صفات میں رہ جاتا ہے جو لوگ ذات میں کمزور ہوتے ہیں صفات پر اکتفاء کر کے شریعت مطہرہ کے پابند ہوجاتے ہیں! شریعت مطہرہ میں ایسے بھی سعیدانِ ازل ہوتے ہیں جو بظاہر کامل پیر نہ رکھتے ہوئے بھی ذات میں فنا ہو کر فنافی الذات ہوتے ہیں اور قربِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو تلمیذ الرحمٰن یا اُویسی کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کو بظاہر دیکھے بغیر کوسوں دور رہکر فیضیاب تھے، یا یوں کہئے کہ ہر لحہ آپ کی بارگاہِ باطن میں موجود رہتے تھے اور اس طرح آپ فنافی الرسول کے عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔ بالکل اسی طرح اُویسی طریقہ سے صبح قیامت تک آپ کی سعید امت شریعتِ مطہرہ میں مؤدب ہو کر باطنی مجلس محمدی ﷺ میں پہنچتی رہے گی۔

اے طالب اللہ! مرتبۂ ذات اس کامل فقیر کا حصہ ہے جو آبِ حیات نوش کر چکا ہو! بے باطن ظاہری عبادات وطہارت میں خدا کیسے مل سکتا ہے، یہ ان کا حصہ ہے جو اپنے ظاہر کو بھی باطن میں غرق کر چکے ہوتے ہیں اور مجرد ہو کر خدا کی مانند یکتا ہوجاتے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ بھی نہیں کہ دنیا ترک کر کے مجرد ہوجانے میں خدا ملتا ہے، ہرگز نہیں، مخلوق میں رہکر خالق کی طرف اس طرح متوجہ ہونا چاہئے کہ اس وقت

غیر کا تصور ہی نہ ہو جس طرح حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا "لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَایَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَانَبِیٌّ مُرْسَلٌ" میرا خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی و رسول کی۔

نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: ائے میرے محبوب آپ کیا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، "ائے اللہ میں تجھی سے تجھی کو مانگتا ہوں" اس مقدس سوال و جواب میں طالب اللہ کے لئے عبرت اور ایک درس پوشیدہ ہے۔ یعنی بندہ خود سے خدا کو طلب کرے تو ہرگز خدا نہیں ملتا، اور خدا سے ہی خدا کو طلب کرے تو کامیاب ہو جاتا ہے۔ کیا معنیٰ؟ اس سوال و جواب میں تصور کا ایک راز سلوک پوشیدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ تیرا مذکور تیری شہ رگ سے قریب ہے اور شہ رگ کہتے ہیں اسکو جو تیرے اندر مظہر العجائب والغرائب بنکر اپنی دم سے تیرے باطنی جثہ کی روحِ رواں ہے۔ اور ظاہری جثہ کو سانس نے زندہ رکھا ہے۔ لہٰذا غور کر کہ سانس کو حرکت دینے والا دم ہے، دم کو حرکت دینے والا "اُسم اللہ" ھُوْ ہے۔

اے طالب اللہ! سکرات کی حالت پر غور کر کہ یہ کیا ہے؟ اور اس حالت کو سکرات کیوں کہتے ہیں؟ دم نے جب جسم کے پہاڑ کو اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کیا تو سانس پہ سکرات ظاہر ہوگئی۔ اسی طرح "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" سے پہلے سالک پر حالتِ سکر وارد ہوتی ہے تو نفس کی موت ہو جاتی ہے اور "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" (سورۂ آل عمران، پ۴، آیت ۱۸۵) ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے...... کا تقاضہ پورا ہو جاتا ہے۔

اے صاحبِ نفس! نفس کو چھوڑ دے یا اس ازلی دشمن کو قتل کر دے تا کہ تجھے تیرے حقیقی محبوب کا گھر نصیب ہو۔ راہ فقر حاصل کر اور اس اندیشہ ہائے دنیا سے نجات پالے کیونکہ دنیا کا خواب ایک اندیشہ اور اندازہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یا اس کی لذت احتلام کی لذت سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا اس نجس دنیا سے فارغ ہو کر آبِ توبہ سے غسل کر لے۔

کیا تو نے پرندوں کو دیکھا ہے جو صرف توکل پر قناعت کر کے پرواز کرتے ہیں، تیرے لئے کیا عجب بات ہے کہ تو توکل کا گٹھا پشت پر باندھ کر طائرانِ لاھُوت کی طرح پرواز کرے۔ اٹھ پرواز کر دنیا کے گودام میں ذخیرہ اندوزی سے توبہ کر کیونکہ یہ فرعون کا شیوہ ہے موسیٰ کا نہیں! کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر ذی روح کا روزی رساں ہے جو پتھر میں کیڑے کو بھی رزق عطا کرتا ہے تو کیا وہ تجھے نہیں دے گا؟ "وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ" (سورۂ طلاق، پ۲۸، آیت ۳) اور اللہ ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں پہنچتا۔،،

سالک تو پرندوں سے توکل کا ہنر سیکھ
یہ کل کے لئے رزق کا ساماں نہیں کرتے
پرواز یہ کرتے ہیں توکل کے سہارے
مرغوب غذاؤں کا یہ ارماں نہیں کرتے

(عارفؔ القادری)

راہِ فقر کیا ہے؟

اے طالب اللہ! تو جانتا ہے دودھ کو ایک ترکیب سے پھاڑ کر دہی بنا لیا جاتا ہے اور دہی کو مدھانی سے بلو کر مکھن نکال لیتے ہیں، تیرے اندر بھی مکھن ہے وہ کیوں نہیں نکال لیتا؟ مگر اس راہ میں آگ سے مکھن حاصل کیا جاتا ہے، جسم کی ہانڈی میں شمسی اور قمری سانسوں کی مدھانی کو اسم اللہ ''ھُوَ'' کے تصور سے چلا، تکلیف تو ہوگی مت گھبرا کہ یہی راہِ فقر ہے کہ جس راہ سے ہو کر تو انمول رتن پالے گا۔ حدیث پاک ''غَمِّضْ عَیْنَیْکَ یَاعَلِیُّ وَاسْمَعْ فِیْ قَلْبِکَ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ'' ترجمہ: اے علی اپنی آنکھیں بند کرلو اور اپنے قلب میں کلمہ طیبہ ''لَآاِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ'' کی آواز سنو۔ [یہ مراقبہ کی اصل ہے]

☆☆☆

فصل نہم

فخلقتُ الخلق کیا ہے؟

یہ مقام ناسوت ہے اور یہ ناس سے ماخوذ ہے جس کو ہم دنیا کہتے ہیں۔ جاننا چاہیئے یہ دنیا نفسانی خواہشات سے اور علمِ خواہشات سے سجائی سنواری گئی ہے اور اس ملعون دنیا کی تہذیب و ترقیات تمام کے تمام ترعلم خواہشات کی مرہونِ منت ہے۔ لہٰذا بندۂ مومن کو اس دنیا سے گریز کر کے اپنے رب سے رشتہ استوار کر لینا چاہیئے۔

ارشادِ گرامی ہے: ''اَلْمُؤْمِنُ مِرْأَةُ الْمُؤْمِنِ'' مومن، مومن کا آئینہ ہے ......اور اس حدیث پاک میں ایک مومن اللہ ہے جیسے سورہ حشر کے آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے صفاتی ناموں کا ذکر کیا ہے جس میں ایک صفاتی نام ''اَلْمُؤْمِنُ'' بھی ہے، فرمانِ الٰہی ہے: ''هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (سورۂ حشر، پ۲۸، آیت۲۳) اور دوسرا مومن بندہ ہے اور اس بندے کی تخلیق اللہ نے نفس کے برعکس بہترین صورت میں کیا ہے۔ جب کہ نفس کی صورت، کالے کتے کی مانند ہے! ارشادِ گرامی ہے: ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ'' (سورۂ تین، پ۳۰، آیت۴) یعنی ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ......ارشادِ خداوندی ہے: ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ'' ای لیعرفون، ترجمہ میں نے انسان اور جنات کو

صرف میری عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور عبادت سے مراد اللہ کی پہچان ہے۔ معلوم ہوا کہ جس عبادت سے اللہ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی وہ عبادت محض رسمی ہے۔

اے طالب اللہ! تیری وہ صورت جو اللہ کی صورت پر تخلیق پائی ہے وہ اللہ کو یقیناً پہچانتی ہے، لہٰذا نفس کا نقاب اُتار کر پھینک دے جو تیری آنکھوں پر پڑا ہے پھر دیکھ کہ وہ صورت دائمی فرض کی ادائیگی میں مصروف ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے "مَنْ لَّمْ یَاتِ فَرْضًادَائِمًالَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ فَرَضَ الْوُقْت" ترجمہ: جو شخص فرض دائمی ادا نہیں کرتا اللہ اس کا وقتی فرض بھی قبول نہیں فرماتا...... فرض سے مراد جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْالِیْ وَلَاتَکْفُرُوْنِ" (سورۂ بقرہ، پ۲، آیت۱۵۲) تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرونگا اور تم میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو......اور اذکار میں افضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ہے۔ فرض سے مراد ذکر الٰہی اور ذکر سے مذکور کا پتہ ملتا ہے! مذکور کہاں ہے، سانسوں پہ غور کر اور یاد رکھ اس حدیث پاک کو کہ "جو سانس یادِ الٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے"۔

اے نیک بخت! اپنی سانسوں میں ایک سانس ایسی ہوتی ہے جو تجھے معرفتِ الٰہی کی طرف رہبری کرتی ہے، سانس سے مراد سانس میں پوشیدہ اسم اللہ "ھُوْ" ہے اور یہی اسم اللہ "ھُوْ" کلمہ طیبہ کی اصل اور کنہ ہے، کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے پہلے حصے میں بھی اللہ ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کے دوسرے حصے کے آخر میں اسم اللہ ہے اور اِسمُ اللہ **اَللّٰہُ** جل شانہ کے چار اسماء ذات کا سرچشمہ بھی ہے، اور وحدت کا راز بھی ہے یعنی اللہ کا الف نکالا '**لِلّٰہ**' لام نکالا '**لَہٗ**' پھر لام نکالا '**ہٗ**' اور یہ ایک حرفی '**ہٗ**' اللہ کے جلال اور جمال کا دیباچہ ہے جلال اور جمال کو ظاہر کیا تو "**ھُوْ**" ہو گیا۔

اے طالب اللہ! یہی اسم اللہ "ھُوْ" ہے جو تیری سانسوں کی آڑ میں تیری ذات یعنی دم کا کلمہ بنا ہوا ہے اور جب تک یہ کلمہ جاری رہے گا تو بھی زندہ ہے اور یہی تیری جان ہے۔

ذرا غور کر تیرے اندر تیرا کلمہ ھُوْ ھُوْ کی آواز میں آتی جاتی سانسوں میں تیری ذات کی زبان سے ادا ہو رہا ہے، تجھے اس تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے جس نے یہ تیری ذات کو کلمہ پڑھنا سکھایا ہے۔ جانتا ہے وہ کون ہے؟ وہی عشق ہے جو تجھے تجھ سے چھپائے ہوئے ہے، عشق کا اظہار کر اور دیکھ کہ تیرے اندر کیسے کیسے خزانے پوشیدہ ہیں اور ان خزانوں کی کنجی اِسمُ اللہ ذات ہے۔ دونوں عالم اور کل مخلوقات کو یہ کلمہ طیبہ گھیرے ہوئے ہے۔ یہ خوشنویس کاتب یہ علماء یہ فضلاء صفحۂ قرطاس پر تو کلمہ تحریر کر سکتے ہیں مگر صفحۂ ذاتِ انسانی پر تحریر نہیں کر سکتے تاوقتیکہ انہیں ایسا کامل مرشد معلم میسر نہ آئے۔

اے عابد، اے عالم! تو اللہ تعالیٰ کا نام پڑھ پڑھ کر حافظ بن گیا تو کیا کِیا نفسانی خواہشات کا پردہ تو پھر بھی عقل پر حائل ہے، اللہ کے نام کی برکت سے چاہے تو جتنے بھی علوم پڑھ لے اگر علمِ قلب سے محروم رہا تو دنیا کی خواہشات کا غلام ہی رہے گا۔ حدیث تفسیر و فقہ کے کتابیں چاہے جتنی بھی پڑھ لے تیرا ظالم نفس ہرگز نہ مر سکے گا کیونکہ اس ظالم کو تو صرف تیغ فقر سے ہی مارنا چاہئے اور یہ تیغ کامل مرشد عطا کرتا ہے۔

تو خدا کے لئے راہِ عشق کیوں نہیں اختیار کرتا؟ اور آتش عشق میں خود کو جلا کر تمام جسمانی مصائب سے نجات کیوں نہیں حاصل کر لیتا؟ اے طالب اللہ! آتی جاتی سانسوں پر غور کر کہ تیرے اندر بھی صرف ھُوْ اور باہر بھی "ھُوْ" ہے تھوڑی دیر کے لئے اندر کی سانس کو اندر ہی روک اور باہر کی سانس کو باہر ہی روک لے پھر پہچان کہ تو خود

کہاں ہے؟ بس وہی '' ھُوْ '' ہی '' ھُوْ '' ہے! تو اگر اپنے اندر اسم اللہ ھُو پہ مکمل تصور کرتا ہے تو تیرا باطن پاک وصاف ہوجاتا ہے اور اگر تو باہر جانے والی سانس کے ساتھ اسم اللہ ھُو '' ہ '' پہ مضبوط تصور رکھتا ہے، تو تیرا ظاہر طیب وطاہر ہوجائے گا۔ اور لَآ اِلٰہَ کی نفی کے بعد اِلَّا اللہ کے اثبات کا طریقہ ہاتھ آئے گا۔

اسی کو حقیقی صراط مستقیم کہتے ہیں! اسی کو اللہ کی رسی کہتے ہیں کہ جس کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم ہوا ہے۔ اسی میں شہ رگ کا راز پوشیدہ ہے، اسی میں قلب کا راز پنہاں ہے، اسی میں اسم اللہ ذات اور اسم اعظم کا راز مضمر ہے، اسی سے ذات انسانی کو نفس مطمئنہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ مگر مرید صادق کو چاہئے کہ اس طریق کار پہ عمل کرنے سے پہلے کامل پیر کی رہبری حاصل کرے کیونکہ پیر معالج کے مانند ہوتا ہے جو ظاہری وباطنی امراض کو پہچانتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے '' اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ '' پہلے رہبر تلاش کرو پھر راستہ چلو......

اسم اعظم کیا ہے؟

اس مقام پر طالب اللہ ھُوْ میں جب مکمل غرق ہوجاتا ہے، تو شیر وشکر کی مانند ہوجاتا ہے کہ بس وہ دودھ میں مٹھاس بنکر رہ جاتا ہے اور دودھ سے جدا بھی نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ بھی دودھ کا دودھ اور مٹھاس کی مٹھاس ہوگیا۔ جب طالب اللہ کی یہ کیفیت ہوجاتی ہے، تو لوحِ قلب پر اسم اللہ ذات کو نور سے لکھا ہوا دیکھتا ہے، اسی کو اسم اعظم کہتے ہیں یہاں یہ نہیں ہوتا مگر وہ ہوتا ہے! یا یہاں وہ ہوتا ہے مگر یہ نہیں ہوتا '' یہ '' اور '' وہ '' '' وہ '' اور '' یہ ''، انا، انت، انت، انا، ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: '' حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ '' (سورۂ آل عمران، پ۴، آیت ۱۷۳) ہمیں اللہ کافی

ہے جو میرا بہترین کارساز ہے...... اور ایسا کامل انسان جب مقام مرشدی پر آتا ہے تو '' یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ '' کے مصداق ہوجاتا ہے۔ ہم نے اسم اعظم کے متعلق اشارۃً بیان کیا ہے اس کی مزید تفصیل وتشریح، فوائد وفضائل اور اسکے جاری ہونے کے طریقے وغیرہ اپنے پیر سے معلوم کریں تاکہ مکمل طور پر مطمئن ہوجائیں۔،،

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: '' وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ '' (سورۂ بقرہ، پ۲، آیت ۱۵۴) اللہ کی راہ میں جو قتل ہوچکے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں...... اے طالب اللہ! اس آیت پاک میں '' مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا '' سے گذار کر دائمی حیات کے تعلق سے جو اشارات بیان کئے گئے ہیں، یہ وہی تو ہیں جن کا ذکر ماقبل ہوچکا ہے۔ یہاں بس طالب کی طلب خالص ہونی چاہیے! نبی کریم ﷺ نے فرمایا '' مَنْ طَلَبَ شَیْأً وُجِدَ '' جو جس شئی کو طلب کرتا ہے وہی پالیتا ہے۔

ایک حدیث پاک کی تشریح:

ارشاد نبوی ﷺ ہے: '' اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ '' دنیا مردار ہے اور دنیا کا طلب گار کتا ہے، آیئے اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہیں۔ اگر واقعی اس حدیث پاک کا اگر وہی مطلب ہوتا جو حدیث سے ظاہر ہے تو اس ناپاک دنیا کو اللہ پاک نے بنایا ہی کیوں؟ یا اگر یہ دنیا واقعی مردار ناپاک ہے تو انبیاء اتقیاء کو اس دنیا میں بھیجا کیوں؟ دراصل یہ دنیا اپنے آپ میں پاک ہے، نہ ناپاک، مگر دنیا کے مردار طالب اسے ناپاک بنادیتے ہیں۔ جس مسلمان کی دنیا مسلمان کے دین کے دائرے

میں ہوتی ہے وہ مطلق پاک ہے۔یا جس طرح نبی کریم ﷺ کی دنیا نبوت کے دائرے میں تھی وہ سراسر طیب وطاہر اور نعمتِ خداوندی تھی بلکہ نبی کی دنیا نبوت کا عکس ہوتی ہے۔ اسی طرح ولی کی دنیا ولایت کے دائرے میں ہوتی ہے وہ یکسر پاک ہے اور ولایت کا عکس ہے۔بس اسی طرح مسلمان کی دنیا اسلام کے دائرے میں ہو تو وہ پاک ہے اور اسلام کا عکس ہے۔اسی دنیا کی بہتری کی قرآن پاک میں یوں تعبیر کی گئی ہے:
﴿وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا﴾ (آل عمران ۱۵۴: پ۴) جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہے ہم اسے عطا کردیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہتا ہے اسے بھی ہم ہی عطا کریں گے......غور کرنا چاہئے ! "اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ" دنیا مردار ہے تو کونسی دنیا مردار ہے! وہ دنیا یقیناً مردار ہے جو معرفتِ ذاتِ حق سے روکے! وہ دنیا یقیناً مردار ہے جو مسلمان کے دین کے دائرے کے باہر ہے! اور جس کو من پسند تاویل کے سہارے جبراً دین کا اثاثہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔

دنیا کیا ہے؟

دین کی ضد ہے جمعِ ضدین محال است، دنیا کیا ہے؟ دین کی بہن ہے اور دو بہنوں سے بیک وقت عقد جائز نہیں ہوسکتا۔لہٰذا اگر مسلمان دین کے ساتھ مضبوط عقد رکھتا ہے تو دین کے باہر کی دنیا کو دین کے دائرے میں دین کے ساتھ ہرگز نہیں رکھ سکتا! ارشادِ خداوندی ہے: "وَلَاتَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا" (سورۃ البقرۃ پ۱) اور میری آیات کو تھوڑی سی قیمت کے لئے مت بیچو! اے طالب اللہ! اللہ کی آیات کو اللہ کے کلام کو تھوڑی سی قیمت کے لئے بیچنا بھی حرام اور خریدنا بھی حرام ہے، نبی کریم ﷺ

نے ارشاد فرمایا! جو دنیا کے لئے دین کو بیچا وہ جہنمی ہے۔

حاصلِ بحث کل:

وہ دنیا مردار ہے جو مسلمان کو صراطِ مستقیم سے ہٹادے " اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ"، دنیا مردار ہے اور دنیا کا طلب گار کتا ہے، وہ آدمی یقیناً کتا ہے جو فنا فی اللہ کی بجائے فنا فی الدنیا کی موت فرعون بن کر مرا۔تصوف کی اصطلاح میں ماسوا اللہ کو دنیا کہتے ہیں جو سراسر ظلمت ہے۔اور اللہ نور ہے۔ "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" ارشادِ نبوی ﷺ ہے "اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَافِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى" دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر۔

تو یہ دنیا کیا ہے؟

دنیا اور دنیا کا جو کچھ ہے وہ ماسویٰ اللہ ہے جو سراسر ظلمت اور ملعون ہے! مگر ذکر اللہ تعالیٰ سے مراد کیا ہے! ذکر اللہ نور ہے نور کی ضد ظلمت ہے، اللہ نور ہے اور نور غیر مخلوق ہے! جب کہ دنیا مخلوق ہے اور ذاتِ انسانی نور اور ظلمت کے درمیان برزخ کی مانند پیدا کی گئی ہے۔اور اگر انسان کی فطرت میں ظلماتی کثافتیں ہیں تو وہ گمراہ ہوجاتا ہے۔اور نور غالب ہے تو اللہ تعالیٰ اس انسان کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور اس وقت اللہ انکا ولی ہوگا جیسا کہ خود اس کا فرمان ہے "اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ" (سورۃ آل عمران پ۳ ع۱) اللہ ایمان والوں کا ولی ہے کہ ان کو ظلمات (کفر

کی تاریکیوں) سے نکال کرنور کی طرف لے جاتا ہے اور کفار کے دوست شیاطین ہیں جو ان کو نور سے نکال کر ظلمات کی طرف لے جاتے ہیں وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے......حاصل بحث جو چیز اللہ کی یاد سے غافل کردے اس کا نام دنیا ہے۔ اور جس پر کلام اللہ نہ پڑھی جائے وہ چیز نجس اور مردار ہے۔ مثلاً شرابی کیا شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے؟ ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ دنیائے مردار وہ ہے جس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔

براہو دنیائے ملعون کا:

براہو اس دنیا کا جو اللہ کی یاد سے غافل کردیتی ہے ایسی ظالم دنیا پر تین طلاقوں کے کوڑے ماردینا چاہیے! افسوس کہ آج کل کے علماء ومشائخ بینک بیلنس کے کریزی، شیدائی ماسویٰ اللہ کی محبت کا راگ الاپتے ہیں، جنت کے سہانے سپنے دکھا کر اپنے بینک اکاؤنٹس میں دولت کا اضافہ کرتے ہیں، دوسروں کو جہنم سے ڈرا کر خود دولت اور دنیا کماتے ہیں! اللہ ایسی گمراہی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین

افسوس کہ آج کل کے ٹھیکیداران دین جن کے دلوں اور جانوں میں صرف دولت دنیا کا نشہ ہے ان کی آنکھیں کب کھلیں گی؟ کیونکہ ایسی دنیا کا ترک کرنا ہی راہِ بہشت ہے۔ اے اللہ کے طالبو! اے اللہ کے فقیرو! جو دنیا کی محبت میں سراپا دنیا بن گیا ہواس کی دوستی سے گریز ونفرت کرنا چاہیے۔ یہ ایسے کنویں ہیں جن میں سینکڑوں من شکر ڈالی جائے کبھی ذائقہ نہیں بدلے گا۔ افسوس صد افسوس دینا اور دولتِ دنیا! سامان اور سامان دنیا کی محبت میں آج کل کا انسان اس قدر اندھا ہو گیا ہے کہ خود تو تباہ ہوگا اپنی نسلوں کو بھی تباہ کر کے جائے گا!

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (رواہ ابوهريرة رضی اللہ عنه) تو دنیا میں اجنبی یا مسافر بن کر زندگی بسر......عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا يُرِيحُ الْقَلْبَ وَالْجَسَدَ. رَوَاهُ الطِّبْرَانِيُّ ،،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی جسم وقلب کو راحت وسکون بخشتی ہے۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ۔ (رواہ ابن ماجة والبيهقى)

حضرت سھل ابن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبت ہوجا، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہوجا، لوگ بھی تجھ سے محبت کریں گے۔

دنیادار اور دنیا سے دھوکہ کھانے والا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اس دنیا کی وجہ سے مکرم ومحترم ہے۔ افسوس اس فریبی دنیا کا مارا اپنی تخلیق کے تعلق سے منشاء خداوندی کا تقاضہ بھول جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اپنے رب کریم سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ ’’جب تمہارے پاس دنیا آتے دیکھو تو فوراً کہو کوئی گناہ ہوا ہے، جس کی سزا فوراً آ گئی ہے، اور جب فقر کو آتے دیکھو تو کہو خوش

آمد یدصالحین کی شکل میں اور اگر چاہوتو (فقر میں) صاحب روح الکلمہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی اقتداء کر سکتے ہو۔ وہ فرماتے تھے میرا سالن بھوک ہے، میرا اشعار خوف ہے، میرا لباس صوف (کھردرا کپڑا) ہے، سردیوں میں میرے تاپنے کے لئے سورج ہے، میرا چراغ چاند ہے، میرا چوپایہ میری ٹانگیں ہیں اور میرا کھانا اور پھل زمین سے پیدا ہونے والی اشیاء ہیں۔ میں رات گذارتا ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ میں صبح اٹھتا ہوں اس حال میں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ روئے زمین پر مجھ سے بڑھکر کوئی دولت مند نہیں۔ (مکاشفۃ القلوب، ص۲۲۹)

حق ناشناس شیخ، مشائخ، علماء، فضلاء اور مفتیانِ ظاہر نہ جانے اس امتِ مرحومہ کو کس طرف لے جانا چاہتے ہیں کہ ایک طرف یہ قوم کو مہذب مسلمان بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں، دوسری طرف قوم تہذیب دین سے ناآشنا ہو کر فرقوں میں بٹتی چلی جارہی ہے، ترقئ دین کا دعویٰ کرنے والوں کا بے قابو قلم اس قدر بہک چکا ہے، اس پر لگام لگانا دشوار ہو گیا ہے۔ کچھ حضرات تو دین کے نام پر اچھے اچھوں کو کفر کا، گمراہ کا، الحاد کا، ارتداد کا، فتویٰ لگانے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ خصوصاً مسئلہ سیادت اور سادات پر تو ان کے قلم کی چوٹ یزید کی تلوار سے زیادہ تیز و طرار ہوتی ہے، بے دریغ فتوے لگا دیئے جاتے ہیں کہ فلاں فلاں عالم دین کافر و مرتد ہے۔ لہٰذا انکا نکاح ٹوٹ گیا اب ان کو چاہئے کہ توبۃ النصوح کر کے دوبارہ نکاح کر لیں۔۔۔! صرف نکاح ہی نہیں بیعت و ارادت کی مسند سے بھی دستبرداری کا حکم صادر کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس بے قصور کا قصور صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ منجمد تنگ نظریات کے خلاف ترقی پسند وسیع النظری کو ترجیح دیتا ہے۔ تاکہ دین کا دائرہ سمٹ کر شدت کے ساتھ محدود و مسدود نہ ہو جائے۔

جسارت کی حد ہو گئی کہ ایک مدرسہ کا فارغ مفتی نے وقار سیادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی قلم اٹھا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ معنیٰ کر کہ سید نہیں، اور وہ معنیٰ کر کہ سید ہیں، نعوذ باللہ اس ''کرکرے'' نے تو عشق رسول کی نعمت کا مزہ ہی ''کرکرا'' کر کے رکھ دیا! افسوس اب اگر وہی سید نہیں رہے جن کے لئے دونوں عالم کو پوری آب و تاب کے ساتھ سجایا سنوارا گیا تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیادت کیسے مسلم ہو سکتی تھی۔ لہٰذا ایک سورما عالم نے فتویٰ دے دیا کہ حضرت علی بھی سید نہیں ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

جو چاہے تیرا حسن کرشمہ سازی کرے (علامہ اقبالؔ)

اب کیا کیا جائے بادشاہ اسلام بھی نہیں رہا جو مجرمانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور غداران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فی نار جہنم کا حکم صادر کرتا! یہ تو دار الحرب ہے یہاں آزادئ اظہار خیال پر کھلی چھوٹ ہے مہذب اور روشن خیالی کا آج کل یہ ثبوت ہے کہ اظہار خیال کے تعلق سے کسی کو بھی نہ بخشا جائے خواہ وہ کوئی بھی مذہب ہو یا بانیانِ مذہب خواہ وہ اسلام ہو یا پیغمبر اسلام، بس جس کا جی چاہے جس طرح چاہے۔ گستاخ قلم چلائے اور راتوں رات سلمان رشدی کی طرح مشہور ہو جائے! بدنام نہ ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا؟

افسوس صد افسوس آج کل دنیا کی منڈی میں دین کے ساتھ دین کا فقہ بھی بڑے سستے داموں بک رہا ہے، گذشتہ مہینوں میں ٹی وی میڈیا اور اخبار والوں نے سرخیاں اچھالی کہ فتویٰ بکتا ہے! جو چاہے جیسا چاہے خرید لو، افسوس ایسے علماء کو غیرتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پاس نہ رہا پھر بھی ایسوں کی داڑھیوں میں چار پانچ چاند دن رات چمک رہیں اور وہ داڑھیاں بھی برقرار ہیں جن سے دو چار موٹی موٹی رسیاں بٹی جا سکتی ہیں۔

اے امت مرحومہ کے رہبرو! اے دین کے پیشواؤ! دین کے ساتھ، کیا تم دین کے فقہاء کرام کے خدمات اور تاریخیں بھی فراموش کر چکے ہو؟ ان بزرگ ترین ائمہؒ دین کا قلم کس قدر مؤدب اور محتاط رہتا تھا! کیا تم بھول گئے کہ ہمارے ائمہؒ دین نے فرعون جیسے ظالم وسفاک دشمن خدا کے کفر واسلام کی بات آئی تو محتاط ترین قلم اٹھایا ہے؟

کیا تم بھول گئے کہ ہمارے امام اعظم حضرت ابوحنیفۃ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید جیسے مردود ظالم وجابر حکمران کے کفر واسلام کے مسئلہ میں کس قدر حلیم محتاط ومہذب فتویٰ صادر فرمایا۔

پتہ نہیں آج کل کے غیر دوراندیش علماء کی غیرتِ ملیّ کو سانپ کیوں سونگھ گیا جس کے نتیجے میں انکا قلم دین کے منشاء کے خلاف بے راہ روی اختیار کر گیا ہے۔ ایسوں کے حق میں ارشاد خداوندی ہے ''فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ مَرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا'' یعنی ان کے قلوب میں بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماریاں بڑھادی۔ نیز ارشاد فرماتا ہے ''وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ آمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡآخِرِ وَمَاھُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ'' بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

اللہ کی پناہ! ایسے دنیا کی طمع رکھنے والے حریص نام نہاد علماء کی عیاریوں سے سادہ لوح بندوں کو اللہ محفوظ رکھے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے ''اَلۡعَالِمُ الطَّامِعُ کَالۡبَطِیۡءُ وَالۡمُسۡتَمِعُ مِنۡہُ کَالۡعَقِیۡمِ فَلَایَتَوَلَّدُ مِنۡہُ نَفۡعٌ وَلَاحَذَرُ'' طامع عالم مرد عنین کی مانند ہے، دیکھنے میں تو مرد ہے مگر حقیقت میں نامرد اور اس کا بیان سننے والے بانجھ عورت کی مانند ہوتے ہیں یعنی جو خوبصورت تو ہے، مگر اس کو بچہ پیدا نہیں ہوسکتا۔

اے دنیا کے پرستارو! خوب پختہ توبہ کرلو ''الدنیا کلھا ظلمۃ'' دنیا مجسم

ظلمت ہے...... ظلمت سے نکل کر نور کی طرف آنے کی کوشش کرو، ممکن ہے کہ تمہیں اللہ سے توفیق وہدایت حاصل ہوجائے۔ اے طالب اللہ! اس ضمنی تقریر کے بعد آ! کہ ہم اصل موضوع پر لوٹتے ہیں! تو عشق بن سراپا عشق بن اسی کے لئے تیری تخلیق ہوئی ہے، جانتا ہے عشق کیا ہے؟ یہ کرم کے آسمانوں کا شہباز ہے جو اہل عشق ہو وہ ''اذاتم الفقر فھو اللہ'' (جب فقر تمام ہوجاتا ہے وہی اللہ ہے) کے مقام پر آجاتا ہے، اس کی زبان کُــن کی کنجی ہوجاتی ہے، کہ وہ ازلی تحریرات کو الٹ پلٹ دیتا ہے، وہ حکیموں کا حکیم وہ سخیوں کا سخی ہوجاتا ہے۔

بازار دنیا میں آدمی اندھا ہوجاتا ہے:

سنسان ویران ریگستان کی مانند ہے جہاں ہر وقت سراب سے پانی کا دھوکہ ہوتا رہتا ہے کہ یہاں ایک عقلمند انسان کس طرح سکون اور اطمینان سے جی سکتا ہے جبکہ اسے محفوظ اور اطمینان بخش منزل ہی حاصل نہیں! حدیثِ نبوی ﷺ ہے ''اَلدُّنۡیَا جِیۡفَةٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ'' دنیا مردار ہے اور دنیا کا طلبگار کتا ہے! لہٰذا دنیا اور دنیاداروں نے ایک لاکھ کئی ہزار انبیاء کرام کو ستایا اور انسانیت سوز مظالم ڈھائے، حضرت زکریا علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبر خدا کو آرے سے چیر کر قتل کردیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو اس قدر زمین تنگ کردی کہ آپ آسمانی سفر اختیار کر گئے سید المرسلین وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِیۡنَ نبی کریم ﷺ پر تو اسقدر ظلم وستم ڈھائے کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا: ''یَالَیۡتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمۡ یَخۡلُقۡ مُحَمَّدًا'' کاش محمد ﷺ کا رب محمد ﷺ

کو پیدا ہی نہ کرتا...... ۔ یزید پلید ملعونِ دین دنیا اور اسکے ہمنواؤں کو دیکھئے کہ اپنے ہی نبی کریم ﷺ کی اولادوں کو کس بے رحمی سے قتل کیا اور بے قصوروں کو بے دریغ قتل کرنا یہ اور کس کا کام ہوسکتا ہے کہ بس صرف دنیا اور دنیاداروں کا!

دنیادار وہ ہیں جو اللہ کی کتاب قرآن مقدس کو بھی نہیں بخشتے کہ اس کو مخلوق ثابت کرنے کی چاہت میں اس غیر مخلوق کے شیدائی حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل کو قید خانے میں اذیتیں دے کر قتل کر دیتے ہیں۔

کالی دنیا سے کیوں دل لگائیں گے ہم
رشتہ ظلمت سے کیسے نبھائیں گے ہم
رشتہ دار جہاں کیا ہیں ظلمت پرست
حق پرستوں میں ہیں حق سنائیں گے ہم

(عارفؔ القادری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا'' (سورۂ ہود، پ۱۲، آیت ۶) روئے زمین پر کوئی چوپایہ ایسا نہیں کہ اللہ اس کو روزی رزق عطا نہیں کرتا ہو! اے مردار دنیا کے طالب رزق دیدار کی تمنا کر! تو انشاء اللہ رزقِ دیدار سے زندہ رہے گا! جب تک سانس ہے تب تک آس ہے، یہ انتہائی گھٹیا اور ذلیل فارمولہ ہے اس پر ہرگز عمل نہیں کرنا چاہئے کہ اسی سانس نے انسان کو خواہ وہ عالم ہو یا جاہل چکنے لقموں والے برتنوں کا دیوانہ بنا دیتی ہے! نیک نام مشہور متقی پرہیزگار بھی

چکنے لقموں کی خواہش میں لمبی لمبی فاتحہ پڑھتے ہیں اور رئیس کی چوکھٹ پر سرنگوں ہوجاتے ہیں۔ لمبی چوڑی دعاؤں میں ہر مسلمان کے اسلام اور ایمان کی سلامتی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ خیر! ہم پوچھتے ہیں کہ انہیں سلامتیٔ عشق کی دعا مانگنے کا سلیقہ کیوں نہیں آتا؟ عشق وہ ہے جو دنیاداروں کی چکنی چپڑی دنیا کو ٹھوکر مار کر وہ سفر اختیار کرتا ہے جہاں اس کا حقیقی ٹھکانہ ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے کہ اللہ سے حقیقی اسلام طلب کرے بعد از حصول اسلام حقیقی ایمان طلب کرے اور اگر کبھی اتفاق سے بازارِ عشق میں جانا نصیب ہو تو بہت سے ایمان کے عوض تھوڑا سا عشق خرید لینا چاہئے۔ کیونکہ عشق شہبازِ لاھوتی ہوتا ہے اور ایمان مسلمان میں مقید طائرِ نور کی طرح رہتا ہے۔ لہٰذا جاننا چاہئے کہ اسلام کیا ہے؟ وسیلہ ہے ایمان تک پہنچنے کا، ایمان کیا ہے؟ وسیلہ ہے عشق تک پہنچنے کا اور عشق کیا ہے ''اَلْعِشْقُ ھُوَ اللّٰہ'' بس اسی کو صراطِ مستقیم حقیقی کہتے ہیں! اور اسی کو اللہ کی رسی کہتے ہیں۔ جس کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا جا رہا ہے فرمان الٰہی ہے: ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا'' (سورۂ آل عمران، پ۴، آیت ۱۰۲) اے طالب اللہ! راہ عشق کے بغیر مسلم یا مومن کو اپنے ایمان کی حفاظت کرنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، بعض اوقات یہ لوگ تاویلات کے سہارے غلط کو سہی اور سہی کو غلط ٹھہرا کر گمراہ ہوجاتے ہیں کیونکہ بے خطر حقیقی راستہ تو اسلام اور ایمان سے بہت آگے ہے اور یہ لوگ جو عرف عام میں عشق کہہ رہے ہیں، وہ ہرگز عشق نہیں کیونکہ عشق تو صرف عین سے ہے۔ عقلمند را اشارہ کافیست)

کھول کے کیا بیاں کروں مقام مرگ وعشق
عشق ہے مرگِ باشرف مرگ حیاتِ بے شرف

(علامہ اقبالؔ)

علم سے وصل و حضوری کب میسر آئے گی
عشق سے چل راہ میں اُس کا پتہ مل جائے گا
عقل گر ہے نفس کی خواہش تو ہے بے معرفت
دیکھ خود میں دل ہے اور دل میں خدا مل جائیگا

(عارفؔ القادری)

اے اللہ کے نیک بندے اور سچے طالب ! یہ جو تیرا تن ہے وہ کیا ہے؟ تیرے اللہ کا خلوت کدہ ہے، ذرا اپنے اندر جھانک کر دیکھ کہ تو آبِ حیات کا خود اک خزانہ ہے کہ تو محتاجِ خضر کیوں ہوتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ تن خاکی ظلمت اور نور کا مجموعہ ہے، تیرا قالب ظلمت ہے اور تیری ذات نور ہے۔ لہٰذا نور سے نور کو یاد کرنا چاہیئے نور سے نور کو پہچاننا چاہیئے اور نور سے نور میں مل جانا چاہیئے !

ارشاد باری تعالیٰ ہے: " هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ " اس مقدس کتاب میں ان متقین کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس آیت پاک میں اول تو کتاب کا ذکر ہے جو قرآن ہے دوم اہل تقویٰ اور ہدایت کا ذکر کیا گیا ہے! سوم غیب اور ایمان کی بات کہی گئی۔

قرآن کیا ہے؟

قرآن کلمۂ طیبہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" کی تشریح ہے! کلمۂ طیبہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" اسم اللہ کی تشریح ہے۔ گویا صاف ہو گیا کہ اسم اللہ ذات کلمۂ طیبہ کی اصل ہے۔ اور کلمہ طیبہ قرآن کی اصل ہے! اور تقویٰ قوت سے ہے! قوت قوی سے ہے! اور قوی خود ذات باری تعالیٰ ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں غیب کیا ہے؟

بخدا زمانے کے اختلافات دیکھ دیکھ کر ہم مجبور ہو کر اس راز کو فاش کرنے پر اتر آئے ہیں جس کو صوفیانِ کرام نے راز سربستہ رکھا تھا ! آج کل غیب کے نام پر علمِ غیب کے تعلق سے کئی مناظرے ہو رہے ہیں آخر وہ غیب کیا ہے؟ مسلک صوفیاء کرام میں غیب کو غائب کر دینے سے ایمان چلا جاتا ہے! وہ غیب کیا ہے؟ غیب وہ ذاتِ حق ہے! غیب وہ ذات عشق ہے! غیب حضرت عشق ہیں جن کا پتہ نہ اسلام کو نہ اہل اسلام کو آسانی سے ملتا ہے! غیب عشق ہے کہ جن کا پتہ دور دور تک نہ ایمان کو نہ اہل ایمان کو ملتا ہے اور اگر ملتا ہے تو تصدیق بالقلب کے بعد "موتوا قبل ان تموتوا" کی موت مرجانے کے بعد ملتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ برائے نام زندہ کو عشقِ غیب کا، اَتہ پتہ ملے!

کتاب اللہ میں لوحِ محفوظ ولوحِ ضمیر سے لے کر ماکَانَ و مایکُونُ تک اور اس کے بعد کے تمام حالات مع اسرار و رموز خدائی اصطلاحات کے انداز میں بیان ہو چکے ہیں! لہٰذا ارشاد باری ہے: " قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ

لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا " (سورۂ کہف، پ۱۶، آیت۱۰۹)۔ اے محبوب آپ فرما دیجئے اگر کلماتِ الٰہی تحریر کرنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائیں تو اس سے پہلے کہ کلام الٰہی ختم ہوں وہ سمندر ختم ہو جائیں گے، خواہ ایسے ہی اور سمندر مدد کے لئے آ جائیں...... نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورۂ انعام، پ۷، آیت۵۹) غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں جسے اس کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ بری اور بحری میں ہے اسے علم ہے، کوئی پتا بھی ایسا نہیں کہ درخت سے گرے اور اسے اس کا علم نہ ہو اور نہیں ہے کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی خشک و تر چیز مگر یہ تمام اشیاء کتاب مبین میں مرقوم ہے......

لفظ عشق قرآن میں ہے:

یہاں پر غور کرنا چاہئے کہ قرآن مقدس کا نزول عربی زبان میں ہوا ہے قرآنی زبان کی فصاحت و بلاغت خود ثابت کرتی ہے کہ یہ کلام غیر مخلوق ہے! انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی ایسی مخلوق نہیں پیدا ہوگی جو قرآن میں غور کرنے کے بعد قرآن کو جھٹلا سکے! عربی زبان کا وہ ایسا کونسا لفظ ہے جس کو قرآن نے نہ بیان کیا ہو! ماسواء لفظ عشق کے جو لفظ عربی ہونے کے باوجود قرآن سے غائب ہے جبکہ لفظِ عشق کئی اسرار و رموزِ الٰہیہ کا سرچشمہ ہے! غور کرنا چاہئے کہ ہر لفظ ہر جملہ ہر آیت کریمہ اپنے ظاہری

اور باطنی معنیٰ کے ساتھ قرآن مقدس میں جلوہ گر ہے مگر لفظ عشق لفظ عربی ہونے کے باوجود قرآن سے کیوں غائب ہے؟

قرآن مقدس کا نزول ان عربوں کے دور میں ہوا جو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ اور دیگر ممالک والوں کو عجمی یعنی گونگے بہرے کہتے تھے۔ وہ دور شعراء اور ادباء سے معمور تھا! وہ دور عربی زبان کے عروج کا تھا! پھر کیوں لفظ عشق قرآن سے غائب رہا جبکہ یہ لفظ زبانِ زد خاص و عام ہے! شعراء و ادباء تو اُس دور میں لفظ عشق اور لفظ حُسن کے ہزاروں افسانے باندھ چکے تھے۔

اب آیئے اس نکتہ پر غور کرتے ہیں کہ قرآن مقدس ظاہر ہے اور اس کا ماخذ یا وہ نکتہ جس کی شرح قرآن ہے! یا وہ وحدت کا نقطہ جس کے علوم کی کثرتِ شرحِ قرآن ہے یا وہ نقطہ جو اللہ کے 'ا' میں پوشیدہ ہے، وہی عشق اور حسن ہے۔ حرف 'ا' کو اگر ملفوظہ کے ساتھ حروف میں ظاہر کریں تو ''الف'' ہوگا اور الف سے وہ نقطہ ظاہر ہو رہا ہے جو اپنی ذات میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور ''بـــا'' میں نمودار ہو کر اپنے جلال و جمال کا مظاہرہ کر رہا ہے! سبحان اللہ! حضرت عشق خود نقطۂ علم بن کر اللہ کے الف میں پوشیدہ ہیں اور قرآن کی ابتداء بھی ال م سے ہے، اس لئے صوفیانِ کرام کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے'' الف '' کو پڑھ لیا ہے'' با '' سے بس! باقی ہوس،،

آیئے اصل موضوع پہ آتے ہیں اگر لفظ عشق قرآن سے غائب ہے تو آخر ہے کہاں؟ جاننا چاہئے کہ قرآن خدائی تحریرات اور آیات کا مجموعہ ہے اور اس مجموعہ

کا معنی یا اس مجموعۂ ظاہر کا باطنی راز ہی عشق ہے۔لہٰذا قرآن مقدس کا ظاہر سراسر علم الٰہی ہے اور باطن عشق الٰہی ہے اور قرآن کا ظاہر عقل سے تعلق رکھتا ہے جبکہ قرآن کا باطن کامل عشق سے تعلق رکھتا ہے۔اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس کتاب میں ان اہل تقویٰ کیلئے ہدایت ہے جوغیب پر ایمان رکھتے ہیں یہ غیب کیا ہے؟ "العشق هو الله" ہے۔

اے اللہ کے بندو! جہاں عقل ختم ہوجاتی ہے وہاں سے عشق شروع ہوتا ہے اسی لئے شب معراج حضرتِ جبرئیل امین سدرۃ المنتہیٰ پر آ کر رک گئے، "فهم من فهم" قرآن مقدس کا ظاہر علم ہے اور علم عقل سے تعلق رکھتا ہے! قرآن مقدس کا ظاہر مکمل شریعتِ مطہرہ ہے اور باطن معرفتِ خداوندی ہے! قرآن کا ظاہر ظاہرِ محمدی ﷺ ہے اور یہ سراسر علم و عقل محمدی ﷺ کی تشریح ہے! قرآن کا باطن! باطنِ محمدی ﷺ ہے اور یہ مکمل عشق ہے اور عشق رازِ محمدی ﷺ ہے۔بس غیب! غیب ہے غیب کو علمی اور عقلی الفاظ میں یا اصطلاح میں علمِ غیب کے نام پر کس طرح مقید کرسکتے ہیں۔ یہ جو عرف عام میں علم غیب کے تعلق سے واویلہ مچایا گیا ہے وہ عرفاً علم غیب ہے ورنہ علم کی کیا مجال! کہ عقل کے سہارے غیب کے متعلق بحث ومناظرہ کرسکے اور اگر یہ غیب عرفاً ہی علم غیب ہے تو علم غیب کو نبی کی ذات سے غائب کردیا جائے تو وہ نبی کہاں رہے؟ "معاذ اللہ ثم معاذ اللہ" غیب کو اگر غائب کردیا جائے تو ایمان بھی غائب ہوجاتا ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے: "سُبْحَانَکَ مَاعَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ" تیری ذات پاک ہے اور ہم سے تیری معرفت کا حق ادا نہ ہوا۔اللہ اکبر نبی کریم ﷺ جب مقام عقل سے گذر کر

مقام عشق میں پہنچے تو برجستہ اقرار کرتے ہیں۔اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس کا ذکر کیا ہے مگر عوام سے اس کو پوشیدہ رکھا ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے: "حٰمٓ عسق" یہ حروف مقطعات میں سے ہیں اس لفظ عسق میں سین کا لباس پہن کر لفظ عشق چھپا ہوا ہے،اس سین کو شین بنایا جائے تو لفظ عشق ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایک اصول الٰہی ہے کہ توریت میں جہاں جہاں شین کے ساتھ کوئی لفظ آیا ہے قرآن کریم میں وہ لفظ سین کے ساتھ مستعمل ہوا ہے، جیسے بسم اللہ شریف جو ہر سورہ کے شروع میں مرقوم رہتا ہے، توریت میں یہ شین کے ساتھ "بشم الله الوحيم" تھا، تو قرآن میں شین کے بجائے سین مستعمل ہوا، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی توریت میں موشی (لکڑی اور پانی کے درمیان رہنے والے، لسان عبرانی) تھا، مگر قرآن کریم میں موسیٰ مستعمل ہے، (قوت القلوب) یہی حال لفظ عشق کا ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔

عشق دم جبرئیل عشق قلب مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام
(علامہ اقبالؔ)

ایک اور آیت کریمہ ہے جس کو پیش کرکے وہابی بڑے طمطراق سے کہتے ہیں کہ بس نبی کو کسی طرح کا اختیار ہی نہیں ہوتا! لہٰذا ملاحظہ کیجئے ﴿اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ﴾ (سورۂ قصص، پ۲۰، آیت ۵۶) اے محبوب آپ

جسے پسند کرتے ہیں اس کو ہدایت نہیں دے سکتے لیکن جسکو اللہ چاہتا ہے ہدایت اور راہ راست پر لاتا ہے۔

اے نادان! نبی کریم ﷺ کی ذات کو بے اختیار کہنے والے! نبی کے علم غیب کا انکار کرنے والے! ملعون دنیا دار تو نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو کیا جانے جب کہ حضرت جنید امام الطائفہ رأس العلماء جیسوں نے بے ساختہ کہا اللہ کو تو سبھی جانتے ہیں مگر میرے نبی ﷺ کو نہ کوئی جانتا ہے نہ پہچانتا ہے! اسلئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود اپنے لئے خلیفۃ المسلمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یَا اَبَا بَکْرٍ لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَةً غَیْرُ رَبِّیْ '' اے ابوبکر میری حقیقت میرے رب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ...... نیز حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ رحمۃ الباری نے تو یہ کہہ کر آپ کی حمد سرائی سے قلم رکھ دیا۔

یَاصَاحِبَ الْجَمَالِ یَاسَیِّدَالْبَشَر

مِنْ وَّجْهِکَ الْمُنِیْرُ لَقَدْ نَوَّرَالْقَمَر

لَایُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّهٗ

بَعْدَ از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

ذات احد اول تھی نبی کریم ﷺ کو اول کا علم عطا کر کے اول کیا وہ آخر تھا، آپ کو آخرت کا علم عطاء کر کے آخر کیا! وہ ظاہر تھا تو آپ کو ظاہر کا علم عطا کر کے ظاہر کیا، وہ باطن تھا، آپ کو باطن کے عشق و رموز عطا کر کے باطن کیا۔ آیئے مذکورہ آیت

کریمہ کے پس منظر میں جاتے ہیں۔

قرآن! ترجمانی کے ساتھ ظاہر ہے اور ظاہر کا تعلق عقل اور علم عقل سے ہے۔ لہٰذا یہ آیت کریمہ بھی علم اور علم عقل سے تعلق رکھتی ہے اور یہاں حضرت عشق فرما رہے ہیں کہ اے میرے محبوب ہدایت اور راہِ ہدایت، علم اور علم عقل سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ ہدایت کا سر چشمہ تو عشق ہے اور عشق کے بغیر معرفت حق کا حصول ممکن نہیں لہٰذا ہدایت دینا ''العشق ھو اللہ'' پر موقوف ہے۔ اور عشق کیا ہے نبی کریم ﷺ کا باطن ہے! گویا یہ کام قالِ ظاہر سے ممکن نہیں بلکہ اس کام کے لئے حالِ باطن یعنی عشق چاہئے۔

مجموعی نکتہ یہ ہے کہ ہدایت کا تعلق علم و علم عقل سے نہیں بلکہ عشق سے ہے لہٰذا ہدایت کا حصول عقل سے ممکن نہیں بلکہ عشق سے ممکن ہے۔ بس اس آیت میں عقل اور عشق کے مقامات کو واضح کیا گیا ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ کو بے اختیار ثابت کرنے کے لئے حد لگائی گئی ہے۔ اس لئے صوفیان کرام نے قرآن کے ظاہر کو آپ کی سیرت اور باطن کو آپ کی باطنی کیفیت سے تعبیر کیا ہے۔

لہٰذا قرآن سے صاحب قرآن پر فتویٰ حاصل کرنا یا قرآن سے ہی صاحب قرآن پر دلائل کھڑے کر کے بے اختیار ثابت کرنا یہ شیوۂ شیطانی ہے۔ قرآن اگر قرآن ہے تو نبی کریم ﷺ کی ذات قرآن کا معنیٰ ہے۔

قاعدہ کلیہ ہے کہ لفظ سے معنیٰ کو نکال دیا جائے تو لفظ کا وجود کس طرح

ہوسکتا ہے، یہاں بھی بالکل اسی طرح قرآن سے قرآن کا معنیٰ یعنی نبی کی ذات ہی کو جدا کردیا جائے تو وہ قرآن بنکر اپنے وجود کو کس طرح قائم رکھ سکتا ہے۔ قرآن ہی کیا دنیا کی کوئی کتاب بھی معنیٰ کے جدا ہونے سے فنا ہوجاتی ہے کہ جس طرح گذشتہ کتب وصحائف خداوندی منسوخ ہوچکے ہیں، کیونکہ لوگ آسمانی کتب وصحائف سے حقیقی معنوں کو الگ کرکے کچھ کا کچھ کہنے لگے تھے، تو اللہ رب العزت نے یکے بعد دیگرے تمام کتب وصحائف کو منسوخ کرکے ایک کتاب قرآن مقدس نازل فرمایا جس کی حفاظت کا خود ضامن ہوکر قیامت تک ہر الٹ پھیر سے محفوظ کردیا جیسا کہ اس کا فرمان ہے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ﴾ (سورۂ حجر، پ۱۴، آیت ۹) بیشک ہم نے اس مقدس ذکر (قرآن) پاک نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں......

﴿وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن﴾

"وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین،،

☆☆☆

زیور طباعت سے آراستہ شدہ تصنیفات

☆ جواہرُ العرفان (مجاہد ملت حضرت سید شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ)

☆ ثبوت سماع موتی (مجاہد ملت حضرت سید شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ)

☆ من عرف نفسہ "معرفتِ ذات انسانی" (مجاہد ملت حضرت سید شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ)
(وتخلیص حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ تفہیمات کلمہ کی کُل (مجاہد ملت حضرت سید شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ)
(وتخلیص حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ حقیقت پیری مریدی (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ العلم نورٌ (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ (صحیفۂ اسرار) صحیفة السرائر فی حقیقة النوادر
(حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ سبیل النجات من الغمات الی الهدایات (بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی)
(حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ جلوۂ نوری (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ روحِ سماع (شعری مجموعہ) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ کنز اخفی (کُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًا) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ سرکن فکاں (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ توحید وتصوف (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆☆☆

ہماری کتابیں ملنے کے پتے

۱) الہدی پبلی کیشنز، 2982، کوچہ نیل کنٹھ، قاضی واڑہ، دریا گنج، نئی دہلی۔2

Mobile : 8010503999

۲) نثار بکڈ پو، جی، ۶۷ سٹی مارکٹ بنگلور، پن کوڈ، 560002.

Mobile:9845451830.

۳) فردوس کتاب گھر، نزد کے سی سی بیا نک، رسول پور گلی، دھارواڑ، کرناٹک

Mobile : 9342211155

۴) جناب سید شاہد الطاف القادری، سجادۂ نشیں آستانۂ قادریہ نوریہ،
خانقاہِ قادریہ نوریہ سقّافیہ جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

Mobile:9448467215,9986323902